سونا گھاٹ کا پُجاری (قسط ۵)

کمرے سے فائرنگ کی آوازیں ابھریں تو باہر موجود پولیس کے کارندے بھی ٹڈی دل کی طرح بھاگتے ہوئے کمرے میں گھس آئے انسپکٹر کی آنکھوں سے اب وحشت جھانک رہی تھی۔ وہ اب بھی اپنی جگہ ڈٹا کھڑا مجھے تیکھی نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ دوسرے تمام پولیس افسر اس کے حکم کے منتظر تھے۔ میں بڑی لاپروائی سے کھڑا ان سب کو دیکھتا رہا۔ اگر پاربتی دیوی نے مجھے اپنی شکتی کا مظاہرہ کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو یقیناً میں ان سب کو بھسم کر ڈالتا۔ بہرحال کچھ دیر تک تو میں خاموش کھڑا حالات کا جائزہ لیتا رہا پھر انسپکٹر کو مخاطب کر کے پُراعتماد انداز میں بولا۔

''کیوں مہاشے' کیا اب بھی تمہیں وشواس نہیں آیا کہ میں مہان شکتی کا مالک ہوں۔ اگر کہو تو میں تمہیں دو چار تماشے اور بھی دکھا سکتا ہوں۔''

''تم خواہ کوئی بھی ہو لیکن تمہیں ہر قیمت پر ہمارے ساتھ تھانے چلنا

ہوگا۔'' انسکپڑ نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ میں محسوس کررہا تھا کہ اب اس کی آواز میں وہ پہلے جیسی گھن گرج نہیں ہے۔ اگر وہ اس سمے تنہا میرے سامنے ہوتا تو ممکن تھا اپنی جان بچا کر بھاگ جاتا لیکن اپنے سارے ماتحتوں کی موجودگی میں اس غریب کے پاس اس کے سوا کوئی اور چارہ نہیں تھا کہ وہ میرے سامنے ڈٹا رہے۔

میں نے انسپکٹر کی مجبوری کو جانچا تو مجھے بے اختیار ہنسی آگئی۔ مسکراتے ہوئے میں نے اس سے پوچھا۔

''یہ تمہیں کیونکر یقین آگیا ماتھر جی اور جاگیردار صاحب کو میں نے مارا ہے۔ جبکہ وہاں اور بھی بہت سارے منش موجود تھے اور سارے کے سارے شراب کے نشے میں دھت تھے۔''

''ضروری نہیں کہ میں قبل از وقت تم کو ہر بات کا جواب دوں۔'' انسپکٹر تلملا کر بولا۔

سونا گھاٹ کا پُجاری (قسط ۵)

''پھر تم نے یہ کیسے جان لیا کہ میں تم جیسے نادان چھوکروں کی مرضی پر چلنے کو تیار ہو جاؤں گا۔'' میں نے دوبارہ ذرا سخت لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا ''میں پھر کہتا ہوں کہ تم اپنی ضد سے باز آ جاؤں نہیں تو مجھے مجبوراً تم سب کو کشٹ دینا پڑے گا۔''

میری بات کا خاطر خواہ اثر ہوا لیکن صرف انہی افراد پر جو میری طاقت کا تماشا دیکھ چکے تھے۔ جو سپاہی بعد میں اندر آئے تھے' وہ انسپکٹر کو وضاحت طلب نظروں سے گھورے جا رہے تھے۔ انہیں حیرت تھی کہ اب تک مجھے گرفتار کیوں نہیں کیا گیا۔

میں نے انسپکٹر کو مہر بہ لب پایا تو نرمی سے بولا ''دیکھو مہاشے' پنڈت' پجاریوں اور رشی منیوں سے ٹکرانا تم جیسے منش کے بس کا روگ نہیں ہے۔ اگر تم مجھے یہاں سے چلا جانے دو تو میں تم لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ پرنتو اگر تم نہ مانے تو پھر مجھے مجبوراً کچھ کرنا پڑے

گا۔"

"گرفتار کر لو اس مردود کو۔" انسپکٹر دو قدم پیچھے ہٹتا ہوا زور سے چلایا۔ جو سپاہی اپنے ایک افسر کا انجام دیکھ چکے تھے، وہ تو سہمے کھڑے رہے لیکن جو بعد میں گولیوں کی آواز سن کر آئے تھے، وہ مجھ پر ٹوٹ پڑے اور اپنی دانست میں مجھے پوری طرح سے اپنے قابو میں کر لیا لیکن مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے بہت سارے شریر بچے مجھ سے لپٹ گئے ہوں۔ مجھے ان کی تعداد کے مطلق کوئی فکر نہیں تھی۔ "لے چلو اسے باہر۔" انسپکٹر نے مجھے سپاہیوں کے نرغے میں جکڑا ہوا پایا تو گرج کر بولا۔

میرے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں تھا کہ اپنے بچاؤ کے لیے کوئی اپائے کروں۔ چنانچہ میں نے پاربتی کا شبھ نام لے کر ایک جھٹکا دیا تو پندرہ بیس سپاہیوں کی ٹولی جو مجھ پر ٹڈی دل کی طرح ٹوٹی ہوئی

تھی' کائی کی مانند چھٹ گئی۔ اسی سمے میں نے ایک منتر کا جاپ کر کے اپنے اوپر دم کیا اور دروازے کی طرف بڑھنے لگا پھر جو ہوا اسے میں آج بھی یاد کرتا ہوں تو بے اختیار ہنسی آ جاتی ہے۔

میں کمرے سے باہر آ کر سیڑھیوں کی طرف ہولیا تھا۔ انسپکٹر اور اس کے ماتحت چیختے چلاتے میرے آگے پیچھے دوڑ رہے تھے لیکن کوئی بھی میرے قریب نہیں آ رہا تھا۔ پولیس انسپکٹر کی بوکھلاہٹ اور بے بسی قابل دید تک مضحکہ خیز تھی۔ وہ چیخ چیخ کر سپاہیوں کو مجھے گرفتار کرنے کی ہدایات دے رہا تھا اور مغلظات بک رہا تھا لیکن وہ بے چارہ میرے قریب آنے سے معذور تھا۔

میں مسکراتا ہوا تیز تیز قدم اٹھاتا ہوٹل سے باہر آ گیا۔ پولیس والے بدستور میرے اطراف اچھل کود کر رہے تھے۔ ہوٹل کا اسٹاف اور راہ گیر بھی حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس حیرت انگیز تماشے کو دیکھ

رہے تھے۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہورہا ہے۔ میں اپنی طاقت کے نشے میں سرشار آگے بڑھ رہا تھا کہ اچانک مجھے رک جانا پڑا۔ کسی نے مجھے پشت سے بڑی نفرت انگیز آواز میں للکارا تھا۔

''رک جا مورکھ۔ تیری بربادی کا سمے آن پہنچا ہے۔''

میں نے پلٹ کر دیکھا تو ایک ننگ دھڑنگ سادھو جسے جسمانی اعتبار سے ہٹا کٹا کہا جاسکتا تھا۔ مجھ سے چند گز کے فاصلے پر کھڑا مجھے اپنی بڑی بڑی انگاروں جیسی دہکتی ہوئی آنکھوں سے گھور رہا تھا۔ میں نے پہلی ہی نظر میں بھانپ لیا تھا کہ وہ بھی دو چار جنتر منتر جانتا ہے لیکن مجھے اپنی طاقت پر اعتماد تھا اس لیے میں نے بے پروائی سے مسکرا کر اسے دیکھا اور بولا۔

''کہو سادھو مہاراج، تم مجھے کیا آگیا دینا چاہتے ہو۔''

''میں تجھے بجرنگ بلی کے نام پر حکم دیتا ہوں کہ سیدھی طرح اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کر دے۔''

''اگر میں تمہاری آگیا کا پالن کرنے سے انکار کر دوں تو۔''میں نے نیازمندانہ انداز میں کہا۔

''تو۔تو تجھے پچھتانا پڑے گا۔'' ہٹا کٹا سادھو غیظ و غضب کی حالت میں بولا ''میں تجھے ایسا شراپ دوں گا کہ تیری آنے والی نسلیں یاد رکھیں گی۔''

''تمہیں اپنی شکتی پر بہت گھمنڈ ہے۔ کیوں سادھو جی مہاراج۔''میں نے مضحکہ خیز لہجے میں اس سے کہا۔

''اچھا تو لے سنبھل۔'' سادھو نے لال پیلے ہوتے ہوئے کہا پھر اس کے بھدے ہونٹ متحرک ہو گئے۔ وہ غالباً کسی منتر کا جاپ شروع کر چکا تھا۔ میرے جی میں آئی کہ ایک اشارے سے اس کا قصہ تمام

کر دوں لیکن میں نے ایسا نہیں کیا پھر بھی دشمن کو موقع دینا چونکہ دانش مندی کے خلاف تھا اس لیے میں نے جلدی سے ایک منتر پڑھ کر اپنے اوپر پھونکا اور لاپروائی سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

سادھو کے ہونٹ تیز تیز ہلتے رہے پھر یکلخت اس نے جھک کر زمین سے تھوڑی سی مٹی اٹھائی اور اس پر پھونک مار کر میری طرف اچھال دی۔ میں نے دیکھا کہ مٹی کا ایک ایک ذرہ عجیب وغریب زہریلے بچھوؤں کی شکل میں تبدیل ہو چکا ہے اور اب وہ خونخوار زہریلے بچھو اپنی اٹھائے ہوا میں تیرتے ہوئے میری سمت بڑھ رہے تھے لیکن میرے قریب آ کر وہ رک گئے پھر دائرے کی صورت میں میرے قریب وہ ہر طرف پھیل کر فضا میں تیرنے لگے۔ میرے جاپ کئے ہوئے منتر نے ان کو میرے قریب آنے سے روک رکھا تھا۔ سادھو نے یہ دیکھا تو چیں بہ چیں ہو کر رہ گیا۔ چند لمحے وہ مجھے پھٹی پھٹی

نظروں سے گھورتا رہا پھر اس نے تلملا کر دوسرا وار کیا۔ اس بار اس نے بڑے غضب ناک انداز میں اپنی گھنی داڑھی کا ایک بال توڑ کر میری طرف پھینکا جو ناگن کا روپ دھار کر میری طرف لپکی لیکن اس کا بھی وہی انجام ہوا جو پہلے بچھوؤں کا ہو چکا تھا۔ سادھو نے اپنے دوسرے منتر کو بھی ضائع ہوتے دیکھا تو ہڑبڑا گیا۔

''اگر تمہارے پاس کوئی اور منتر باقی رہ گیا ہے تو اسے بھی آزما لو پھر میری باری ہوگی۔'' میں نے بڑے اطمینان سے سادھو کو مخاطب کیا۔ جواب بری طرح مجھ سے خائف نظر آ رہا تھا۔

''کیا تم کالی مائی کے کوئی سیوک ہو۔'' اس نے گھٹی گھٹی آواز میں پوچھا۔

''کالی مائی نہیں' میں پاربتی دیوی کا ایک معمولی پجاری ہوں۔''

''مجھے شما کر دو مہاراج۔ میں تمہاری شکتی کا دھیان نہیں کر سکا تھا۔'' ہٹا

کنّاسادھو جو کچھ دیر پہلے تک بہت بڑھ چڑھ کر بول رہا تھا' اب سرتاپا لرز رہا تھا پھر قبل اس کے کہ میں کوئی جواب دیتا وہ ہاتھ جوڑ کر میرے قدموں پر گر پڑا اور گڑگڑا کر معافی مانگنے لگا۔ زہریلے بچھو اور ناگن جو میرے چاروں طرف منڈلا رہے تھے سادھو کے زمین پر گرتے ہی غائب ہو گئے۔

میں طے کر چکا تھا کہ اس بے قوف پجاری کو تھوڑی بہت سزا ضرور دوں گا لیکن حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ میں اپنے ارادے کی تکمیل نہ کر سکا۔ جس وقت سادھو میرے قدموں پر گرا تھا اور رقت آمیز انداز میں مجھ سے رحم کی بھکشا مانگ رہا تھا اسی وقت سیلون نما ایک بند گاڑی میرے قریب آ کر رکی تھی پھر دوسرے لمحے ہی خوشبو کا ایک تیز جھونکا میری قوت شامہ سے ٹکرایا۔ ہر چند کہ وہ خوشبو صندل کی نہ تھی جو میں یہ سمجھ سکتا کہ پاربتی دیوی میرے قریب موجود ہے پھر بھی وہ مہک

کچھ ایسی شدید تھی کہ مجھ پر غنودگی سی طاری ہوگئی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی عظیم قوت سرگوشیوں میں مجھے حکم دے رہی تھی کہ میں اس گاڑی میں بیٹھ جاؤں۔ چنانچہ میں جلدی سے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوگیا۔

دوسرے ہی لمحے گاڑی دوبارہ حرکت میں آ گئی۔ میں نے پولیس والوں اور مجمع کو گاڑی کے پیچھے دوڑتے دیکھا تو مجھے ایک بار پھر ہنسی آ گئی۔ بعد میں جب گاڑی ایک موڑ پر پہنچ کر بائیں جانب گھومی تو میں نے دروازہ بند کرلیا۔ جانے کیوں مجھے یہ یقین تھا کہ دیوی دیوتاؤں نے میرے بچاؤ کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔

دیوی دیوتاؤں کا تصور ابھرا تو مجھے پاربتی یاد آ گئی۔ عظمت اور مروت کی وہی مہان دیوی جس نے کل رات مجھے دوبارہ اپنے نرم و نازک قرب سے نوازا تھا۔ پاربتی کا دھیان ابھرا تو میرے وجود پر ایک نشہ سا

طاری ہونے لگا۔ میں نے اطمینان سے پاؤں پسار لیے اور آنکھیں بند کر کے پاربتی دیوی کے حسین تصورات میں گم ہو گیا۔

میں پاربتی کی عظمت اور اس کی مہان شکتی کے بارے میں سوچ رہا تھا جس نے مجھے نہ صرف یہ کہ افضل بیگ سے کرشن کمار مہاراج بنا دیا تھا بلکہ مجھے اپنے قرب اور زندگی کی لازوال لذتوں سے بھی بطور خاص نوازا تھا۔

پاربتی نے مجھے رات یہ مشورہ دیا تھا کہ میں شیو جی مہاراج کے لیے بھی جاپ کر لوں تو پھر میری شکتی میں اور اضافہ ہو جائے گا اور میں بلا خوف و خطر بڑی سے بڑی طاقت کے سامنے بھی سینہ سپر ہو سکوں گا۔ شیو جی مہاراج کے دھیان کے ساتھ ہی معاً مجھے موہن لال کا خیال آ گیا۔ جس نے مجھے سخت اذیتیں پہنچائی تھیں اور سور کا گوشت تک کھانے پر مجبور کر دیا تھا۔

ماضی کی تکلیف دہ باتوں نے سر ابھارا تو میں پاربتی دیوی کو بھول کر صرف سونا گھاٹ کے پجاری کے بارے میں سوچنے لگا۔ جیسے جیسے میں موہن لال کے بارے میں سوچتا جاتا تھا' میری خون کی حدت بڑھتی جاتی تھی۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میرے تن بدن پر لاتعداد چیونٹیاں رینگ رہی ہوں۔ اسی حالت میں' میں نے فیصلہ کرلیا کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکا میں موہن لال کو اس کی کمینگی کا مزا چکھاؤں گا اور اسے ایسی اذیت ناک موت ماروں گا کہ جس کی مثال پوری دنیا میں نہ ملے گی۔

دبی زبان میں اپنی اس خواہش کا اظہار میں دو بار پاربتی دیوی سے بھی کر چکا تھا لیکن دیوی نے دونوں بار مجھے میرے ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کی تھی اور یہی باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ میں موہن لال کے مقابلے میں ابھی بہت کمتر ہوں اور اس وقت تک مجھے کھل کر

سونا گھاٹ پجاری کے مقابلے پر نہیں آنا چاہیے جب تک میں شیو جی مہاراج کے لیے جاپ مکمل نہ کر لوں۔

میں اس عظیم دیوی کا احسان مند تھا جس نے مجھے اس قابل بنا دیا تھا کہ میں اپنے ان دشمنوں سے بدلہ لے سکوں جنہوں نے مجھے کمزور سمجھ کر میرے ساتھ ناروا سلوک کیا تھا۔ میری حق تلفی کی تھی اور مجھ پر طرح طرح کے ظلم و ستم توڑے تھے۔ میری ہی خاطر پاربتی نے اپنے ایک سیوک ارجن مہاراج کی عبرت ناک موت بھی گوارا کر لی تھی لیکن موہن لال کے سلسلے میں اس نے ابھی تک کھل کر میری حمایت کا اعلان نہیں کیا تھا۔

''آخر کیوں' کیا اس میں بھی کوئی بھید تھا؟'' میرے ذہن نے کروٹ لی تو معاً ایک خیال ابھرا ''کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ پاربتی ہم دونوں میں سے کسی ایک کو ایک دوسرے کے خلاف نبرد آزما نہیں دیکھنا

چاہتی۔ ممکن ہے کہ جس طرح وہ مجھے نواز چکی ہے۔ اسی طرح موہن لال کی قربت سے بھی لطف اندوز ہوتی رہی ہو۔ اس کی نوازشیں موہن لال کے لیے بھی اتنی عام ہوں۔ دوسری شکل میں جب وہ اس بات کا اقرار کر چکی ہے کہ اس کو شیو جی مہاراج کے بعد صرف میں نے چھوا ہے تو پھر میرے مقابلے میں اسے سونا گھاٹ کے پجاری سے ہمدردی کیوں ہے؟ کیوں وہ مجھے موہن لال سے دور رکھنا چاہتی ہے۔ میری سمجھ میں کوئی بات نہیں آ رہی تھی مگر مجھے پاربتی کے حضور موہن لال کی برتری کسی طور گوارا نہ تھی۔ میں خود کو موہن لال سے بڑا آدمی دیکھنا چاہتا تھا۔

میرے ذہن میں ان خیالات کا ابھرنا تھا کہ میں سرتاپا قیامت بن گیا اس احساس نے کہ پاربتی دیوی بیک وقت اپنے دو پجاریوں کی خوشنودی کے لیے ایک دوسرے کو بے وقوف بنا رہی ہے اور دونوں کو

الگ الگ نواز رہی ہے، میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ موہن لال سے میری نفرت کا جذبہ دو چند ہو گیا۔ میں نے طے کر لیا کہ سب سے پہلے شیو جی مہاراج کے لیے جاپ کروں گا پھر موہن لال کو ہر قیمت پر ٹھکانے لگا کر دم لوں گا۔ خواہ پاربتی دیوی مجھے منع ہی کیوں نہ کرے۔

یہاں میں اس حقیقت سے انکار نہیں کروں گا کہ پاربتی نے مجھے جس جسمانی کیف و سرور سے نوازا تھا، وہ میرے لیے اتنا انمول تھا کہ اس میں کسی اور کو حصے دار بنانے کے لیے مطلق تیار نہ تھا۔ اپنے طور پر میں نے مکمل عہد کر لیا تھا کہ موہن لال کو ٹھکانے لگانے کے بعد میں بلا شرکت غیرے پاربتی کا دعوے دار بن جاؤں گا۔

میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ گاڑی میں میرا سفر کتنی دیر جاری رہا۔ میں کتنی دیر تک اپنی ذہنی چپقلش میں گرفتار رہا۔ بہر حال اتنا ضرور

کہوں گا کہ جتنی دیر تک میرا سفر جاری رہا' میں شدید ذہنی اضطراب میں مبتلا رہا اور سونا گھاٹ کے پجاری کو نیچا دکھانے کی خاطر مختلف اسکیمیں بناتا رہا۔ میرے خیالات کا شیرازہ اس وقت منتشر ہوا' جب میں نے گاڑی کو رکتے محسوس کیا اور اس کے انجن کی آواز کو بند ہوتے سنا تھا۔ اس خیال سے کہ کسی نئی افتاد سے دوچار ہونے سے پیشتر ہی مجھے گاڑی سے اتر جانا چاہیے' میں جلدی سے اٹھ بیٹھا۔ گاڑی کا پچھلا دروازہ میں نے بڑی آہستگی سے کھلا لیکن اس کے بعد جو کچھ میں نے دیکھا اس نے ایک لمحے میری سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو سلب کر ڈالا

گاڑی کا دروازہ کھولتے ہی میری نظر جس شخص پر پڑی وہ موہن لال تھا۔ سونا گھاٹ کا پجاری' جسے روئے زمین پر میں اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتا تھا اور جس کے بارے میں' میں نہ جانے کتنی دیر تک پریشان رہا تھا۔ وہی موہن لال اس وقت میرے سامنے سینہ تانے

کھڑا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر بڑی معنی خیز مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ آنکھوں میں ایک پروقار چمک موجود تھی۔ وہ مجھے جن نظروں سے دیکھ رہا تھا' ان میں تحقیر کا پہلو نمایاں تھا۔ جسے محسوس کر کے میرے انتقام کا جذبہ بھڑک اٹھا لیکن قبل اس کے کہ میں موہن لال کی اس اچانک موجودگی کے بارے میں سوچ سکتا' وہ مجھے گھورتا ہوا بولا۔

''کیوں افضل بیگ' یہ تم مجھے گھور گھور کر کیوں دیکھ رہے ہو' کیا پہچانا نہیں مجھے؟''

''اچھا ہوا جو تم خود مجھے مل گئے۔'' میں نے غصیلی آواز میں کہا ''مجھے تمہاری ہی تلاش تھی۔''

''میری تلاش تھی۔'' موہن لال زہر خند لہجے میں بولا ''کیا کوئی نئی بپتا آن پڑی ہے تم پر۔''

''یہ تو سے تمہیں بتائے گا کہ بپتا کس پر آ پڑی ہے۔'' میں حقارت سے

جواب دیا'' پھر گاڑی سے نیچے آ کر موہن لال کو نفرت بھری نگاہوں سے گھورتا ہوا بولا'' اب میں تمہیں بتاؤں گا کہ میں بھی مہان شکتی کا مالک بن چکا ہوں۔''

''مہان شکتی!'' موہن لال نے زیر لب مسکرا کر کہا'' افضل بیگ، مجھے یہ دیکھ کر دکھ ہو رہا ہے کہ تم اب بھی مورکھوں جیسی باتیں کر رہے ہو۔''

''افضل بیگ نہیں۔۔اب میرا اشبھ نام کرشن کمار مہاراج ہے۔'' میں نے دبنگ لہجے میں کہا۔

''کرشن کمار مہاراج۔'' سونا گھاٹ کے پراسرار پجاری نے بڑے مضحکہ خیز لہجے میں میرے نام کو دہرایا پھر سنجیدگی اختیار کر کے بولا ''کیا تمہیں سچ مچ اپنے مہان ہونے کا دھوکا ہو گیا۔''

ہر چند کہ پاربتی دیوی کی نصیحت مجھے یاد تھی۔ دیوی نے مجھے یہی بتایا تھا کہ ابھی میں اتنی شکتی نہیں حاصل کر سکا ہوں کہ موہن لال سے ٹکرا

سکوں تاہم موہن لال کا لہجہ مجھے غصہ دلا رہا تھا اور اب جبکہ میرے ذہن میں یہ بات بیٹھ چکی تھی کہ موہن لال میرا دشمن ہونے کے ساتھ ساتھ میرا رقیب بھی ہے تو بھلا میں کس طرح اس کی تحقیر آمیز باتوں کو برداشت کر سکتا تھا چنانچہ میں نے موہن لال کی انگارہ جیسی دہکتی ہوئی سرخ سرخ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

''موہن لال میں مانتا ہوں کہ کبھی تم مہان شکتی کے مالک ضرور تھے۔ تم مجھے اپنی اچھا کے مطابق کشٹ بھی دیے ہیں۔ پرنتو اب سمے آگیا ہے جب میں اینٹ کا جواب پتھر سے دینے کے قابل ہو چکا ہوں۔ تمہیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ پاربتی نے نہ صرف میری تپسیا کو سیوکار کر لیا ہے بلکہ مجھے اپنا خاص سیوک بھی بنا لیا ہے۔''

میرے الفاظ سن کر موہن لال کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ ایک لمحے کے لیے میں نے دیکھا کہ اس کی آنکھوں میں ہزاروں بدروحوں کا بھیانک

عکس ابھر کر غائب ہو گیا۔ اس کا ہٹا کٹا جسم میرے سامنے کسی نا قابل تسخیر چٹان کی طرح ڈٹا کھڑا تھا۔ اس کے بھاری بھرکم چہرے پر غضب ناک تاثرات طاری تھے لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر تک قائم نہ رہی۔ دوسرے ہی لمحے وہ کسی ٹھہرے ہوئے سمندر کی طرح مطمئن نظر آنے لگا اور مجھے یوں دیکھنے لگا جیسے کوئی پہلوان کسی بچے کی بات پر برہم ہو جائے اور پھر فوراً ہی بچے کی کمتری کا احساس کر کے خاموش ہو جائے۔

میں اس کی ایک ایک حرکت کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ جب کچھ دیر تک وہ خاموش کھڑا مجھے گھورتا رہا تو میں نے دوبارہ بڑی تلخ آواز میں اسے مخاطب کیا۔

"کس و چار میں گم ہو موہن لال۔ اگر تمہیں میری شکتی کا یقین نہیں آتا تو آزما کر دیکھ لو۔"

''دیوی کے پیار نے تمہیں بہت زیادہ سر چڑھا رکھا ہے کرشن کمار۔ پرنتو یہ مت بھولو کہ تمہاری شکتی کا آرمبھ (آغاز) سونا گھاٹ کے پراسرار پجاری سے ہوا ہے۔ وہ اس لحاظ سے تمہارا گرو ہے۔'' موہن لال نے سپاٹ آواز میں کہا ''تمہاری مکتی اسی میں ہے کہ نادانی کا کوئی شبد زبان سے نہ نکالو اور اپنے آپ کو جاننے کی کوشش کرو۔''

''یہ کیوں نہیں کہتے کی موہن لال کہ تم اب مجھ پر وار کرتے ہوئے گھبرا رہے ہو۔'' میں نے موہن لال کی باتوں کا غلط انداز لگاتے ہوئے دبنگ آواز میں کہا ''میرا خیال ہے کہ تم ارجن مہاراج اور نرملا پجاری کے ساتھ جو کچھ گزاری ہے اس سے بھی ضرور واقف ہو چکے ہو گے۔''

''کرشن کمار۔'' یکلخت موہن لال گرج دار آواز میں بولا ''میری شکتی کو للکارنے کی نادانی مت کرو۔ مجھے مہان دیوی کا دھیان ہے جو

چپ ہوں، پر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ تم جو منہ میں آئے بولتے رہو۔"

"موہن لال، کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تم دیوی کی آڑ لے کر اپنی شکتی کا بھرم رکھنا چاہتے ہو۔" میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا "موہن لال یاد رکھو، میں نے بھی دیوی کی تپسیا کی ہے۔"

سونا گھاٹ کے پراسرار پجاری نے اس بار فوراً ہی میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کے چہرے پر ایک رنگ جا رہا تھا اور ایک آ رہا تھا۔ اس کی غضب ناک نظریں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں اور وہ کسی شدید ذہنی الجھن میں مبتلا تھا۔

کچھ دیر تک ہم ایک دوسرے کو یونہی خونخوار نظروں سے گھورتے رہے پھر موہن لال نے بڑے پروقار لہجے میں مجھ سے کہا۔

"کرشن کمار، جاؤ اس بار میں تمہیں پاربتی دیوی کے کارن شما کرتا ہوں

پرنتو اتنا یاد رکھنا کہ تم ایک دن پھر میرے چنگل میں پھنسو گے اور اس سمے میں تمھیں ایسا شراپ دوں گا کہ تم پورا جیون بیاکل رہو گے۔"

"تم اگر مجھے کرتے ہو تو یہ تمہاری مرضی ہے۔ پر میں تمہیں شما کرنے کو تیار نہیں ہوں۔" میں نے موہن لال کی نرمی کا غلط نتیجہ اخذ کرتے ہوئے کہا اور یہ سوچ کر کہ اسی موقع پر اس موذی کو ٹھکانے لگا دوں۔ پاربتی کا نام لے کر ایک منتر کا جاپ کرنے لگا لیکن اس سے پہلے کہ میں اپنا جاپ مکمل کرلوں، موہن لال مارے غصے کے سرتاپا لرز اٹھا اور نہ جانے اس نے کیا منتر پڑھ کر میری طرف پھونکا کہ میں اپنا جاپ بھول کر کسی تنکے کی طرح زمین پر گر کر دو چار قلابازیاں کھاتا چلا گیا۔

دوسری بار جب میں اپنے پیروں پر کھڑا ہوا تو میرا ذہن مارے غصے کے آتش فشاں کی طرح کھول رہا تھا۔ میں نے بڑی جلالی کیفیت میں

اپنا سیدھا ہاتھ بلند کیا اور غضب ناک حالت میں اپنی انگلیاں جھٹکنے لگا مجھے مکمل اعتماد تھا کہ اس بار موہن لال میری انگلیوں سے نکلنے والے شعلوں سے بھسم ہو جائے گا لیکن یہ دیکھ کر میں گنگ رہ گیا کہ میری انگلیوں سے نکلنے والے نیلے پیلے شعلے سونا گھاٹ کے پراسرار پجاری کے جسم سے ٹکرا کر بے اثر ہوئے جائے تھے۔ اچانک میں نے کچھ سوچ کر اپنا ہاتھ نیچے گرالیا۔

مجھے اسی لمحے پاربتی دیوی کی بات کا خیال آگیا اس لیے میں نے یہی بہتر سمجھا کہ اس وقت موہن لال سے ٹکرانے کے بجائے کسی طرح گلو خلاصی کر لی جائے اور شیو جی مہاراج کا جاپ پورا کر لینے کے بعد دوبارہ اس سے اپنا انتقام پورا کیا جائے چنانچہ میں کوئی دوسرا منتر پڑھنے کے بجائے موہن لال کو محض گھورنے پر اکتفا کرنے لگا ۔

موہن لال چند لمحے تک مجھے قہر آلود نظروں سے کھڑا دیکھتا رہا پھر معنی

خیز انداز میں مسکرا کر بولا۔

''کیوں کرشن کمار اب کیا ہے من میں تمہارے۔ اگر چاہو تو اپنے دوسرے منتر جنتر بھی آزما کر دیکھ لو۔''

''میں اگر چاہتا تو تمہیں بھی ارجن مہاراج کی طرح نرکھ رسید کر سکتا تھا۔ پرنتو اس سمے مجھے دیوی کا دھیان آ گیا ہے۔'' موہن لال کو ٹالنے کی لیے جھوٹ بولنے کے سوا اور کیا چارہ رہ گیا تھا۔

''کرشن کمار تم بھول رہے ہو کہ اس سمے تم موہن لال سے مخاطب ہو۔'' سونا گھاٹ کا پجاری تلخ لہجے میں بولا ''میں جانتا ہوں کہ اس سمے تمہارے من میں کیا ہے۔ تم شیو جی مہاراج کا جاپ مکمل کرنے کے بعد مجھ سے ٹکرانے کا جو سپنا دیکھ رہے ہو وہ کبھی پورا نہ ہو گا تم ہمیشہ میری شکتی کے سامنے ایک بالک ہی رہو گے۔ نادان اور مورکھ بالک۔''

''مجھے یہاں کس لیے لایا گیا ہے؟''میں نے جلدی سے گفتگو کا رخ موڑتے ہوئے سوال کیا۔

''دیوی کی آگیا یہی تھی کہ تمہیں اس کے چرنوں تک چھوڑ دیا جائے''

موہن لال بدستور مجھے نفرت بھری نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔

''اب مجھے کیا کرنا ہوگا دیوی کے چرنوں تک پہنچنے کے لیے۔''میں نے دھڑ کتے ہوئے دل سے پوچھا۔

''پچھم کی اور دو میل جانے کے بعد تمہیں دیوی کا استھان مل جائے گا۔''

اس بار میں نے موہن لال کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔میرے من میں اس کے لیے نفرت کا طوفان اٹدر ہا تھا لیکن میں جلد بازی کا مظاہرے کرنے سے پرہیز کیا اس لیے کہ میں اس موذی کی شکتی کا تماشا دیکھ چکا تھا۔میرے منتر اس پر کارگر نہیں ہوئے تھے جس کے

بعد مجھے اس بات کا وشواس ہو گیا تھا کہ پاربتی نے مجھے جو کچھ کہا تھا' وہ جھوٹ نہیں تھا۔ بہر حال میں موہن لال کو گھورتا ہوا پچھم کی سمت گھوما ہی تھا کہ سونا گھاٹ کے پجاری نے مجھے دوبارہ مخاطب کر کے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

''سنو کرشن کمار' دیوی نے تمہارے اوپر جو کرپا کی ہے اس نے تمہارے شریر کو امر بنا دیا ہے۔ پر ایک بات گرہ سے باندھ لو۔ اگر کبھی تمہارے من میں دیوی کی طرف سے کوئی کھوٹ آیا تو دیوی کا کشٹ تم کو برباد کر دے گا۔''

''اور بھی کچھ کہنا ہے تمہیں۔'' میں نے نفرت سے پوچھا۔

''ہاں۔۔تم قسمت کے دھنی ہو جو اتنی ترنت (جلدی) دیوی تمہارے اوپر مہربان ہو گئی۔ پرنتو یہ کبھی مت بھولنا کہ اس استھان تک تمہیں کس نے پہنچایا ہے۔'' موہن لال نے مجھے معنی خیز نظروں سے گھورتے

ہوئے کہا ''گرو کی مرضی کے بغیر کبھی اپنی تپسیا میں سپھل نہیں ہو سکتا۔''
میں نے کوئی جواب دینے کے بجائے موہن لال کو حقارت سے دیکھا پھر دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتا اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔

سونا گھاٹ کے پراسرار پجاری نے مجھے جس مقام پر لا کر چھوڑا تھا وہاں دور دور تک کوئی عمارت نہیں تھی پھر بھی میں پچھم کی سمے چلتا رہا موہن لال کے مقابلے میں اپنی شکتی کا تماشا دیکھنے کے بعد میرا خون بری طرح کھول رہا تھا۔ میں ہر قیمت پر اس موذی کو نیچا دکھانے کا متمنی تھا اور اب یہی ایک صورت رہ گئی تھی کہ میں پاربتی کی سہات حاصل کروں اور اس کے بتائے ہوئے جاپ مکمل کروں پھر سونا گھاٹ کر پراسرار پجاری سے دو دو ہاتھ کروں مجھے نہ جانے کیوں اس بات کا یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن مجھے موہن لال کے مقابلے

میں ضرور برتری حاصل ہو گی لیکن وہ دن کب آئے گا یہ مدت میرے لیے ناقابلِ برداشت تھی۔ پاربتی دیوی کے مطلق میں نے اپنے ذہن میں مطمئن کر لیا تھا کہ میں اب اسے اپنی محبت سے اور قریب کر سکوں گا۔ وہ مجھے اپنے لمس سے فیض یاب کر سکتی ہے تو پھر موہن لال سے مقابلے کے لیے وہ میری مدد بھی ضرور کرے گی۔

میں اپنی دھن میں مست پچھم کی سمت بڑھتا گیا۔ تقریباً پونے دو میل کی مسافت طے کرنے کے بعد میں ان ٹیلوں تک پہنچ گیا جو مجھے دور سے نظر آ رہے تھے۔ ٹیلے پر چڑھ کر جیسے ہی میں دوسری طرف اترا۔ مجھے ایک سادھو نظر آیا۔ جو لمبے لمبے قدم مارتا میری ہی سمت آ رہا تھا۔ میں کچھ سوچ کر رک گیا اور پجاری کو دیکھنے لگا۔ پجاری نے میرے قریب آ کر مجھے غور سے دیکھا پھر ڈنڈوت کرنے کے بعد بولا۔

''مہاراج کیا تمہارا شبھ نام کرشن کمار ہے؟''

''ہاں' میں ہی کرشن کمار ہوں۔''

''مہان دیوی کی کرپا ہے مہاراج جو مجھے آپ کے درشن ہو گئے۔''
پجاری نے بڑی عاجزی سے کہا'' مجھے آپکے کے سواگت کے لیے
یہاں بھیجا گیا ہے۔''

''ابھی مجھے اور کتنی دور چلنا ہوگا؟''میں نے پجاری کو پروقار نظروں
سے گھورتے ہوئے سپاٹ آواز میں پوچھا۔

''دیوی کی شکتی مہان کی مہاراج۔آپ اس سے دیوی کے استھان
سے بہت قریب ہیں۔آپ چلتے رہیے دیوی خود آپ کو اپنے استھان
پر بلالے گی۔''

مجھے پجاری کی باتوں میں صداقت کی بو آرہی تھی اس لیے میں اس پر
کوئی شک کرنے کی بجائے آگے بڑھتا گیا۔سامنے ایک عالی شان
محل تھا۔میں اس میں خود بخود کسی رہنمائی کے بغیر داخل ہوگیا۔ابھی

میں ایک وسیع و عریض کمرے میں پہنچا تھا کہ صندلی خوشبو کا جانا پہچانا جھونکا میرے وجود پر چھا گیا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے دیوی کی آواز سنائی دی۔

''کرشن کمار، تم میرے چرنوں تک پہنچ ہی گئے۔''

میں نے آواز کے سمے دیکھا تو پاربتی دیوی کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ کر خوشی کے جذبے سے سرشار ہو گیا۔ یوں تو اس سے پہلے بھی پاربتی دیوی کا دوبارہ درشن کر چکا تھا لیکن اس سمے دیوی کی سندرتا دیکھ کر مجھ پر کچھ ایسی کیفیت طاری ہوئی جس کو بیان کرنا میرے بس کی بات نہیں۔ پراسرار پاربتی دیوی اس وقت ہلکے سبز رنگ کی ساڑی میں ملبوس تھی۔ جس کے اندر سے اس کا جسم کندن کی طرح دمکتا نظر آ رہا تھا۔ اس کے چہرے کے چاروں طرف مجھے بجلیاں کوندتی محسوس ہو رہی تھیں۔ میں کچھ دیر تک اس کو بڑی محویت کے عالم میں کھڑا دیکھتا

سونا گھاٹ کا پُجاری (قسط ۵)

رہا پھر میں نے اس جگہ کا جائزہ لیا تو دنگ رہ گیا۔ میں نے اپنی تمام زندگی میں ایسا خوب صورت کمرا پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہاں کی ہر شے انتہائی قیمتی اور نایاب تھی۔ ایک طرف اونچی مسہری بچھی تھی۔ جس پر بڑے سلیقے سے بستر لگا ہوا تھا۔ پورے کمرے میں دبیز قالین بچھا ہوا تھا۔ ایک سمت آبنوسی لکڑی کی میز پر ایک مجسمہ رکھا تھا جس کا تمام جسم انسانوں جیسا تھا لیکن سر ہاتھی کا تھا۔ مجھے معاً ملا پجاری کا دھیان آ گیا جس نے مجھے گنیش دیوتا کے بارے میں بتایا تھا جسے پاربتی نے اپنے کمرے میں سجا رکھا تھا۔ دیواروں پر جا بجا مجسمے ایستادہ تھے۔ میں ابھی کمرے کے ساز و سامان کا جائزہ لے رہا تھا پاربتی دیوی کی مدھر آواز میرے کانوں میں رس گھول گئی۔

''کرشن کمار! دیوتاؤں کی اس دنیا کو سمجھنے کے لیے تمہیں دیر لگے گی۔''

''دھن ہو دیوی! جو تم نے مجھے اپنے چرنو میں بلایا۔'' میں جلدی سے

اپنی توجہ پاربتی دیوی کی طرف متوجہ کر کے بولا۔

''کرشن کمار تم دھرتی پر میرے وہ پہلے سیوک ہو جسے میں نے اپنے استھان تک آنے کی اجازت دی ہے۔''

''یہ تیری بڑی کرپا ہے۔'' پاربتی نے مجھے گھورتے ہوئے کہا ''تم نے موہن لال کے بارے میں پھر سوچنا شروع کر دیا ہے۔''

''مجھے شما کر دے دیوی۔'' میں نے تیزی سے کہا ''موہن لال کو اچانک دیکھ کر میرے انتقام کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔''

''تمہیں ایک اور بات کی شما مانگنی ہوگی کرشن کمار۔'' دیوی وقار سے بولی۔

''وہ کیا بات ہے دیوی۔'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''تمہارے ہردے میں کھوٹ ہے۔''

پاربتی نے اس بار مجھے جس لہجے سے مخاطب کیا اسے محسوس کر کے میں

کانپ اٹھا۔ میں نے دیوی کی بات پر غور کیا تو معاً مجھے خیال آ گیا کہ موہن لال سے انتقام لینے کے جذبے نے میرے سینے میں رقابت کی آگ بھڑکا دی تھی اور میں پاربتی کے سلسلے میں مشکوک ہو گیا تھا۔ اس خیال کے آتے ہی مجھ پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ چند لمحے تک میں شرمندگی اور ندامت کے ملے جلے جذبے کے تحت سر جھکائے کھڑا رہا پھر میں بے اختیار آگے بڑھا اور جھک کر میں نے دیوی کے چرن تھام لیے۔

''دیوی میں ہاتھ جوڑ کر تجھ سے شما کی بھکشا مانگتا ہوں۔ انتقام کے جذبے نے مجھے اندھا کر دیا تھا دیوی مجھے شما کر دے۔''

پاربتی نے میری بات کا کیا اثر لیا۔ یہ تو میں نہ جان سکا لیکن جب اس نے بازو تھام کر مجھے اٹھایا تو میں نے اس کی کومل نظروں میں محبت کے ہزاروں دیپ جلتے دیکھے۔ میں سمجھ گیا کہ پاربتی نے مجھے شما کر دیا ہے

پھر بھی میں نے ایک نظر اسے دیکھ کر سر جھکا لیا۔

''کرشن کمار۔'' پاربتی نے بڑی اپنائیت سے کہا ''تمہارے من کا یہی اجلا پن دیوی کو پسند ہے۔''

''میں تیری اس کرپا کا کوئی بدل دینے کے قابل نہیں ہوں دیوی۔'' میں نے دل کی تمام سچائیوں سے کہا۔

جواب میں پاربتی نے آگے بڑھ کر میرا ہاتھ تھام لیا۔ میرے رگ و پے میں ایک عجیب سرور سرایت کر گیا اور مجھ پر غنودگی طاری ہونے لگی۔ میں صرف اسی حد تک محسوس کر سکا تھا جیسے میں پاربتی کے بہت قریب ہوتا جا رہا تھا۔ اتنا قریب کہ ہماری سانسیں اور روحیں بھی ایک دوسرے میں مدغم ہوتی جا رہی تھیں۔ میں ایک بار پھر خوابوں کی لذت سے سرشار تھا اور پھر۔۔۔ پھر مجھے کچھ یاد نہ رہا۔

دوسرے دن پاربتی نے میرے کہے بغیر مجھے وہ جاپ بتا دیا جو مجھے

شیو جی مہاراج کے لیے کرنا تھا۔ پاربتی نے مجھ سے کہا تھا کہ مجھے چھ ماہ تک برت رکھ کر جاپ پوری کرنا ہوگا۔ اس دوران میں کسی سے مل بھی نہ سکوں گا اور پورے دھیان گیان سے مجھے جاپ میں مصروف رہنا ہوگا۔ اس بار مجھے کسی کھنڈر میں جا کر جاپ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔

بلکہ پاربتی نے ایک علیحدہ کمرے میں مجھے جاپ کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ میں اس بیان کو طول دینا نہیں چاہتا چنانچہ اگلے دن ہی میں شیو جی مہاراج کے لیے جاپ کرنے میں مصروف ہو گیا۔

میری لگن چونکہ سچی تھی اس لیے مجھے وقت کا اندازہ نہ ہو سکا اور نہ ہی اس منتر کا جاپ کرتے ہوئے مجھے بیروں اور بلاؤں نے خوف زدہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ ممکن ہے یہ سب کچھ پاربتی کی وجہ سے سہل ہو گیا ہو۔ بہرحال میں متواتر شب و روز اپنے جاپ میں لگا رہا اور چھ

ماہ کا عرصہ کب بیت گیا مجھے اس کا احساس بھی نہ ہو سکا۔
جس روز میں نے جاپ مکمل کیا اس روز پاربتی میرے اوپر کچھ زیادہ مہربان نظر آ رہی تھی۔ شاید اس لیے کہ میں نے منتر کے ذریعے اس کے پتی دیو کی آتما کو رام کر لیا تھا۔ یا پھر ہو سکتا ہے کہ کوئی دوسری وجہ رہی ہو لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ اس روز پاربتی مجھ سے کچھ اور قریب آ گئی ہے۔ اس نے خود اپنے کومل ہاتھوں سے مجھے اشنان کرایا میری داڑھی جو چھ ماہ کے عرصہ میں بے تحاشا بڑھ گئی تھی۔ اسے صاف کرایا گیا اور پہننے کے لیے مجھے اعلیٰ لباس دیا جو پاربتی نے بطور خاص میرے لیے سلوایا تھا۔
غرض یہ کہ شیو جی مہاراج کا جاپ مکمل کرنے کے بعد میں پاربتی سے بہت قریب ہو گیا تھا مگر ابھی تک مجھے اس نئے جاپ سے حاصل ہونے والی شکتی کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ ایک دو بار میرے جی میں

آئی تھی کہ میں خود ہی اپنی شکتی کو آزماؤں یا پھر پاربتی سے دریافت کروں لیکن مجھے اس کا موقع نہ مل سکا مگر ایک روز جب میں پاربتی کے کمرا خاص میں اس کے ساتھ بیٹھا اس کے عشق کے گداز لمحات میں سرمست تھا۔ پاربتی نے مجھے اپنی ادائے خاص سے مخاطب کیا۔

''کرشن کمار' شیو جی مہاراج کا جاپ مکمل کر لینے کے بعد اب تمہارے اندر بلوانوں کی شکتی آ گئی ہے۔ اب تمہیں کسی دشمن کو نیچا دکھانے کے لیے کوئی منتر پڑھنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ تم جو کچھ سوچو گے' وہ دیوتاؤں کی کرپا سے پورا ہو گا۔ پرنتو ایک بات اور دھیان میں رکھو۔''

''دیوی۔'' میں جلدی سے بولا ''تو نے مجھے جو کچھ دان کیا ہے اس کے لیے میرے پاس شبد نہیں ہیں جو میں شکریہ ادا کر سکوں اتنا ضرور ہے کہ میں تیری کرپا کو کبھی بھلا نہیں سکتا۔ مجھے جو آ گیا بھی ملے گی اس

کا پالن کرنا میں اپنا دھرم سمجھوں گا۔" پاربتی نے مسکرا کر میری آنکھوں میں جھانکا پھر بڑی ادا سے بولی۔

"سوچ لو کرشن کمار! ایک بار وچن دینے کے بعد اگر تم پھر گئے تو میں تمہیں شما کر سکتی ہوں۔ پرنتو شیو جی مہاراج کی مہان آتما تمہیں شما نہیں کرے گی۔"

پاربتی کی یہ بات سن کر میں دل ہی دل میں ہنس دیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ پاربتی اور شیو جی مہاراج کے درمیان زن و شکار رشتہ رہ چکا ہے اس لیے یہ بات میرے لیے مضحکہ خیز ہی تھی کہ جب پاربتی مجھے اپنے بلس سے نوازتی ہے اس سے تو شیو جی مہاراج کی آتما ناراض نہیں ہوتی پھر دوسری ایسی کیا بات ہو سکتی ہے جس کا وچن دے کر توڑ دینے کے بعد شیو جی کی آتما مجھ سے ناراض ہو جائے گی۔ میں ابھی اس کی بات کا جواب بھی نہ دے پایا تھا کہ پاربتی نے اپنی بانہیں میری گردن

سے علیحدہ کی اور خفگی کے انداز میں بولی۔

''کرشن کمار، پاپ اور پن کے چکروں میں مت پڑو۔ اسے سمجھنے کے لیے تمہیں پورا ایک جیون درکار ہے۔ آتما کا ملاپ اور شریر کا سمبند (تعلق) اگر منش کی اچھا سے ہو تو کوئی پاپ نہیں کہلاتا۔ پرنتو وچن دے کر توڑ دینا گھور پاپ ہے۔''

مجھے پاربتی کی بات پر کوئی اچنبھا نہیں ہوا۔ میں جانتا تھا کہ وہ من کا بھید پڑھنے کی شکتی رکھتی ہے لیکن وہ بات ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آسکی تھی، جس کے سلسلے میں وہ مجھ سے وچن لینا چاہتی تھی۔ میں نے اپنے ذہن پر زور دے کر اس کے متعلق سوچا تو یکلخت مجھے موہن لال کا خیال آ گیا چنانچہ میں سنبھل کر بولا۔

''دیوی، میں تیرا ہر حکم ماننے کو تیار ہوں۔ میں تجھے ہر بات کے لیے وچن دینے کو تیار ہوں، پرنتو اگر اس بات کا کوئی تعلق موہن لال کی

ذات سے ہے تو مجھے مجبور نہ کر۔"

پاربتی نے قدرے بجھی ہوئے نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر کچھ سوچ کر بولی "تم اور موہن لال دونوں میرے سیوک ہو اور پجاری بن چکے ہو۔ یہ سچ ہے جو ادھیکار تم میرے اوپر حاصل کر چکے ہو وہ موہن لال کو تمام جیون نہیں مل سکتا۔"

پاربتی کی زبان سے یہ سن لینے کے بعد کہ وہ مجھے موہن لال کے مقابلے میں زیادہ قریب سمجھتی ہے میرا سر غرور کے احساس سے تن گیا میں نے پیار بھری نظروں سے پاربتی کو دیکھا پھر محبت کے جذبے سے بے خود ہو کر پہلی بار عالم وارفتگی میں پریم کی اس منزل کو چھو لیا جو پاربتی اور موہن لال کے کہنے کے مطابق کوئی پاپ نہیں تھا۔ جب تک مجھ پر مدہوشی طاری رہی میں پاربتی کے حسین قرب سے لطف اندوز ہوتا رہا لیکن جب محبت کا نشہ ٹوٹا اس خوف سے میں کانپ اٹھا

کہ کہیں پاربتی میری اس جسارت پر خفا نہ ہو جائے لیکن ایسا نہیں ہوا مجھے اب بھی اس کی حسین آنکھوں میں سیکڑوں اپسرائیں رقص کرتی نظر آ رہی تھیں۔ میں نے اس سے موہن لال کا ذکر چھیڑنا مناسب نہ سمجھا۔ میں پہلے دیوی کو مکمل اعتماد میں لینا چاہتا تھا۔

پندرہ بیس روز اسی طرح گزر گئے۔ اس عرصے میں پاربتی نے میری ملاقات گنیش دیوتا سے بھی کرائی جو عجیب الخلقت تھا لیکن پاربتی کا بے دام غلام نظر آتا تھا اور بہت نرم دل واقع ہوا تھا۔

شیو جی کا جاپ مکمل کر لینے کے بعد میں پاربتی کے قریب سے ایسا لطف اندوز ہوا کہ مجھے کسی بات کا دھیان ہی نہ رہا لیکن ایک روز گنیش دیوتا سے بات کرتے وقت جب موہن لال کا ذکر درمیان میں آیا تو مجھے پھر آپ پر شدید غصہ آ گیا۔ میں بڑی سنجیدگی سے سوچنے لگا کہ اب مجھے پاربتی کی اجازت لے کر وہاں سے رخصت ہو جانا چاہیے

تاکہ میں سونا گھاٹ کے پراسرار پجاری سے اپنا انتقام پورا کر سکوں۔ جس کی ذات سے پہنچی ہوئی ایک ایک اذیت میرے دل و دماغ پر زور اول کی طرح نقش تھی۔ چنانچہ ایک روز موقع پا کر جب میں نے پاربتی کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

"کرشن کمار، تم موہن لال سے ٹکرانے کا عہد کر چکے ہو۔ پرنتو میں جانتی ہوں کہ تم اس خیال کو کچھ عرصے کے لیے اپنے ذہن سے نکال دو۔"

"اگر یہ حکم کچھ دنوں کے لیے ہے تو میں تیار ہوں۔" میں نے دبی زبان میں جواب دیا "میرے لیے تیری آگیا کا پالن کرنا میرا دھرم ہے۔"

"کرشن کمار، ہر دس سال بعد چالیس دن کے لیے میں اس مرگھٹ پر جاتی ہوں جہاں شیو جی مہاراج کا کریا کرم ہوا تھا۔ میں اس استھان

پر بیٹھ کر اپنے پتی دیو جی چرن پوجا میں مگن رہتی ہوں۔ اس عرصے میں دھرتی کے کسی منش یا دوسرے دیوی دیوتاؤں سے میرا کوئی سمبند نہیں رہتا۔ دس سال پورے ہونے میں ابھی دو سپتاہ (ہفتے) باقی ہیں اس لیے تم اس سمے تک یہاں رہو جب تک میں شیو جی مہاراج کی چرن پوجا سے نٹ کر واپس نہ آ جاؤں۔"

گو کہ یہ مدت بہت زیادہ تھی لیکن پاربتی نے مجھ پر جو احسانات کئے تھے اس کے پیشِ نظر میں نے اس سے مزید اصرار نہیں کیا۔ دو ہفتے تک وہ میرے ساتھ رہی پھر ایک دن مجھے گنیش دیوتا کے سپرد کر کے خود اس مرگھٹ کی طرف روانہ ہو گئی جس کا مجھے علم نہیں تھا۔

میں نے اپنے طور پر یہی سوچا تھا کہ جب پاربتی چرن پوجا سے فراغت پا کر واپس آئے گی تب ہی میں اس کی اجازت لے کر موہن لال سے ٹکرانے کے لیے جاؤں گا لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا

اس لیے میں پاربتی سے کئے ہوئے وعدے پہ قائم نہ رہ سکا اور جوش میں آ کر وہاں سے رخصت ہو گیا۔

میری روانگی کی وجہ یہ تھی کہ پاربتی کے جانے کے کوئی آٹھ یا دس دن بعد ایک دن گنیش دیوتا کے ساتھ بیٹھا دیوی دیوتاؤں کی باتیں کر رہا تھا اور اس کی تمام اسرار رموز دریافت کر رہا تھا کہ گنیش دیوتا نے اچانک موہن لال کا ذکر چھیڑ دیا اور دبی زبان میں بولا۔

''کرشن کمار دیوی نے مجھے بتایا تھا کہ تم موہن لال کو نیچا دکھانے کا فیصلہ کر چکے ہو۔''

''ہاں۔'' موہن لال کے ذکر پر میں برہم ہو کر بولا ''میں اس پاپی کو کشٹ دینے کا عہد کر چکا ہوں اور جب تک اپنا عہد پورا نہ کر لوں گا' چین سے نہیں بیٹھوں گا۔''

''جو تمہاری مرضی' پرنتو موہن لال کی مہان شکتی سے ٹکرانا بڑے جان

جوکھوں کا کام ہے۔" گنیش دیوتا نے اپنی لمبی سونڈ لہراتے ہوئے ذرا سنجیدگی سے جواب دیا" دیوی دیوتاؤں کی کرپا نے اس کے شریر میں بھی بلوانوں جیسی شکتی پیدا کر دی ہے۔"

"گنیش مہاراج۔" میں ذرا سختی سے بولا" کیا تم مجھے موہن لال کی شکتی سے خوف زدہ کرنا چاہتے ہو۔"

"نہیں کرشن کمار' میں تمہیں اندھیرے میں نہیں رکھنا چاہتا۔"

"کیا مطلب۔" میں نے گنیش دیوتا جی کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"یہی کہ موہن لال کی مہان شکتی کے مقابلے میں تمہاری جیت مشکل ہے۔" وہ دبی زبان میں بولے" دیوی دیوتاؤں کا سایہ جب تک اس کے سر پر باقی ہے اسے کوئی بھی نیچا نہیں دکھا سکتا۔"

"پرنتو پاربتی دیوی نے تو کہا تھا کہ شیو جی مہاراج کے لیے جاپ مکمل کر لینے کے بعد میں جو چاہوں گا' سو پوار ہوگا۔"

''پورا اوش ہوگا کرشن کمار۔'' گنیش دیوتا نے جلدی سے کہا پھر وہ کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا کہ میں بول پڑا۔

''پاربتی دیوی نے مجھ سے یہ بھی کہا تھا کہ مجھے اس پر موہن لال سے زیادہ ادھیکار ہے۔''

''دیوی کی خوشی سب سے بھاری ہے۔ پرنتو میں جانتا ہوں کہ دیوی نے تمہارا من رکھنے کے لیے ایسا کہا ہوگا۔''

''گویا تمہاری دیوی نے مجھے اب تک دھوکے میں رکھا تھا۔'' میں آپے سے باہر ہو کر بولا۔

''ایسا نہ کہو کرشن کمار۔'' گنیش دیوتا سر تا پا لرز اٹھا ''دیوی کی ذات امر ہے۔ وہ کبھی کسی کے ساتھ دھوکا نہیں کر سکتی۔''

''بس کرو گنیش جی۔ اب مجھ سے برداشت نہیں ہوتا۔ میں اب جان چکا ہوں کہ یہ تمام باتیں کیوں کی گئی ہیں۔'' میں نے غصیلے لہجے میں

کہا''جیت کس کی ہوگی اور ہار کس کے بھاگ میں ہے اس کا فیصلہ سمے کرے گا۔ میں آج یہاں سے چلا جاؤں گا اور جب تک موہن لال کو جان سے نہ مار ڈالوں گا' چین سے نہ بیٹھوں گا۔ میں دیکھوں گا کہ دیوی پر ادھیکار کس کو زیادہ ہے۔''

گنیش دیوتا نے مجھے میرے فیصلے سے باز رکھنے کی جان توڑ کوشش کی لیکن میں نے اس کی ایک نہ سنی اور اس وقت پاربتی کے استھان سے یہ سوچ کر چل پڑا کہ اس سے قبل کہ پاربتی شیو جی مہاراج کی چرن پوجا سے فارغ ہو کر واپس آئے اور مجھے اپنے چکروں میں پھانس کر موہن لال سے ٹکرانے کے ارادے سے باز رکھے یا کوئی اور چکر چلائے میں موہن لال کو موت کے گھاٹ اتار دوں۔

جیسے جیسے میں پاربتی کے استھان سے دور ہوتا جا رہا تھا۔ میرے خون کی حدت بڑھتی جا رہی تھی اور موہن لال سے نبرد آزما ہونے کے

ارادے میں پختگی آتی جاتی تھی۔

جیسے جیسے میں پاربتی دیوی کے استھان سے دور ہوتا جاتا تھا میرے عزم میں اور پختگی پیدا ہو رہی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ موہن لال سے انتقام کا معاملہ میری انا کا مسئلہ بن چکا تھا۔ میں پھر اندھا ہو گیا تھا۔

گنیش دیوتا کے کہے ہوئے جملے تک میرے ذہن میں گونج رہے تھے۔ اس نے سونا گھاٹ کے پراسرار پجاری کا ذکر کرتے ہوئے مجھ سے کہا تھا کہ اس دھیان کو اپنے من سے نکال دوں۔ جب میں نے پاربتی کے دیے ہوئے عہد کو دہرایا تو گنیش دیوتا نے دبی زبان میں کہا تھا کہ دیوی نے میرا من رکھنے کو ایسا کہا ہو گا اور گنیش دیوتا کی اسی بات نے مجھے اپنا ارادہ بدلنے پر مجبور کر دیا تھا۔ مجھے یہ سب کچھ دھوکا معلوم ہوتا تھا۔ مجھے شبہ ہو گیا تھا کہ پاربتی نے مجھے دھوکے میں رکھا ہے، وہ شیو جی مہاراج کی چرن پوجا سے فارغ ہو کر واپس آنے پر پھر مجھے

اپنے قرب کے سندر جال میں الجھائے گی اور میں انتقام کی آگ میں اسی طرح جلتا رہوں گا۔

چالیس روز میں سے دس روز دیوی کے استھان پر گزر چکے تھے یعنی اب میرے پاس صرف تیس دن باقی رہ گئے تھے اور تیس دنوں کے اندر اندر مجھے سونا گھاٹ کے پجاری سے انتقام لینا تھا۔ دوسری صورت میں ممکن کہ چرن پوجا سے واپسی پر جب پاربتی کو گنیش دیوتا کی زبانی صورت حال کا علم ہوتا تو وہ میرے بجائے موہن لال کی مدد پر کمر بستہ ہو جاتی اور اس طرح موہن لال اور پاربتی دیوی کی مہان شکتیوں سے ایک ہی وقت میں میرا مقابلہ کرنا دشوار ہو جاتا چنانچہ میں نے طے کر لیا تھا کہ تیس روز کے اندر اندر موہن لال سے ان تمام باتوں کا بدلہ ضرور لے لوں گا جو میرے دل پر نقش تھیں۔

میں اپنی دھن میں مست تیز تیز قدم اٹھاتا چلا جا رہا تھا کہ کچھ سوچ کر

رک گیا۔ اچانک مجھے پاربتی دیوی کی ایک بات کا دھیان آ گیا۔ دیوی نے مجھ سے کہا تھا کہ شیو جی مہاراج کے لیے جاپ مکمل کر لینے کے بعد مجھے کسی بات کی چنتا نہیں ہو گی۔ میں جو کچھ چاہوں گا وہ اوش پورا ہو گا۔ میں نے ابھی تک اپنی شکتی کو آزمایا نہیں تھا۔ اس شکتی کو جس کے حصول کے لیے میں بالکل بدل گیا اور نہ جانے کن کن حیرت انگیز منزلوں سے گزرا تھا۔ میں اب اس شکتی کا اظہار چاہتا تھا۔ میں کہاں جاؤں' میں نے سوچا کئی جگہیں میرے ذہن کے آئینے میں نمایاں ہوئیں۔ بنارس' ہاں مجھے بنارس چلنا چاہیے۔ میرا ایک دوست بنارس میں رہتا تھا۔ مجھے اپنی شکتی سے محسوس ہوا کہ میرا دوست کسی پریشانی میں مبتلا ہے چنانچہ میں نے بنارس جانے کا ارادہ کر لیا۔ میں چلتا رہا اور جب دیوی کا استھان میری نظروں سے اوجھل ہو گیا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی' میں بنارس جانے والی سڑک پر کھڑا تھا۔ دور

سے مجھے مندروں کے کلس نظر آرہے تھے۔ میرے بیروں نے مجھے بنارس پہنچا دیا تھا۔ شکتی کے اس اظہار پر میرا سینہ فخر سے تن گیا۔ جلد ہی میں بنارس کی ایک پر رونق شاہراہ پر موجود تھا۔ میرا دل یہ سوچ کر خوشی سے جھوم اٹھا کہ اب میں سچ مچ مہان شکتی کا مالک بن چکا ہوں اور اب میرا موہن لال سے ٹکرانا زیادہ دشوار نہ ہوگا۔ طاقت کا نشہ اور ایسی طاقت کا جو غیر معمولی نوعیت کی ہو' کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ میں اس وقت سرشار تھا۔ بدمست تھا اور میری حالت اس قلندر کی سی تھی جو دنیا کو حقیر سمجھتا ہے۔ میں سڑک پر رینگتے ہوئے انسانوں کو حقیر سمجھ رہا تھا۔ میں ان سب سے بلند ہوں۔ سب سے عظیم ہوں۔ ایک لمحے کے لیے میں اپنی طاقت سے ان انسانوں کو حیرت زدہ کر سکتا ہوں۔ طاقت! سچ پوچھیے تو اس لذت کا اظہار مشکل ہے جو میں بنارس کی اس سڑک پر محسوس کر رہا تھا۔

جس سڑک پر میں اس وقت موجود تھا' وہ میری جانی پہچانی تھی۔ یوں تو۔۔۔ والد صاحب (مرحوم) کے ساتھ میں نے قریب قریب پورے ہندوستان کا چکر لگایا تھا لیکن بنارس میں میرا زیادہ وقت گزرا تھا اس لیے یہاں کے گلی کوچوں سے بخوبی واقف تھا۔ بنارس میں میرے بے شمار دوست بھی رہتے تھے جن میں ہندو بھی تھے اور مسلمان بھی۔

کچھ دیر تک میں خاموش کھڑا وہاں کے ہنگاموں کو دیکھتا رہا پھر اپنے ایک پرانے دوست جواد علی خان کے گھر کی طرف چل دیا جو زیادہ دور نہیں تھا۔ جواد علی خان نہ صرف یہ میرے خاص دوستوں میں تھا بلکہ وہ بھی میرے ساتھ ہی محکمہ جنگلات میں ملازم ہوا تھا۔ اس کے اور ہمارے گھر کے تعلقات بھی خاصے دیرینہ تھے۔ میں نے سوچا تھا کہ ایک دو روز اس کے ہاں گزار کر فوراً ہی سونا گھاٹ کے پجاری کی

طرف روانہ ہو جاؤں گا۔

دیوی کے استھان پر جب میں نے بنارس کے بارے میں سوچا تھا تو مجھے پتا چلا تھا کہ میرا دوست کسی پریشانی میں مبتلا ہے۔ مجھے اپنی طاقت سے اس امر کا پتا چل چکا تھا کہ کون کہاں کس عالم میں ہے۔ تاہم ایک عجیب بات یہ تھی کہ میں نے اپنی اس شکتی سے سونا گھاٹ کے پجاری کے بارے میں جب جاننے کی کوشش کی تو مجھے کوئی واضح جواب نہ مل سکا۔ اب یہی صورت رہ گئی تھی کہ میں سونا گھاٹ سے قریب ہوں اور بنارس پہنچ کر حکمت عملی سے سونا گھاٹ کے پجاری کو سر کرنے کا منصوبہ بناؤں۔ مجھے یقین تھا کہ سونا گھاٹ کے پجاری نے اپنی شکتی سے پہلے ہی اس کا توڑ کر لیا ہوگا کہ میں اس کے موجودہ محل وقوع کا پتا نہ چلا سکوں۔

جواد کے گھر پہنچ کر میں نے اسے آوازیں دیں تو بائیس تئیس سال کا

ایک خوب صورت لڑکا باہر نکلا جس کے چہرے سے پریشانی کے تاثرات عیاں تھے۔

''فرمائیے۔'' اس نے جس انداز میں مجھے مخاطب کیا اس سے بھی یہی ظاہر ہوتا تھا وہ بہت پریشان ہے۔

''مجھے جو جواد علی خان سے ملنا ہے۔'' میں نے بڑی شگفتہ آواز میں کہا۔

''وہ اس وقت گھر پر نہیں ہیں۔'' لڑکے نے تیزی سے جواب دیا پھر واپسی کے ارادے سے پلٹا ہی تھا کہ میں نے اسے روکتے ہوئے کہا۔

''میاں صاحب زادے' ذرا سننا۔''

لڑکا جھلائے ہوئے انداز میں میری طرف دوبارہ متوجہ ہوا تو میں نے جلدی سے کہا۔

''تم نے مجھے یہ نہیں بتایا کہ جواد صاحب کہاں گئے ہیں اور کب تک واپس آئیں گے؟''

''وہ کچھ کہہ کر نہیں گئے لیکن میں اتنا ضرور بتا سکتا ہوں کہ ان کی واپسی میں زیادہ دیر نہیں ہوگی۔ آپ چاہیں تو رک کر انتظار کر لیں۔''

''جواد سے تمہارا رشتہ ہے؟'' میں نے پوچھ ہی لیا اس لیے کہ وہ میرے لیے قطعی اجنبی تھا۔

''وہ میرے بہنوئی ہوتے ہیں۔''

''اوہ۔'' میں نے مسکرا کر جواب دیا'' پھر سنجیدگی سے پوچھا'' گھر پر تو سب خیریت ہے۔''

''آپا کی حالت بہت زیادہ خراب ہے۔'' لڑکے نے رندھی ہوئی آواز میں کہا'' میں آج ہی الہٰ آباد سے یہاں پہنچا ہوں۔''

''جواد غالباً ڈاکٹر کو لینے گیا ہوگا۔'' میں نے جلدی سے دریافت کیا تو

لڑکے کی آنکھیں بھر آئیں۔ وہ ڈبڈبائی ہوئی نظروں سے مجھے دیکھ کر بولا۔

''ڈاکٹر اور حکیم آپا کی طرف سے ناامید ہو کر جواب دے چکے ہیں۔ دولہا بھائی اب کسی پیر صاحب کو بلانے گئے ہیں۔''

''بیماری کیا ہے تمہاری آپا کو۔'' میں نے دبی زبان میں پوچھا اور سوچنے لگا کہ میں صحیح وقت پر پہنچا ہوں۔

''دولہا بھائی آجائیں تو آپ ان ہی سے تفصیل دریافت کیجئے گا۔'' لڑکے نے کہا پھر قبل اس کے کہ میں اسے روکتا وہ بجلی کی طرح گھوما اور لپک کر اندر چلا گیا۔''

''اگر میں عام حالات میں جواد کے گھر آیا ہوتا تو ممکن تھا کہ اس کی غیر موجودگی کی اطلاع پا کر واپس چلا گیا ہوتا لیکن اب جبکہ مجھے اس کی بیوی کی بیماری کا علم ہو چکا تھا میرا وہاں سے چلا جانا مناسب نہیں

تھا۔ اس کے مکان کے باہر کھڑا اس کا انتظار کرتا رہا مگر مجھے زیادہ دیر تک انتظار کی زحمت نہیں اٹھانی پڑی۔ پانچ سات منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ ایک کار میرے قریب آ کر رکی جس میں سے جواد پہلے نیچے اترا پھر ایک لمبی داڑھی والے پیر صاحب برآمد ہوئے جنہوں نے اپنے ہاتھ میں ایک لمبی تسبیح پکڑ رکھی تھی۔ صورت شکل سے وہ کچھ بھی نظر آتا ہو لیکن میں نے پہلی ہی نظر۔۔۔ میں بھانپ لیا کہ وہ پیر ویر کچھ نہیں بلکہ رنگا سیار ہے لیکن اس وقت میرا بولنا چونکہ مناسب نہیں تھا اس لیے میں خاموش رہا۔ جواد جلدی چونکہ مناسب نہیں تھا اس لیے میں خاموش رہا۔ جواد جلدی میں تھا اور پریشان تھا۔ وہ میری طرف توجہ نہ دے سکا لیکن جب میں خود ہی آگے بڑھ کر اس کے سامنے آ گیا تو اس کی آنکھوں میں تھمے ہوئے آنسو ابل پڑے۔

''افضل بیگ تم۔'' اس نے بے اختیار مجھے گلے لگا لیا اور پھوٹ

پھوٹ کر رونے لگا۔

''مجھے تمہارے سالے سے بھابی کی بیماری کی اطلاع مل چکی ہے۔''

میں نے جلدی سے کہا'' گھبراؤ نہیں' ہمت سے کام لو۔ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔''

''تم آئے کب؟''

''پہلے اندر چل کر بھابی کی خبر لو۔ باقی باتیں بعد میں اطمینان سے ہوں گی۔''

'' آگے کا واقعہ خاصا دلچسپ ہے اس لیے میں اسے بیان کر رہا ہوں میں نے ایک بار انہی صفحات میں عرض کیا تھا کہ میں نے بہت سے دلچسپ واقعات کو طوالت کی وجہ سے حذف کر دیا ہے۔ جہاں تک مجھے یاد ہے میں نے اس قسم کے دو چار واقعات ہی بیان کئے ہیں' سارا زور سر گزشت پر دیا ہے۔ حالانکہ دلچسپ واقعات کی ایک

مہر ست ہے جو بیان کی جائے تو یہ سلسلہ ختم ہونے کا نام نہیں لے گا۔

جواد مجھے اور پیر صاحب کو لے کر اندر گیا۔ جواد کی بیوی چونکہ مجھ سے پردہ نہیں کرتی تھی اس لیے میں اس کے کمرے میں چلا گیا جہاں وہ ایک بستر پر مردوں جیسے انداز میں آنکھیں بند کئے چپ پڑی تھی۔ مجھے اس کی یہ حالت دیکھ کر بڑا دکھ ہوا۔ کبھی وہ ایک اچھی خاصی پر کشش شخصیت کی حامل تھی لیکن اب ہڈیوں کا پنجر نظر آتی تھی۔ میں چپ چاپ کھڑا اسے دیکھتا رہا۔

پیر صاحب جو خاص طور پر اس علاج کے لیے آئے تھے' آگے بڑھ کر اسے دیکھتے رہے اور تسبیح کے دانوں پر الٹے سیدھے ہاتھ چلاتے رہے۔ جواد اور اس کا جوان سالا دونوں پیر صاحب کو ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے تھے لیکن میں چونکہ اس رنگے سیار کی اصلیت سے واقف ہو چکا تھا اس لیے دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا اور بڑی توجہ اسے دیکھ رہا تھا

جو کبھی آنکھیں پھاڑ کر چھت کو گھورنے لگتا اور کبھی داڑھی پر ہاتھ مار کر ہونٹ ہلانے لگا تھا۔

کوئی دس بارہ منٹ تک وہ اسی قسم کی شعبدہ بازی کرتا رہا اور جواد کی طرف لال پیلی آنکھیں گھما کر بولا۔

''میاں، تم نے مجھے بلانے میں بہت دیر کر دی، بات بہت آگے بڑھ چکی ہے۔

''آپ نے کیا اندازہ لگایا تھا پیر صاحب۔'' جواد نے بڑے ادب سے پوچھا۔

''سحر موٹا تازہ۔'' پیر ڈراؤنی آواز میں بولا ''تمہارے کسی دشمن نے اس عورت پر سحر کر دیا ہے۔ جس کا اتارنا معمولی بات نہیں ہے۔''

''اب آپ ہی کوئی تدارک کریں قبلہ محترم۔'' جواد نے رو دینے والے لہجے میں کہا ''میں تو بالکل مایوس ہو چکا ہوں۔''

''گھبراؤ مت میاں۔ خدا اگر چاہے تو مردے میں بھی جان ڈال سکتا ہے۔'' پیر صاحب گھسے پٹے جملے بولتے رہے پھر انہوں نے دوبارہ جواد کی بیوی کو گھورنا شروع کر دیا۔ کچھ دیر تک گھورتے رہے پھر جواد سے بولے ''تمہارا شبہ کس پر ہے۔''

''کس سلسلے میں۔'' جواد نے پوچھا۔

''میں اس شخص کا نام جانتا ہوں جس نے تمہاری بیوی پر سحر کیا ہے۔''

''مجھے تو کسی پر بھی شبہ نہیں ہے۔''

''سوچنے کی کوشش کرو میاں۔'' پیر صاحب نے جلالی انداز میں سر کو دو چار جھٹکے دیتے ہوئے کہا ''میں اس پاپی کو بھی سزا دینا چاہتا ہوں جس نے تمہاری بیوی کو اس مصیبت سے دوچار کیا ہے۔''

''میری عقل تو کام نہیں کر رہی ہے۔'' جواد نے کہا ''آپ اس پاپی کو چھوڑیں پیر صاحب۔ ان کا کوئی علاج کریں۔''

''تمہاری مرضی۔'' پیر صاحب نے بڑے غصیلے لہجے میں جواب دیا پھر بولے'' مجھے اس سحر کو توڑنے کے لیے بڑی جدوجہد کرنی ہوگی۔ کم از کم سات روز تک مزار پر بیٹھ کر وظیفہ پڑھنا ہوگا۔''

''میں بڑی امیدوں سے آپکو ساتھ لایا ہوں قبلہ۔ خدا کے لیے میری بیوی کو اس سحر سے نجات دلا دیجئے۔''

''حق اللہ۔'' لمبی داڑھی والے پیر مرد نے ایک زور کا نعرہ بلند کیا پھر بولا۔'' میاں لمبی چوڑی رقمیں وصول کرنا میرے نزدیک گناہ کبیرہ سے کم نہیں لیکن کچھ چیزوں کا بندوبست تمہیں البتہ کرنا ہوگا۔''

''آپ حکم دیجئے قبلہ۔ جو آپ چاہیں گے' میں فراہم کردوں گا۔''

''خدا تمہیں اپنی امان میں رکھے۔'' پیر نے داڑھی پر ہاتھ پھیر کر کہا ''تمہیں گہرے سبز رنگ کی ایک ساری چاندی کے ایک کٹورے اور سوا سیر کھانڈ کا بندوبست کرنا ہوگا۔ بولو ہو سکتا ہے یہ انتظام۔''

’’آپ ان چیزوں کا کیا کریں گے جناب۔‘‘ میں چپ نہ رہ سکا۔
’’اللہ کے بھید صرف اللہ جانتا ہے۔‘‘ پیر صاحب نے مجھے گھورتے ہوئے کہا ’’یہ تمام چیزیں غربا اور مسکینوں میں اللہ کے نام پر خیرات کر دی جائیں گی۔‘‘
’’جہاں تک کھانڈ کا تعلق ہے تو وہ ٹھیک ہے لیکن گہرے سبز رنگ کی ساری اور چاندی کے کٹورے کا حضرت کیا بنے گا۔‘‘ میں نے پیر صاحب سے نیاز مندی سے پوچھا۔
’’تم کون ہو جی ان باتوں دخل دینے والے۔‘‘ داڑھی والے رنگے سیارے اس بار اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے مجھے گھور کر مرعوب کرنا چاہا۔
’’کہیں ایسا تو نہیں ہے بڑے صاحب کہ سبز رنگ کی ساڑی کی فرمائش آپ سے کسی نے کی ہو۔‘‘ میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ پیر

صاحب چراغ پا ہو کر رہ گئے۔ چہرے پر جلالی کیفیت طاری ہو گئی' غراتے ہوئے بولے۔

''نابکار' تو میرے اوپر الزام لگاتا ہے۔ جہنم کا کندن بنے گا کیا۔''

جواد اور اس کے نوجوان سالے کو میری دخل اندازی گراں گزری تھی۔ میں ان دونوں کے چہروں کے تاثرات دیکھ چکا تھا اس لیے اب مجھے یکلخت سنجیدہ ہو جانا پڑا۔ قبل اس کے کہ جواد یا اس کا سالا مجھ سے کچھ کہتا میں نے کینچلی بدل کر خشک لہجے میں اس رنگے سیار کو مخاطب کیا

''مولوی جی' بوریا بستر اسنبھالو اور یہاں سے چلتے بنو' زیادہ باتیں نہ کرو۔ مجھے تاؤ نہ دلاؤ۔''

''افضل بیگ' خدا کے لیے خاموش رہو۔'' جواد نے مجھے روکنا چاہا مگر مجھے بھی جلال آ گیا تھا اس لیے میں نے اس کی کہی ان کہی سنی کرتے ہوئے براہ راست پیر کو مخاطب کیا۔

''یہ شعبدے بازی کہیں اور جا کر دکھاؤ مولوی جی۔ میرے دوست پر تمہارا جادو نہیں چل سکے گا۔''

''اپنی گندی زبان بند رکھ بانجار۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری زبان سے تیرے لیے کوئی بددعا نکل جائے۔'' پیر صاحب نے باقاعدہ کپکپانا شروع کر دیا تھا۔

''افضل بیگ' خدا کے لیے تم درمیان میں نہ بولو۔'' جواد نے مجھے دوبارہ روکنا چاہا لیکن میں طے کر چکا تھا کہ اس رنگے سیار کو ضرور سزا دوں چنانچہ میں نے کڑک کر کہا۔

''مولوی مجھ سے نہیں چلے گی تمہاری یہ بازی گری اور اگر سچ مچ تم کوئی پہنچے ہوئے بزرگ ہو تو اس کا امتحان ابھی لے لیا جاتا ہے۔''

اتنا کہہ کر میں نے نفرت سے اسے گھورا ہی تھا کہ میرے بیروں نے میری مرضی کے مطابق اسے اٹھا کر اتنی زوردار پٹخنی دی کہ وہ بے چارا

بلبلا کر رہ گیا اور کراہنے لگا۔

جواد اور اس کا نوجوان سالا مولوی جی کی مدد کو آگے بڑھے لیکن پھر جو کچھ ہوا اس نے ان دونوں کو بھی خوف زدہ انداز میں رک جانے پر مجبور کر دیا۔ دونوں ہی حیرت سے آنکھیں پھاڑے مولوی کو دیکھ رہے تھے۔ جس کی داڑھی اچانک غائب ہو چکی تھی بلکہ اس پر کوڑھ کے دھبے بھی نظر آ رہے تھے۔

''رحم کرو' خدا کے لیے رحم کرو۔'' پیر صاحب نے گڑگڑاتے ہوئے مجھ سے کہا ''میں قسم کھاتا ہوں کہ اب کبھی کسی کے ساتھ دغا اور فریب نہیں کروں گا۔''

''خیریت چاہتے ہو تو دفع ہو جاؤ۔ نہیں تو میں تمہیں ایسا کشٹ دوں گا کہ سارا جیون یاد رکھو گے۔'' میں اپنے اصلی روپ میں آتا جا رہا تھا۔

جواب میں نقلی پیر نے مجھے سہمی ہوئی نظروں سے دیکھا پھر اٹھا اور سر

پر پاؤں رکھ کر ایسا بھاگا کہ پھر اس کی کوئی اطلاع نہ ملی۔

جواد اور اس کا نوجوان سالا دونوں مجھے حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ نقلی پیر کے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک کمرے میں مکمل خاموشی طاری رہی پھر جواد نے میرے قریب آتے ہوئے کہا۔

''افضل بیگ' کیا سچ مچ یہ تم تھے جس نے پیر کو۔۔۔''

''جواد۔'' میں اپنے دوست کی بات کاٹتے ہوئے بولا ''کیا تم فوری طور پر کسی بکرے کا خون فراہم کر سکتے ہو۔''

''بکرے کا خون۔'' جواد نے بدستور حیرت سے پوچھا ''اس وقت تم بکرے کا خون کیا کرو گے۔''

''بحث بعد میں کر لینا۔ فی الحال جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو۔''

''لیکن بکرے کا خون کہاں مل سکے گا۔''

''چلو جانے دو۔'' میں نے بستر پر پڑی ہوئی عورت کو بغور دیکھتے

ہوئے کہا پھر جواد سے کہا ''کیا تم لوگ کچھ دیر کے لے باہر جاؤ گے۔''

''کیوں۔''

''میں بھابی صاحبہ کو دیکھنا چاہتا ہوں۔'' میں جلدی سے بولا ''گھبراؤ نہیں' سب ٹھیک ہو جائے گا۔ بس زیادہ سے زیادہ تم لوگوں کو پندرہ منٹ کی زحمت ہو گی۔''

جواد نے مجھ سے مرعوب نظر آ رہا تھا ایک لمحے کے لیے میرے چہرے کو بغور دیکھا پھر اپنے سالے کو لے کر باہر چلا گیا۔ کمرے میں اب میں تھا یا جواد کی بیمار بیوی جو بدستور آنکھیں بند کئے بے سدھ پڑی تھی جواد کے باہر جاتے ہی میں نے آنکھیں بند کیں اور ایک خاص منتر کا جاپ کرنے لگا۔ ابھی مجھے جاپ کرتے ہوئے بمشکل چار پانچ منٹ ہی گزرے تھے کہ میرے منتر کے موکل نے مجھے جواد کی بیوی کی

بیماری کا سبب بتا دیا چنانچہ میں اسی وقت جواد کو اندر بلا کر کہا۔

''بھابی صاحبہ کو فوری طور پر دوسرے کمرے میں پہنچا دو۔''

''کیا اس کمرے میں کوئی خاص بات ہے۔'' جواد نے تعجب سے پوچھا۔

''وقت ضائع مت کرو۔ جو کچھ میں کہتا ہوں اس پر فوراً عمل کرو۔''

جواد نے پھر مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ وہ اس وقت بڑی الجھنوں سے دوچار ہے لیکن بہر حال اس نے میرے کہنے پر اپنے سالے کے ساتھ مل کر اپنی بیوی کو برابر والے کمرے میں منتقل کر دیا دوبارہ جب وہ میرے پاس آیا تو میں نے سرگوشی سے کہا۔

''اب فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔ کل صبح تک تمہاری بیوی کی حالت بہتر ہو جائے گی اور دو چار دنوں میں وہ بالکل بھلی چنگی ہو جائے گی۔ اچھا ہوا کہ میں ٹھیک وقت پر آ گیا۔''

''مگر یہ سب کیا اسرار ہے۔''

''کسی دشمن نے تمہاری بیوی پر جادو کر دیا تھا۔ اگر تمہیں میری بات کا یقین نہیں آتا تو جس مسہری پر وہ ابھی لیٹی تھی اسے جھاڑ کر دیکھو۔ وہ تعویز مل جائے گا جو فریم کے نیچے دبا ہوا ہے۔''

جواد نے اپنا اطمینان کرنے کے لیے جب میرے کہنے پر عمل کیا تو اسے موم جامہ کیا ہوا ایک چھوٹا سا تعویذ مل گیا جو لکڑی کے فریم کے نیچے چپکا ہوا تھا میں نے اسی وقت وہ تعویذ کھول کر جواد کو دکھایا پھر اسے آگ میں جلا دیا۔

''کیا اب اس تعویذ کے اثرات ختم ہو جائیں گے؟''

''نہیں اس کے لیے مجھے رات میں ایک کام اور کرنا ہوگا۔ بہر حال تم اطمینان رکھو۔ کل صبح تک بھابی جان کی حالت پہلے سے بہت بہتر ہو جائے گی۔''

جواد کچھ دیر تک مجھ سے بات کرنے کے بعد بیوی کے کمرے میں چلا گیا۔اس کے سالے نے جو مجھ سے جواد کے مقابلے میں کچھ زیادہ ہی مرعوب نظر آرہا تھا' میرے لیے باہر کی بیٹھک ٹھیک کردی پھر میرے کھانے کا انتظام کیا گیا لیکن میں نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔رات میں جواد نے مجھ سے طویل گفتگو کرنا چاہی لیکن میں نے اسے ٹال دیا حالانکہ میں اس سے سونا گھاٹ کے بارے میں تفصیل سے دریافت کرنا چاہتا تھا اور خاص طور پر یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا وہاں کے پرانے مندر میں موہن لال کا صندلی تابوت اب بھی موجود ہے یا نہیں۔دوسری صورت میں موہن لال کو تلاش کرنا' میرے لیے یقیناً دشوار ہوتا۔بہر حال میں نے اس رات جواد کو اس لیے ٹال دیا کہ میں اس کی بیوی کے لیے ایک خاص منتر کا جاپ کرنا چاہتا تھا تاکہ جادو کے مہلک اثرات ختم ہو سکیں۔میرے منتر کے موکل نے

مجھے یہی بتایا تھا کہ جواد کے سسرالی عزیز داروں میں سے ایک صاحب نے جو اس کی بیوی سے شادی کرنا چاہتے تھے لیکن اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے' اپنا انتقام لینے کی خاطر اس پر ایسا جادو کرایا تھا کہ وہ جانبر نہ ہو سکے لیکن میرے بروقت وہاں پہنچ جانے سے تعویذ اپنا کام پورا نہ کر سکا۔

غرض اس روز تمام رات میں پاربتی دیوی کا بتایا ہوا ایک خاص منتر پڑھتا رہا جس کا اثر میری مرضی کے عین مطابق ہوا اس لیے دوسری صبح جب میں نے جواد کی بیوی کو دیکھا تو پہلے کے مقابلے میں بہت زیادہ بہتر نظر آ رہی تھی۔ جواد اور اس کا نوجوان سالا دونوں ہی بار بار حیرت سے مجھے دیکھ رہے تھے۔

دوپہر میں جب جواد میرے کمرے میں آیا تو میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اب تمہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے رات بھر جو کچھ کیا تھا اس کے بعد اب آئندہ کوئی جادو ٹونا تمہاری بیوی پر کوئی اثر نہ کر سکے گا۔''

''مگر تم نے یہ سب کچھ کہاں سے سیکھا اور اتنے دنوں تک کہاں غائب رہے۔ یہ سب کچھ تو بہت حیرت انگیز ہے افضل بیگ۔''

''لمبی کہانی ہے پھر کبھی تفصیل سے سناؤں گا۔'' میں نے جواد کو ٹالنا چاہا لیکن جب اس نے کسی طرح میرا پیچھا نہ چھوڑا اور برابر اصرار کرتا رہا تو میں نے اسے مختصر سب کچھ بتا دیا لیکن پاربتی دیوی کا ذکر دیدہ دانستہ نظر انداز کر گیا۔ جواد بڑی حیرت سے میرا چہرا تکتا رہا پھر جب میں نے اپنی کہانی ختم کر لی تو بولا۔

''گویا تم اب افضل بیگ سے کرشن کمار بن گئے ہو؟''

''ہاں حالات کا چکر کچھ ایسا ہی تھا کہ میں مجبور ہو گیا۔''

’’مگر کیا تم نے اپنا مذہب بھی بدل لیا ہے؟‘‘

’’دھرم کی باتیں چھوڑو میرے دوست۔‘‘ میں نے اسے ٹالتے ہوئے کہا ’’میں تمہارے پاس ایک خاص مقصد سے آیا ہوں۔‘‘

’’وہ کیا؟‘‘

’’مجھے سونا گھاٹ کے پر اسرار پجاری کے بارے میں یہ معلوم کرنا ہے کہ کیا اس کا تابوت اب بھی سونا گھاٹ میں موجود ہے یا نہیں۔ تم دفتر کے لوگوں سے بہ آسانی معلوم کر سکتے ہو لیکن ایک بات کا خیال رکھنا میں یہ نہیں چاہتا کہ فی الحال کسی کو میرے بارے میں معلوم ہو۔‘‘

’’میں خود بھی تمہارا تذکرہ کسی سے نہیں کروں گا۔‘‘ جواد نے سنجیدگی سے کہا ’’ویسے تمہیں یہ سن کر ضرور ہنسی آئے گی کہ دفتر میں تمہارے بارے میں یہی خبر اڑی ہوئی ہے کہ تم مر چکے ہو اور تمہاری موت کا سبب وہی موہن لال جس کا تذکرہ تم نے ابھی کیا تھا۔‘‘

''میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ لوگ یہی سمجھتے رہیں کہ افضل بیگ مر چکا ہے۔''

''کیوں؟ کیا اس میں بھی کوئی خاص مصلحت ہے۔''

''ہاں۔'' میں نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا ''میں نہیں چاہتا کہ اس موذی موہن لال کو میرے بارے میں کچھ معلوم ہو۔''

''مگر تم نے ابھی کہا تھا کہ وہ حیرت انگیز قوتوں کا مالک ہے۔''

''ہاں' میں نے غلط نہیں کہا تھا لیکن اب میرے اندر بھی اتنی شکتی ہے کہ میں اس کا مقابلہ کر سکتا ہوں اور جب تک میں اسے ٹھکانے نہ لگا لوں گا آرام سے نہیں بیٹھوں گا۔''

''لیکن کیا تم اپنے علم سے یہ پتا نہیں چلا سکتے کہ وہ کہاں ہے۔''

''ہاں' اس لیے کہ سونا گھاٹ کے پجاری نے غالباً اس کا پہلے ہی سے انتظام کر لیا ہے مگر میں اسے تلاش کر لوں گا۔''

''میں پہلی فرصت میں سونا گھاٹ کے لیے روانہ ہو جانا چاہتا ہوں۔''

''لیکن میں تمہیں اتنی جلدی نہ جانے دوں گا۔'' جواد نے کہا ''اب اتنے دنوں بعد ملے ہو تو کچھ دنوں تمہیں یہاں رہنا ہوگا۔''

''سونا گھاٹ میں آج کل کون تعینات ہے۔'' میں نے جواد کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

''تمہاری گمشدگی کی وجہ سے چرن پال کو وہاں بھیجا گیا تھا۔ ابھی تک وہ وہیں لگا ہوا ہے۔''

''چرن پال سے تمہارے تعلقات کیسے ہیں؟''

''اچھے خاصے ہیں کیوں۔''

''میں چاہتا ہوں کہ تم کل ہی چرن پال کو ایک خط لکھ دو۔'' میں نے سنجیدگی سے کہا ''کسی طرح اس سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ کیا پرانے مندر میں اب بھی موہن لال کا تابوت موجود ہے یا

نہیں۔"

"میں آج ہی اسے خط لکھ دیتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ تم میری مرضی کے بغیر یہاں سے بھاگنے کی کوشش نہیں کرو گے۔"

"اس سلسلے میں مجھے مجبور مت کرو۔" میں پہلو بدل کر بولا "موہن لال سے نپٹنے کے لیے میرے پاس محض تین دن کی مہلت ہے۔ اگر اس عرصے میں، میں نے اسے نیچا نہ دیکھایا تو پھر اس سے مقابلہ کرنا میرے لیے زیادہ دشوار ہو جائے گا۔

"کیوں؟"

"ہے کوئی ایسی خاص بات جو میں تمہیں فی الحال نہیں بتا سکتا۔"

جواد کے سالے کے آ جانے سے گفتگو کا سلسلہ آگے نہ بڑھ سکا۔

بہر حال جواد نے اسی روز چرن پال کو میرے کہنے کے مطابق خط لکھ دیا تھا۔

تین روز تک جواد اور اس کے سالے نے دل کھول کر میرے آؤ بھگت کی۔ جواد کی بیوی کی حالت بھی حیرت انگیز طور پر ٹھیک ہوتی جا رہی تھی۔ اب اس نے تھوڑا بہت چلنا پھرنا شروع کر دیا تھا۔ اس کی صحت بھی ٹھیک ہوتی جا رہی تھی۔ چوتھے روز چرن پال کی طرف سے جواد کے خط کا جواب آ گیا۔ چرن پال نے اپنے جواب میں تحریر کیا تھا کہ پرانے مندر میں آج کل کسی کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔ مندر کے نئے پجاری اوم پرکاش نے اس سلسلے میں بڑی سختی شروع کر دی ہے۔ آخر میں اس نے لکھا تھا کہ موہن لال کے صندلی تابوت کے بارے میں ذاتی طور پر اسے کچھ نہیں معلوم لیکن سونا گھاٹ کے عوام اب بھی اس کے نام سے خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ باقی باتیں جو اس نے تحریر کی تھیں اس سے میرا کوئی تعلق نہیں تھا۔

میرا اب بنارس میں رکنا فضول تھا چنانچہ میں نے کسی نہ کسی طرح جواد

سے روانگی کی اجازت حاصل کرلی۔ اسی روز میں نے بازار جا کر اپنے لیے کچھ ضروری چیزیں خریدیں اور گھر واپس آکر اپنا سامان باندھ لیا۔ گاڑی کی روانگی شام کی تھی۔ اس لیے میں دن بھر آرام سے سویا۔ شام کو پانچ بجے جواد نے مجھے جگایا۔ گاڑی کا وقت سات بجے کا تھا اس لیے میں ایک گھنٹے تک جواد اور اسکی بیوی سے باتوں میں مصروف رہا پھر سواری منگا کر اسٹیشن کے لیے روانہ ہوگیا۔ جواد نے میرے ساتھ جانا چاہا لیکن میں نے مصلحتاً اسے ساتھ نہیں لیا۔ بات چونکہ معقول تھی اس لیے جواد نے میرے ہمراہ جانے پر اصرار نہیں کیا اور بڑی گرمجوشی سے رخصت کیا۔

اصل بات یہ ہے کہ شیو جی مہاراج کے لیے اپنا جاپ مکمل کر لینے کے بعد اب مجھے پورا وشواس تھا کہ اس بار میں موہن لال کے مقابلے میں بہ آسانی کامیاب ہو جاؤں گا پھر بھی میں نے یہی مناسب سمجھا کہ

موہن لال پر اس طرح اچانک اور بھرپور وار کیا جائے کہ اس موذی کو سنبھلنے کا موقع نہ ملے۔ مجھے چونکہ اس بات کا مطلق علم نہیں تھا کہ موہن لال اس وقت کہاں ہوگا اس لیے میں سونا گھاٹ ہی سے اس کی تلاش شروع کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ کسی حد تک مجھے اس بات کی قوی امید تھی کہ سونا گھاٹ کا پراسرار پجاری اب بھی اپنی اسی کمین گاہ (صندلی تابوت) میں موجود ہوگا۔ جہاں پرانے مندر میں میرا اور اس کا پہلی بار آمنا سامنا ہوا تھا۔ اسٹیشن پہنچ کر میں نے ٹکٹ خریدا اور گاڑی آنے کا انتظار کرنے لگا۔

میرا مختصر سامان جو ایک چرمی اٹیچی کیس اور بستر پر مشتمل تھا۔ پلیٹ فارم پر رکھا ہوا تھا اور میں وقت گزاری کی خاطر اس کے آس پاس ہی ٹہل رہا تھا۔ گاڑی آنے میں میرے حساب سے بیس منٹ باقی تھے جب ایک قلی نے مجھے بتایا کہ جس گاڑی کا مجھے انتظار ہے وہ پورے

دو گھنٹے لیٹ ہے۔قلی کی زبانی گاڑی لیٹ ہونے کا سن کر جس قدر غصہ مجھے آیا' وہ میرا دل ہی جانتا ہے۔ بہر حال اب میں اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا کہ وہ دو گھنٹے کسی نہ کسی طرح گزارے جائیں میں نے اپنا سامان اٹھایا اور دوسرے درجے کے ویٹنگ روم کی طرف چل دیا لیکن جیسے ہی میں نے اپنا قدم ویٹنگ روم میں رکھا' میں یوں اچھل پڑا جیسے کسی بچھو نے مجھے ڈنگ مار دیا ہو۔

میری نظر جس شخص پر پڑی وہ موہن لال تھا۔سونا گھاٹ کا پراسرار پجاری جو ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھا مجھے بڑی معنی خیز نظروں سے یوں گھور رہا تھا جیسے وہاں میری آمد اس کے لیے غیر متوقع نہ ہو،موہن لال سے میری ملاقات اس قدر اچانک اور خلافِ توقع تھی مجھے اس کا وہم وگمان بھی نہ تھا چنانچہ ایک لمحے کے لیے میں گڑبڑا کر رہ گیا اور اسے حیرت بھری نظروں سے گھورنے لگا۔

''کیا دیکھ رہے ہو کرشن کمار' کیا پہچانا نہیں مجھے۔''

''ت۔۔تم۔''میں نے چونکتے ہوئے کہا۔

''ہاں'میں موہن لال۔''موہن لال نے زیرلب مسکرا کر کہا میں نے بھی اعتماد سے جواب دیا۔

''موہن لال'میں تمہاری تلاش میں ہی جا رہا تھا۔چلو اچھا ہوا تم خود میرے پاس پہنچ گئے۔''

''اچھا۔''موہن لال نے بڑی بے پراوئی سے جواب دیا پھر بڑی نیازی سے بولا''ایسی کیا بات ہے کرشن کمار؟تم اس سے مجھے کچھ بیاکل نظر آتے ہو۔کوئی بپتا تو نہیں آن پڑی تم پر۔''

''بپتا کس پر پڑے گی یہ تو آنے والا سمے تمہیں خود بتائے گا۔''میں نے اٹیچی کیس اور بستر ایک طرف رکھا پھر تن کر کھڑا ہو گیا۔

''کسی لمبے سفر پر جا رہے ہو۔کیوں افضل بیگ۔''موہن لال نے

میری بات کو بڑی خوب صورتی سے نظر انداز کر دیا۔

''میں نے کہا،'میں تمہیں تلاش کرنے کے لیے بے چین تھا۔''

''اسی کارن تو میں اس سمے خود تمہارے سامنے آ گیا۔''

سونا گھاٹ کے پجاری نے بڑے اطمینان سے جواب دیا پھر منہ بنا کر بولا''آخر تمہارا گرو جو ہوں۔''

''اب باتوں میں اڑانے کا سمے نکل گیا'موہن لال۔''میں نے قدرے تیز ہو کر کہا''وہ سمے بیت گیا جب میں تمہاری آ گیا کے سامنے بے بس ہو گیا تھا۔''

''اچھا سمے بیت گیا۔مہاراج اب کیا خیال ہے تمہارا اپنے بارے میں۔''موہن لال کے لہجے میں بڑا اعتماد اور طنز تھا۔میں اس لہجے کی کاٹ کی تاب نہ لا سکا اور بھڑک کر بولا۔

''اب۔۔اب بات دوسری ہے۔کڑی تپسیا کے بعد اب میں بھی

مہان شکتی کا مالک ہوگیا ہوں۔''

''مجھے پتا ہے کرشن کمار کہ تم نے شیو جی مہاراج کے لیے جاپ پورا کرلیا ہے۔ پرنتو اس بات سے کیا فرق پڑتا ہے۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم اپنے گرو سے زیادہ شکتی پوروک ہو گئے ہو۔''

''اس دھیان کو اب اپنی بدھی (دماغ) سے نکال دو موہن لال۔''

میں نے نفرت سے کہا ''کبھی کبھی چیونٹی بھی ہاتھی کی موت کا کارن بن جاتی ہے۔''

''کرشن کمار۔'' سونا گھاٹ کا پجاری بگڑے ہوئے تیور سے بولا ''جانتے ہو تم اس سمے کس کا اپمان (بے عزتی) کررہے ہو۔''

''ایک مہان پجاری کا جو اپنی شکتی سے مظلوموں کی زندگی عذاب بنا دیتا ہے۔''

''سمجھا' دیوی نے بہت زیادہ منہ لگالیا ہے تمہیں۔'' موہن لال نے

زہر خند لہجے میں بولا۔

''اپنی اپنی قسمت کی بات ہے موہن لال۔''میں گردن اکڑا کر بولا۔

''اوہ۔۔دیوی کے چرنوں میں رہ کر تمہیں بولنا بھی آ گیا ہے۔''

''مجھے اب بہت کچھ اور بھی آ گیا ہے موہن لال۔ مجھے اپنی پیاس بجھانی اور بھوک مٹانی آ گئی ہے۔''

''مہاراج۔''موہن لال نے بڑی کینہ توز نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا''آخر میں نے ایسا کون سا گھور پاپ کیا ہے جس کے کارن تم مجھے کشٹ دینا چاہتے ہو۔''

''پاپ موہن لال تم نے کون سا ظلم چھوڑ دیا ہے۔تم سونا گھاٹ کے غریب اور مظلوم لوگوں کی عزت سے نہ جانے کب سے کھیل رہے ہو۔تم نے دیوی کی دان کی ہوئی شکتی سے کتنے لوگوں کا دل دکھایا ہے میں تمہیں زیر کرنے کے ارادے سے سونا گھاٹ میں داخل ہوا تھا۔

میں ارادے کا پکا' اپنی بات کا ضدی آدمی ہوں۔ تم نے میرے ساتھ جو زیادتیاں کی ہیں' وہ کبھی نہیں بھول سکتا۔ موہن لال مجھے تم سے نفرت ہے۔ شدید نفرت۔۔۔ اور میرے دل میں تمہارے خلاف ایک لاوا کھول رہا ہے۔ میں تمہیں اب نہیں چھوڑوں گا۔ اگر تم مرد ہو تو مقابلے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ پر یہ یاد رکھو آج میرے سر پر خون سوار ہے۔''

موہن لال نے یہ غضب ناک گفتگو پورے اطمینان سے سنی اور مسکرا کر بولا۔

''کیا شما کرنے کا کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ کرشن کمار مہاراج۔''

موہن لال نے میرا مضحکہ اڑاتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا۔

''ہے ایک راستہ۔'' میں نے سینہ تان کر جواب دیا ''تم میرے چرن چھوؤ اور پاربتی دیوی کی سوگند کھا کر مجھے وچن دو کہ آج کے بعد سے

میرے سامنے تمہاری حیثیت ویسی ہی ہوگی جیسی مالکوں کے سامنے غلاموں کی ہوتی ہے۔ آج کے بعد تم سونا گھاٹ کے پراسرار پجاری کا روپ دھار کر من مانی نہیں کرو گے۔"

"چپ کیوں ہو موہن لال' کیا تمہیں یہ راستہ پسند نہیں آیا۔ ہاں اس میں سونا گھاٹ کے مہان پجاری کا اپمان اوش ہے۔"

"کرشن کمار۔" موہن لال غصے سے اپنا نچلا ہونٹ چباتے ہوئے کرخت آواز میں بولا "مہان دیوی کا خیال ہے جس کے کارن میں اس سمے چپ ہوں۔ پرنتو اتنا یاد رکھنا کہ میں تمہاری یہ باتیں بھولوں گا نہیں۔ وہ سمے دور نہیں جب تم میرے سامنے ہاتھ باندھ کر اپنے جیون کی بھکشا مانگو گے۔"

"آج کیا بات ہے۔ سونا گھاٹ کا بلوان پجاری آج کیوں جھجک رہا ہے۔"

''میں تمہاری آشا ضرور پوری کر دیتا۔ پرنتو میں نے دیوی کو وچن دیا ہے کہ جب تک وہ شیو جی مہاراج کی چرن پوجا سے واپس نہیں آجاتی تم پر کوئی وار نہیں کروں گا۔'' موہن لال نے تلملا کر جواب دیا۔ غصے کے مارے اس کا چہرہ بھبھوکا ہوا جا رہا تھا۔

''ہو سکتا ہے کہ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ پر کیا تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گے کہ جب تم نے دیوی کو وچن دے رکھا تھا تو پھر اس سے تم یہاں کیا لینے آئے تھے۔''

''مورکھ، میں تجھے یہ بتانے آیا تھا کہ تو نے دیوی کا کہا ٹال کر اس کے پوتر استھان کو چھوڑ کر اچھا نہیں کیا۔''

''کیا پاربتی سے تمہارا کوئی خاص سمبندھ ہے موہن لال جو تم اتنی سی بات پر بیاکل ہو گئے۔''

''ہاں، دیوی کا اور میرا وہی سمبندھ ہے جو ایک پجاری اور دیوتا کا ہوتا

ہے۔“

”مجھے یاد ہے موہن لال۔“ میں نے موہن لال کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا ”ایک بار تم نے کہا تھا کہ دیوی اور دیوتا پاپ اور پن کے چکروں سے آزاد ہوتے ہیں۔“

”پاپی! اپنی زبان کو لگام دے۔“ موہن لال اس قدر۔۔۔ کڑک دار لہجے میں بولا کہ اس کے گلے کی نسیں تک ابھر آئیں۔

”سچی باتیں بری لگ گئیں مگر تمہیں یہ باتیں شوبھا نہیں دیتیں۔ تم تو شکتی کی زبان میں باتیں کرنے کے عادی ہو۔“

”کرشن کمار موہن لال چوٹ کھائے ہوئے آدم خور درندے کی مانند تڑپ کر بولا ”دیوی کے پریم نے تجھے بہت سر چڑھا دیا ہے۔ میں شیو جی مہاراج کی سوگند کھاتا ہوں کہ تجھے ایسا شراپ دوں گا کہ دھرتی تک لرز اٹھے گی۔“

''وہ شبھ گھڑی کب آئے گی پجاری مہاراج۔''میں بے اختیار مسکرا دیا۔

موہن لال کی کسمپرسی اور بے بسی دیکھ کر مجھے مزا آ رہا تھا۔ اپنے طور پر میں ابھی تک یہی سمجھ رہا تھا کہ اب اس میں مجھ سے پاربتی دیوی کی آڑ لے کر میرے عتاب سے بچنے کی کوشش کر رہا ہے لیکن میں فیصلہ کر چکا تھا کہ اب اسے بچنے کا موقع نہیں دوں گا اور اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اسے یوں تڑپا تڑپا کر اور سسکا سسکا کر ماروں گا اس کی گندی آتما بھی سدا بے چین رہے گی۔

''دیوی کو شیو جی مہاراج کی چرن پوجا سے لوٹ آنے دو پھر میں تمہیں دیکھوں گا کہ تمہارے اندر کتنی شکتی ہے۔''موہن لال ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔

''موہن لال' کیا مجھے اتنا ہی مورکھ سمجھ رہے ہو کہ میں تم جیسے پاپی کی

اس سے شما کر دوں گا تا کہ تم پاربتی کے چرن پوجا سے واپس آنے پر اس کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے مجھے نیچا دکھانے کی کوشش کرو۔ اگر تمہارے اندر سچ مچ بلوانوں جیسی مہان شکتی موجود ہے تو اس سے مقابلے سے کتراتے کیوں رہے ہو۔ آج کی بات کل پر کیوں چھوڑتے ہو۔''

''اس کا کارن میں تجھے بتا چکا ہوں۔'' موہن لال غصے سے کانپ اٹھا

''سمجھا۔'' میں نے بدستور سونا گھاٹ کے پجاری کو حقارت بھری نگاہوں سے گھورتے ہوئے کہا۔ ''میں چھل کپٹ کی ان باتوں سے نفرت کرتا ہوں۔''

''مورکھ تو نے ابھی تک یہ نہیں پوچھا کہ میں اس سے یہاں کس کارن آیا ہوں۔''

''کس کارن آئے ہو موہن لال مہاراج وہ بھی بتا دو مگر یاد رکھو تمہاری

مکتی کا یہ راستہ بند ہو گیا ہے۔''

''میں تجھے دیوی کے استھان پر واپس لے جانے کے لیے آیا ہوں''

''اچھا۔'' میں نے اس بار موہن لال کے لہجے کی نقل اتارتے ہوئے جواب دیا پھر مسکرا کر بولا'' کیا زبردستی مجھے اپنے ساتھ لے جا رہے ہو۔ اپنی شکتی کے زور سے۔''

''ہاں۔۔ یہ دیوی کی آگیا ہے اور دیوی کی آگیا کا پالن کرنا' میرا دھرم ہے۔''

''دھرم۔'' میں نے زہر میں بجھے لہجے میں کہا'' یہ شبد تمہاری گندی زبان سے کچھ اچھا نہیں لگتا موہن لال۔''

''موہن لال نے اس بار میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے اس کی تلملاہٹ دیکھ کر بے حد لطف آ رہا تھا اس لیے کہ یہ وہی موہن لال تھا جس نے مجھے اپنے اشاروں پر ناچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ مجھ پر طرح

طرح کے ظلم ڈھائے تھے اور شدید اذیتوں سے دوچار کیا تھا۔ اس موذی نے مجھے اپنا دھرم بدلنے پر مجبور کیا تھا اور میری بے بسی کا مذاق اڑایا تھا اور پھر اس نے نرملا پجارن کے ذریعے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی تھی۔

نرملا پجارن کا تصور جاگا میرے من میں ہوک سی اٹھنے لگی۔ گو کہ نرملا نے میرے پریم کا اپمان کیا تھا اور مجھے دھوکا دے کر وہ موہن لال کے چیلے ارجن مہاراج کے ساتھ رنگ رلیاں مناتی رہی تھی پھر بھی وہ سچ مچ بڑی سندر تھی مگر اس کی سندرتا کا جادو اپنا اثر نہ کرتا تو شاید میں آج کرشن کمار بننے کے بجائے افضل بیگ ہی کی حیثیت سے کسی قبر میں دفن ہوتا لیکن نرملا کی سندرتا نے مجھے اپنے خوب صورت اور حسین جال میں پھانس کر میرے ارمانوں کو گدگدایا تھا اور زندہ رہنے پر اکسایا تھا۔

میں ابھی نرملا کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ موہن لال کی گمبھیر آواز سن کر چونک اٹھا۔

"کس وچار میں ہو تم افضل بیگ۔ کوئی بہت گہری بات سوچ رہے ہو شاید کسی کی یاد آ رہی ہے۔"

میرے لیے اب یہ چونکا دینے والی بات نہیں تھی کہ موہن لال نے میرے من کا بھید کیسے جان لیا۔ میں نے کہا "افضل بیگ نہیں کرشن کمار مہاراج کہو۔"

"شما کرو مہاراج۔" موہن لال معنی خیز انداز میں مسکرایا "میں تو بھول ہی گیا تھا کہ تم اب مہان شکتی کے مالک بن چکے ہو۔"

"کیا تمھیں کوئی شک ہے۔ اگر ایسا ہے تو اپنی چنتا دور کر لو۔"

بلوانوں پر شبہ کرنا گھور پاپ ہے کرشن کمار۔ پرنتو تم اپنی شکتی کے زور سے کسی مردے میں جان ڈال سکتے ہو۔"

''اپنی بات کرو موہن لال۔'' میں نے تیزی سے کہا'' گڑے مردے اکھاڑنے سے تمہیں کچھ حاصل نہ ہوگا۔''

''مورکھ۔ تم پھر بالکوں جیسی باتیں کر رہے ہو۔'' موہن لال نے کہا پھر یکلخت سنجیدہ ہو کر بولا'' کرشن کمار میں نے تم سے کہا تھا نا کہ ناری کا چکر برا ہوتا ہے۔ گرو کی بات بھول گئے۔''

''کون سے گرو کی بات کرتے ہو موہن لال۔'' میں نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

''میں اسی گرو کی بات کر رہا ہوں کرشن کمار جس نے تمہارے دھرم کو ایک ناری کی سندرتا کی بھینٹ چڑھا دیا تھا۔ نرملا۔ نرملا پجاری تو یاد ہو گی تمہیں۔''

''مگر تم یہ کیوں بھول رہے ہو موہن لال کہ میں نرملا کو کشٹ دے کر اس کی سندرتا کو خاک میں ملا دیا تھا۔'' میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا

''اگر تم مہان شکتی کے مالک ہوتے تو کم از کم اس پجارن کی سندرتا کو بچانے کا کوئی نہ کوئی اپائے ضرور کرتے۔''

''وہ پجارن تمہیں اس سے بہت یاد آ رہی ہے کیوں کرشن کمار۔''

موہن لال نے اپنے روایتی تیوروں سے جواب دیا۔

پھر قبل اس کے کہ میں کوئی جواب دیتا' موہن لال نے اپنا الٹا پاؤں زور سے فرش پر مارا۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے پورے ویٹنگ روم میں نرم بادلوں کی طرح دھواں پھیل گیا۔ مجھے موہن لال کا چہرہ بھی دکھائی نہ دیتا تھا۔ ایک پل کے لیے میں گھبرا گیا۔ مجھے یہ خیال ہوا کہ اب موہن لال مجھے جل دے کر بھاگنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ میں نے اسے ڈھیل دے کر غالباً حماقت کی تھی لیکن میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ دھوئیں کے بادل جس تیزی سے نمودار ہوئے تھے' اسی تیزی سے غائب ہو گئے اور پھر جو کچھ میری نظروں نے دیکھا' اسے دیکھ کر

میں گنگ رہ گیا۔

ویٹنگ روم میں اب میرے اور سونا گھاٹ کے پجاری کے علاوہ نرملا پجارن بھی موجود تھی۔ وہی نرملا پجارن جس کے پریم نے مجھے دیوانہ بنا رکھا تھا۔ اس سے میری نظروں کے سامنے موجود تھی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب میں کے ارجن کی کٹی میں اسے غلط حال میں دیکھا تھا تو ایک منتر کے ذریعے اس کے سندر چہرے کو اتنا بھیانک بنا دیا تھا کہ خود مجھے بھی اس کی مکروہ صورت دیکھنے کی ہمت نہ ہوئی تھی لیکن وہی نرملا پجارن اس وقت اندر دیوتا کے اکھاڑے کی کوئی اپسرا (حور) نظر آ رہی تھی۔ ہلکے تربوزی رنگ کی ساری نے اس کے شریر کو جوالا مکھی بنا رکھا تھا' ایسا جوالا مکھی جسے دیکھ کر ایک بار پہلے بھی میرے قدم ڈگمگا گئے تھے۔ میں اس سے بھی حیرت سے آنکھیں پھاڑے نرملا کو گھور رہا تھا کہ موہن لال نے مجھے متوجہ کرتے ہوئے کہا۔

''کیوں کرشن کمار مہاراج۔ پہچانا اپنی اس پجارن کو۔''

''ہاں یہ نرملا ہے۔'' میں نے چونکتے ہوئے جواب دیا ''پرنتو تم نے اس سے اس کو یہاں کیوں بلایا ہے۔''

''مورکھ' تم نے اب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ سونا گھاٹ کا پجاری کیا کر سکتا ہے۔ تم نے ہمیشہ میری شکتی کا غلط اندازہ لگایا۔ کچھ اور بدھی کو ٹھکانے لگانا چاہتے ہو تو وہ بھی کہو۔ میری مانو تو زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ اب بہت ہو چکا۔ میں تمہیں اور نہیں بتاؤں گا کہ تم کیا ہو' اتنا ہی کافی ہے کہ کل تک میری آگیا کے انوسار نرملا ایک داسی کے روپ میں تمہارا دل بہلاتی تھی۔ اب یہ تم پر حکم چلائے گی اور تم اس کی آگیا کا پالن کرو گے۔'' سونا گھاٹ کا پجاری سخت لہجے میں بولا۔

''نرملا پر بڑا گھمنڈ ہے تمہیں۔ تم اپنی پرانی ترکیبوں سے مجھے مرعوب کرنا چاہتے ہو۔ پر تم یہ بھول گئے ہو موہن لال۔'' میں نے غصے سے

کہا ''میں اسی سے نرملا کو جلا کر بھسم کر دینے کی شکتی رکھتا ہوں۔''

''تم ایسا نہیں کر سکو گے مورکھ۔'' دیوی کا استھان چھوڑ کر تم نے جو بھول کی ہے اس نے تمہاری شکتی بھی واپس لے لی ہے۔'' موہن لال کرخت لہجے میں بولا ''چھوٹے موٹے منتر کی دوسری بات ہے پرنتو تم کسی کو زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔''

''اچھا تو لو بچاؤ نرملا کو۔'' میں نے نفرت سے موہن لال کو گھورتے ہوئے کہا پھر ایک منتر جاپ کر کے نرملا کی طرف پھونک ماری لیکن ٹھیک اسی وقت وہی خوشبو کا جھونکا ویٹنگ روم میں آیا جو پاربتی کے قریب سے پھوٹتی تھی۔

میں نے دیکھا کہ میرے منتر کا نرملا پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ وہ اسی محبوبانہ انداز میں کھڑی مسکراتی رہی تھی۔

''دوسرا وار کرو کرشن کمار۔'' موہن لال مسکرا کر بولا ''مگر اتنا یاد رکھو کہ

دیوی اگر تم سے روٹھ گئی تو تم سارا جیون تڑپ تڑپ کر گزارو گے۔"
اپنا منتر بیکار دیکھ کر میں ششدر رہ گیا۔ موہن لال نے جو کچھ مجھ سے کہا تھا وہ یقیناً ٹھیک تھا لیکن اس موذی کی موجودگی میں میں اپنی شکست آسانی سے تسلیم کرنے پر بھلا کیسے تیار ہو جاتا۔ چنانچہ میں نے دوسرا منتر پڑھ کر نرملا کی طرف پھونکا مگر اس بار بھی خوشبو کا وہی جھونکا آڑے آ گیا۔ میں نے دو چار وار کئے لیکن ہر بار دیوی کے شریر کی خوشبو میرے منتر کو روک دیتی۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ پاربتی نے تو مجھ سے یہی کہا تھا کہ وہ شیو جی مہاراج کی چرن پوجا کے لیے جا رہی ہے اور چالیس دن تک واپس نہیں آ سکے گی پھر یہ سب کیا تھا؟
میں ابھی اس راز پر غور کر ہی رہا تھا کہ موہن لال بولا "کرشن کمار اب بھی سمے ہے تم میرا کہا مان لو اور پاربتی کے استھان واپس لوٹ جاؤ۔

ہوسکتا ہے کہ دیوی تم پر دیا کر کے اور تمہاری شکتی تمہیں واپس دان کر دے۔''

میں نے موہن لال کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور غصے کی حالت میں خاموش کھڑا ہونٹ کاٹتا رہا۔ پاربتی کے حکم سے منہ موڑ کر مجھ سے یقیناً بھول ہوئی تھی۔

''تمہارے لیے اب یہی ایک اوپائے ہے کہ تم دیوی کی واپسی پر اس کے چرن چھو کر بھکشا مانگو۔'' موہن لال نے مجھے خاموش دیکھ کر کہا مگر میں نے اس بار بھی اس موذی کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

''مورکھ اب کیا سوچ رہا ہے' موہن لال نے کرخت آواز میں کہا ''کرشن کمار تو بہت بدنصیب ہے دیوتاؤں کے بیچ میں پڑتا ہے۔ دیوتاؤں پر شک کرتا ہے۔ تیرا من ابھی تک کالا ہے۔ تو نے دیوتاؤں کے ساتھ رہ کر کچھ پراپت نہیں کیا۔ تو بالک ہی رہا۔ دیوتا کتنے مہان

ہوتے ہیں' یہ تو نے نہیں جانا۔ وہ جو چیز دان کرتے ہیں' اسے واپس بھی لے سکتے ہیں۔ تو نے جو کچھ پراپت (حاصل) کیا تھا وہ تو کھو بیٹھا تو نے دیوی کو ناراض کیا ہے۔ دیوی جوامر ہے اور اس کے سامنے تیری ذات ایک کیڑے سے کم ہے' کیا تو یہ بھول گیا کہ دیوی نے تیرے اوپر کرپا کی تھی اور تجھے مہان شکتی کا مالک بنایا تھا۔ پوجا کر اس دیوی کی جس کے کارن میں چپ ہوں' نہیں تو اس سے تجھے جلا کر راکھ کر دیتا اور پھر پوچھتا کہ بلوان کون ہے۔"

"تو جھوٹ کہتا ہے۔" میں نے شدید غصے میں کہا "میں نے ابھی اپنی اس شکتی کو اپنے ایک دوست کے ہاں آزمایا ہے۔ میں دیوی کے استھان سے بیروں کے ساتھ آیا تھا۔"

"مورکھ یہ دیوی کی اچھا پر ہے کہ وہ تیری کون سی خواہش پوری کرتی ہے اور کس جگہ تیری شکتی تجھ سے چھین لیتی ہے تو نے ابھی نہیں دیکھا

کہ نرملا پر تیرا ابروار بے کار گیا۔ تو نے دیوتاؤں کو نہیں پہچانا۔ کرشن کمار تو نے ہر موقع پر بالکوں کی طرح ہٹ دھرمی کی ہے۔ دیوتاؤں کے سامنے منش کی ہٹ ہاتھی کے سامنے چیونٹی کی ہٹ کے برابر ہے وہی منش دیوتاؤں کی نظروں میں چڑھتا ہے' جو خود کو بھول کر دیوتاؤں کو یاد کرتا ہے جو دیوتاؤں میں رہ کر خود کو نہیں بھولا۔"

مجھے موہن لال کے یہ جملے اس قدر گراں گزرے کہ میں سب کچھ بھول کر اچھل کر اس سے لپٹ گیا لیکن دوسرے ہی لمحے موہن لال نے ایک جھٹکے میں مجھے یوں دور اچھال دیا جیسے میں اس کے سامنے کوئی بچہ ہوں پھر وہ نرملا پجارن کو مخاطب کر کے بڑی حقارت بھری آواز میں بولا۔

"نرملا' میں تجھے پاربتی کے شبھ نام پر حکم دیتا ہوں کہ تو اس مورکھ کو اپنے قابو میں کر کے اسے دیوی کے استھان واپس لے جا اور جب دیوی

واپس نہ آ جائے اسے اپنی کڑی نگرانی میں رکھ۔"

"ایسا ہی ہوگا مہاراج۔" نرملا نے قدرے جھجکتے ہوئے کہا" دیوی کی سیوا کرنا میرا دھرم ہے۔"

"پرنتو اتنا یاد رکھنا کہ اگر یہ تیرے قبضے سے نکل بھاگا تو دیوی تجھے کبھی شما نہیں کرے گی۔"

"داسی سے ایسی غلطی نہیں ہوگی مہاراج۔" نرملا نے سہمے ہوئے لہجے میں جلدی سے کہا۔

"اگر تو نے کوئی بھول کی تو ہنومان کی شکتی بھی تجھے دیوی کے کشٹ سے نہیں بچا سکتی۔"

"تمہاری کرپا ہے مہاراج جو تم اس داسی پر مہربان ہو۔" نرملا نے پجاریوں جیسے انداز میں سر خم کرتے ہوئے جواب دیا۔

"میرا کام پورا ہوا۔ اب میں جاتا ہوں۔" موہن لال نے نرملا سے

کہا پھر جاتے جاتے مجھے گھور کر بولا ''کرشن کمار، تم نے آج جو باتیں مجھ سے کی ہیں انہیں بھولنا نہیں۔ میں ایک دن ضرور تم کو بتاؤں گا کہ مہان شکتی کسے کہتے ہیں۔''

پھر اس سے پہلے کہ میں کوئی جواب دیتا۔ موہن لال چھو منتر ہو گیا۔ ویٹنگ روم میں اب صرف میں اور نرملا پجارن رہ گئے تھے۔ میں دم بخود کھڑا نرملا کو دیکھ رہا تھا۔ میری توقع کے خلاف جو کچھ اس وقت پیش آیا تھا اس نے میری عقل خبط کر دی تھی۔ اس احساس نے میرا دماغ ماؤف کر دیا تھا کہ آج تک میں نے سونا گھاٹ کے پراسرار پجاری سے اپنا انتقام لینے کی خاطر جو تکلیفیں اٹھائی تھیں اور مصیبتیں جھیلی تھیں، وہ ساری کی ساری بیکار ہو گئیں اور اب میرے پاس سوائے اس کے کوئی اور چارہ نہیں تھا کہ میں ایک شکست خوردہ شخص کی طرح نرملا کے ساتھ دیوی کے استھان پر جاؤں۔ زندگی میں اتنے

کرب ناک لمحے مجھ پر نہیں گزرے تھے۔ میں بڑے خلفشار میں مبتلا تھا۔ تو یہ سب جھوٹ تھا۔ سب دھوکا تھا۔ میں نے جو کچھ حاصل کیا تھا کیا واقعی اسے کھو دیا' میں شروع سے اب تک اپنی تمام تپسیا' تمام ریاض کا جائزہ لے رہا تھا میرا دل بیٹھا جا رہا تھا اور میرے اعصاب اب بری طرح مضمحل ہو گئے تھے۔ میں سونا گھاٹ کے پجاری کو کبھی زیر نہ کر سکوں گا۔ وہ کوئی اوتار ہے یا دیوتاؤں کا اس پر خاص کرم ہے ۔پہلی بار مجھے یہ زندگی بوجھل محسوس ہو رہی تھی۔ پہلی بار مجھے احساس ہو رہا تھا کہ مجھ سے بہت۔۔۔ غلطیاں سرزد ہو گئی ہیں۔ میں تو اب دیوی دیوتاؤں کا معمول بن کر رہ گیا ہوں۔ میری اپنی انا اور میری ذات کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

موہن لال کے جانے کے بعد کچھ دیر تک ویٹنگ روم میں موت کی سی خاموشی طاری رہی پھر نرملا بڑے پروقار انداز میں چلتی ہوئی میرے

قریب آئی اور بڑی مترنم آواز میں بولی۔

''مہاراج، اب کیا وچار ہے تمہارا؟''

﴿آگے جاری ہے﴾

''میں دیوی کے استھان پر واپس جانے کو تیار ہوں۔''

میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''سنو کرشن کمار مہاراج۔ تمہارے من میں اگر کوئی کھوٹ ہے تو اسے نکال پھینکو ورنہ دیوی کا کشٹ تمہارا جیون نشٹ کر دے گا۔''

''تم مجھے نصیحت کرنے لگی ہو۔'' میں نے اسے گھور کر دیکھا۔

''کیسی باتیں کرتے ہو کرشن کمار۔'' نرملا نے بڑی لگاوٹ سے کہا

''میں اب بھی تمہاری داسی بن کر جیون گزارنے کو تیار ہوں پرنتو میں جانتی ہوں کہ تمہارے من میں اس سمے کیا ہے۔''

''کیا ہے میرے من میں۔'' میں نے نرملا کو گھورا تو وہ مسکرا کر بولی۔

''ناراض مت ہو کرشن کمار مہاراج۔ استری جب کسی سے پریم کرتی ہے تو وہ اپنے پریمی کے ہردے کی ایک ایک دھڑکن کا راز سمجھنے لگتی ہیں۔''

''پریم۔''میں زہر خند لہجے میں بولا''جس سے میں نے تم کوکشٹ دیا تھااس سے تم ارجن کے ساتھ پریم ہی کررہی تھی شاید۔''

''وہ پریم نہیں۔سیوا تھی۔''

''دور ہو جاؤ میری نظروں کے سامنے سے۔''میں نے غصے سے کہا ''مجھے تمہارے پریم کی ضرورت نہیں ہے۔''

''بہت زیادہ ناراض ہو اپنی نرملا سے' کیوں مہاراج۔''

نرملا نے بے تکلفی سے میرے قریب آتے ہوئے کہا تو میں جھلا کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا اور کڑک کر بولا۔

''پاپن' دور رہ۔میرے شریر کو چھونے کی کوشش مت کرنا۔''

''موہن لال جی مہاراج نے ٹھیک ہی کہا تھا۔تم سچ مچ مورکھ ہی ہو۔''

نرملا نے بڑی ڈھٹائی سے خوب صورت ہونٹوں پر ایک دل آویز مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے جواب دیا۔

میرے سینے میں اس وقت نفرت کا شدید طوفان جوش مار رہا تھا۔ اگر کوئی دوسرا موقع ہوتا تو میں نرملا کے حسن سے ایک بار پھر متاثر ہو جاتا لیکن اس وقت میرے ذہن میں ایک ہی خیال کلبلا رہا تھا کہ اب آئندہ مجھے اپنی زندگی کس نہج پر گزارنی چاہیے۔ میں از سر نو تمام حالات کا جائزہ لے رہا تھا اور کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے نرملا پر نفرت بھری نظر ڈالی اور آگے بڑھ کر اپنا چرمی اٹیچی کیس اور بستر اٹھانے لگا۔

''کہاں جا رہے ہو کرشن کمار مہاراج۔'' نرملا نے سنجیدگی سے مجھے مخاطب کیا۔

''میں پاربتی دیوی کے استھان پر واپس جا رہا ہوں۔''

''اس کے لیے تمہیں چنتا کرنے کی کیا ضرورت ہے میں جو ہوں تمہارے ساتھ اور پھر تم نے سن بھی لیا ہے کہ موہن لال جی

مہاراج۔۔۔''

''نرکھ میں ڈالو موہن لال کو۔''میں نے نرملا کا جملہ درمیان سے اچکتے ہوئے نفرت سے کہا''بتاؤ کہ مجھے اب کیا کرنا ہے۔''

''تمہیں دیوتاؤں کو پرسن کرنا ہے۔دیوتا تم سے روٹھ گئے ہیں'وہ دیوتا جن کی شکتیوں کے بارے میں تم کچھ نہیں جانتے۔میں تمہیں وہاں لے چلتی ہوں۔''

''میں اس وقت اپنے قابو میں نہیں ہوں۔نرملا بہتر ہوگا کہ تم اس سے دیوتاؤں کی باتیں نہ کرو۔مجھے بتاؤ کہ ہم کس طرح دیوی کے استھان پر چلیں۔''میں نے بہت بے رخی سے نرملا کو مخاطب کیا۔

''دیوی کا استھان ہر دے کے قریب ہوتا ہے۔دیوی ہر جگہ مل جاتی ہے۔جہاں ہر دے ہے اور ہر دے میں دیوی کو پانے کی اچھا۔دیوی وہاں موجود ہے۔آؤ میرے ساتھ چلو''وہ ایک ادا کے ساتھ اٹھی۔

اسٹیشن پر بہت سے لوگوں نے حسین وجمیل نرملا اور مجھ کو دیکھا۔ ہم پلیٹ فارم سے باہر آ گئے اور ایک سڑک پر چلنے لگے۔ نرملا نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں نے راستے میں اس سے کوئی بات نہیں کی۔ کوئی تین گھنٹے بعد شہر کی عمارتیں اوجھل ہو گئیں اور وہی ہوا کہ دور سے مجھے دیوی کا استھان نظر آ گیا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا بنارس شہر کا میلوں تک پتا نہیں تھا۔ پر اب میں ان باتوں اور تماشوں کا عادی ہو گیا تھا چنانچہ میں اس پر غور کیے بغیر آگے بڑھتا گیا۔ بے دلی کے ساتھ مایوسی اور احساس شکست کے ساتھ۔

نرملا نے میرے ہاتھ کو دبایا تو میں چونکا۔

''دیوی کا استھان آ گیا ہے۔''

''مجھے معلوم ہے۔'' میں نے نرملا کے گداز لہجے پر کوئی توجہ نہیں دی۔ ہم آگے بڑھتے گئے۔ میں نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ رکھے تھے۔

نرملا کا قریب مجھے ناگوار گزر رہا تھا۔ سب کچھ بے رنگ نظر آ رہا تھا۔ میں صرف ایک ہی بات سوچ رہا تھا کہ پاربتی دیوی چرن پوجا سے واپس آنے کے بعد میرے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے۔ پاربتی نیکی، سندرتا اور عظمت و قوت کی دیوی جو سونا گھاٹ کے پراسرار پجاری کے مطابق مجھ سے ناراض ہو گئی تھی۔

اب میرے پاس اب اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ میں خود کو حالات کے سپرد کردوں میں مجہول انداز میں پاربتی کے محل میں داخل ہو گیا۔ پاربتی کا عظیم محل، دیوی دیوتاؤں کا مسکن، بڑے بڑے مجسموں اور دیو ہیکل دیواروں کی عمارت، سنگ مرمر سے تراشے ہوئے بت دیواروں پر نصب، دور تک عمارتوں کے سلسلے۔ دودھ میں نہائی ہوئی عمارتوں کی بستی۔ یہ جگہ دیوتاؤں کی عظمت و جلال کا مظہر تھی۔ ایک وقت تھا جب میں اس مقدس جگہ بڑی آرزوؤں اور امنگوں کے ساتھ داخل

ہوا تھا لیکن اب میرے حالت قطعی مختلف تھی۔ مجھے یہ سارا ماحول اجنبی لگ رہا تھا۔ مجھے یہ سب جادوگروں کی کوئی پراسرار بستی معلوم ہو رہی تھی۔ یہ محل اب مجھے قید خانہ معلوم ہوتا تھا۔ نرملا کی نظریں جیلر کی حیثیت رکھتی تھیں اور پاربتی دیوی مجھے کسی سخت مطلق العنان آمر کی طرح محسوس ہو رہی تھی۔

جن حالات سے مجبور ہو کر مجھے پاربتی دیوی کے استھان پر واپس آنا پڑا تھا۔ انہوں نے مجھے بے حد دل برداشتہ کر دیا تھا۔ موہن لال سے انتقام لینے کا خواب جو میں نے دیکھا تھا' وہ شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا۔

نرملا پجارن جو کل تک میری داسی تھی اب میرے اوپر بطور محافظ مسلط کی گئی تھی۔ گنیش دیوتا جو پاربتی کے پوترا ستھان سے میرے رخصت ہوتے وقت تک اپنی سونڈ ہلا ہلا کر ہر سے میری آؤ بھگت کرتے تھے ان کی نگاہوں میں بھی اب میرے لیے طنزیہ ہنسی تھی' میری حیثیت

ریگستان میں بھٹکے ہوئے اس مسافر کی طرح تھی جو پانی کی ایک بوند کی امید میں نخلستان کی طرف لپکتا ہے لیکن پھر تھک ہار کر نڈھال ہو جاتا ہے۔ کہ وہاں سراب ہی سراب ہوتا ہے۔

غرض جس وقت میں ملول و مجہول پاربتی دیوی کے محل میں داخل ہوا' اس وقت میری کیفیت اس جواری جیسی تھی جو ایک ہی داؤں میں سب کچھ ہار جاتا تھا جن نظروں سے گنیش دیوتا نے مجھے خوش آمدید کہا تھا ان میں تضحیک کا پہلو نمایاں تھا لیکن میں تڑپ اٹھا اس میں قصور کسی اور کا نہیں' خود میرا تھا۔ میں نے پاربتی کا کہا ٹال کر سخت حماقت کی تھی۔ ان گنت صفات رکھنے والی پاربتی دیوی پر شبہ کر کے میں نے بڑی نادانی کی تھی' اس کی سزا اب میرا مقدر تھی۔

میرا سب کچھ مجھ سے چھن گیا تھا۔ میں ایک بار پھر کرشن کمار مہاراج سے صرف کرشن کمار بن کر رہ گیا تھا۔ میری پراسرار شکتی جو میں نے

ہزاروں کٹھنائیاں جھیل کر حاصل کی تھی، مجھ سے چھین لی گئی تھیں۔ میں جو کل تک گردن اکڑ کر چلنے کا عادی تھا' آج گردن جھکانے پر مجبور ہو گیا تھا۔ انسان کل تک میرے نزدیک حقیر کیڑے مکوڑوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے مگر آج میں خود حقیر ہو کر رہ گیا تھا۔ حقیر اور بے بس۔

میں نے پاربتی کے محل میں داخل ہوتے ہوئے سوچا تھا کہ دیکھیں اب وہاں میری کس طرح پذیرائی ہوتی ہے اور وہاں پاربتی دیوی کے چرن پوجا سے واپس آنے تک میری حیثیت اس محل میں قیدی جیسی ہو گی لیکن جب نرملا مجھے اپنے ساتھ لیے اسی خوب صورت کمرے میں داخل ہوئی جو پاربتی نے میرے لیے مخصوص کیا تھا تو میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ میرے دل کی دھڑکنیں ہر لحظہ تیز ہوتی جا رہی تھیں۔

''پدھارو مہاراج۔'' نرملا نے سواگت کرنے والے انداز میں مجھے مخاطب کیا تو میری آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے اسے گھور کر کہا۔

''نرملا' تمہیں ادھیکار ہے۔ جتنا چاہو مذاق اڑالو پرنتو یہ نہ بھولو کہ سمے سدا ایک سمان نہیں رہتا۔''

''کیسی باتیں کرتے ہو مہاراج۔'' نرملا اچانک سنجیدہ ہو کر بولی ''کیا داسی سے کوئی بھول ہوگئی جو تم روٹھ گئے۔''

''بھول تو مجھ سے ہوئی تھی جس کی سزا مجھے مل رہی ہے۔'' میں نے اسے نفرت سے گھورتے ہوئے کہا ''پرنتو مجھے وشواس ہے کہ وہ سمے دور نہیں جب کل تمہیں آج کے لیے پچھتانا ہوگا۔''

''پرنتو مہاراج' آخر میرا دوش کیا ہے۔'' نرملا نے اپنی دراز پلکیں حیرت زدہ انداز میں جھپکتے ہوئے پوچھا تو میں دل مسوس کر رہ گیا۔

میرا اندازہ تھا کہ میں حسین ناگن جو پنڈتوں اور پجاریوں کی گود کی شوبھا بننا بھی اپنا دھرم سمجھتی تھی اور ان کے من بہلانے کو سیوا سمجھتی تھی، اس وقت میری بے بسی سے کیا فائدہ اٹھا رہی ہے چنانچہ میں نے اسے حقارت سے گھورا پھر اپنا منہ دوسری سمت پھیر لیا۔ میرا سینہ اس وقت بے بسی اور بے چارگی کے احساس سے پھٹا جا رہا تھا۔

''مہاراج۔'' نرملا بدستور اپنے خوب صورت چہرے پر سنجیدگی بکھیرے میرے قریب آئی اور داسیوں جیسے لہجے میں بولی ''اگر پجارن سے کوئی بھول ہوگئی ہے تو اسے شما کردو۔ میں تمہارے چرن چھوتی ہوں۔''

نرملا میرے قدموں کو ہاتھ لگانے کے لیے جھکی تو میرا خون کھول اٹھا لیکن کچھ کہنے کے بجائے میں تیزی سے دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ یہ وہی نرملا پجارن تھی جس کے حسین جال میں پھنس کر میں اپنا دھرم

بدلنے پر مجبور ہو گیا اور اس کے پریم میں سب کچھ بھلا بیٹھا تھا لیکن اس وقت وہی نرملا پجارن مجھے مکروفریب کا خوفناک پتلا نظر آ رہی تھی۔

میں پیچھے ہٹا تو نرملا کے چہرے پر اداسی پھیل گئی۔ اس کی حسین آنکھوں کے گوشے نم ہونے لگے۔ اس کی اس وارفتگی کو میں قطعی مصنوعی سمجھ رہا تھا اگر میرے بس میں ہوتا اور پاربتی کے استھان کے بجائے اس وقت میں کسی دوسری جگہ ہوتا تو شاید میں نرملا کے جسم کی بوٹیاں اڑا دیتا لیکن اب میں کر بھی کیا سکتا تھا۔

کچھ دیر تک خاموشی طاری رہی پھر نرملا سر جھکائے دوبارہ میرے سامنے آ کر بولی۔

"کرشن کمار مہاراج۔ یہ مہان دیوی کا پوتر استھان ہے جہاں کوئی پجاری یا سیوک جھوٹ بولنے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ سب ہی دیوی

کے کشٹ سے کانپتے ہیں پرنتو میں جانتی ہوں کہ اس سے تمہارے ہردے میں کیا ہے۔''

''کیا ہے میرے ہردے میں۔''میں نے غصے سے پوچھا۔''مہاراج تمہارے من میں یہ خیال ہے کہ تمہارے ساتھ داسی کے برتاؤں میں کھوٹ ہے۔ پر ایسا نہیں ہے۔''نرملا نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے جواب دیا''دیوی کی مرضی کے بغیر یہاں کوئی چیونٹی بھی سانس لینے کا ادھیکار نہیں رکھتی۔ پجارن کی کیا مجال ہے کہ جو تمہارے جیسے مہان سیوک کا اپمان کرے۔''

نرملا کی سنجیدگی نے مجھے متاثر کیا۔ ایک لمحے کے لیے میں اس کے چہرے کو بغور دیکھتا رہا پھر کچھ سوچ کر بولا۔

''کیا تم بتا سکتی ہو کہ مجھے اب یہاں کس حیثیت سے رہنا ہوگا۔''

''تم یہاں اسی طرح رہو گے۔''مہاراج جیسے پہلے رہتے تھے۔''کسی

کی مجال ہے جو تمہاری اور (طرف) آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکے۔" نرملا نے اسی سنجیدگی سے کہا" ہاں اتنا اوش ہے کہ اب جب تک دیوی نہ آجائے تم اس پوتر استھان سے باہر نہیں جا سکتے۔"

"لیکن موہن لال نے تو کہا تھا کہ اب میں مہان شکتی کا مالک نہیں رہا۔" میں نے بڑی حقارت سے موہن لال کا نام لیتے ہوئے کہا "کیا تم نے اسے یہ کہتے نہیں سنا تھا کہ دیوی نے میری شکتی واپس چھین لی ہے۔"

"موہن لال جی مہاراج نے جو کچھ کہا تھا' وہ ٹھیک تھا مہاراج۔" نرملا نے تیزی سے جواب دیا" پر کیا تم نے اس بات پر دھیان نہیں دیا کہ سونا گھاٹ کے مہان پجاری کا من تمہاری اور سے میلا تھا پھر بھی وہ تمہیں شراپ نہ دے سکا۔"

"میں نے یہ بھی سنا تھا کہ تمہیں حکم دیا گیا ہے۔" میں تلملا کر بولا۔

سونا گھاٹ کا پُجاری (قسط ۶)

''مہاراج۔'' نرملا بے اختیار کسی شگفتہ پھول کی طرح کھل اٹھی ''اس بات کو من سے نکال دو کہ داسی تمہارے اوپر حکم چلانے کا پاپ کرے گی۔ میرا کام تو صرف یہ ہے کہ تمہیں مہان دیوی کے آنے تک استھان سے باہر نہ جانے دوں۔ بعد میں کیا ہوگا' یہ دیوی جانے۔ شما کرنا اور شراپ دینا دونوں اسی کے اختیار میں ہے۔''

ابھی میں کوئی جواب نہ دینے پایا تھا کہ گنیش دیوتا اپنی لمبی سونڈ ہلاتے ہوئے اندر آئے اور مجھے مخاطب کر کے بولے۔

''کرشن کمار' دیوی اپنے اس سیوک کو پرسن کرتی ہے جس کا من اجلا ہو۔''

نرملا پجارن' گنیش دیوتا کے آتے ہی ہاتھ باندھ کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔

''میں سمجھا نہیں گنیش مہاراج' تم کیا کہنا چاہتے ہو۔''

''دیوی دیوتا' مہان پجاری اور منش جات میں بہت انتر (فرق) ہے

پرنتو جس کا من اجلا ہو وہ مہان نہیں کہلاتا۔'' گنیش دیوتا مجھے سمجھاتے ہوئے بولے'' دیوی نے تمہاری تپسیا سیوکار کرلی یہ دیوی کی کرپا ہی تھی جو تم شیو جی مہاراج کے جاپ میں سپھل ہوگئے۔ دیوی نے تمہیں اپنے چرنوں میں بلاکر تمہارے اوپر بڑی کرپا کی ہے۔ تم نے دیوی کی آگیا کا پالن نہ کرکے برا کیا۔''

''کیا اب میری شکتی واپس مجھے نہیں مل سکتی۔'' میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا تو گنیش دیوتا اپنی سونڈ لہرا کر بولے۔

''من اجلا اور سیوک کے ہردے میں کوئی کھوٹ نہ ہو تو منش کی ہر اچھا اوش پوری ہوسکتی ہے پرنتو منش جب کچھ پاکر کھو دے تو اسے واپس لینے کے لیے اسے بڑی تپسیا کرنی پڑتی ہے۔''

''مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے۔'' میں نے اس بار سچے دل سے کہا ''میں دیوی کے پوتر چرن چھو کر شما کی بھکشا مانگ لوں گا۔''

"دیوی مہان ہے کرشن کمار' اس کی پوجا کرنا سب کا دھرم ہے۔"
گنیش دیوتا کے جانے کے بعد نرملا پجارن کچھ دیر تک مجھ سے باتیں کرتی رہی پھر میں نے آرام کرنے کا خیال ظاہر کیا تو وہ بھی مسکراتی ہوئی کمرے سے باہر چلی گئی۔ ان دونوں کے جانے کے بعد میں آئندہ کے بارے میں سوچنے لگا کہ پاربتی کے آنے کے بعد مجھے کیا کرنا ہوگا۔ مجھے اس بات کی قوی امید تھی کہ پاربتی مجھے ضرور معاف کردے گی اور مجھے وہ میری قوت بھی لوٹا دے گی جو اس نے ناراض ہو کر مجھ سے چھین لی ہے لیکن پھر میں یہ سوچنے لگا کہ اگر پاربتی نے مجھے معاف نہ کیا تو کیا ہوگا۔ مجھے اس کے عتاب کا شکار ہونا پڑے گا۔ کیا میں اس کے عتاب کو برداشت کرسکوں گا۔ یہی سوچتے سوچتے نہ جانے کب میری آنکھ لگ گئی اور میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر خراٹے لینے لگا۔

مجھے سوئے ابھی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ اچانک میں گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ میں نے اپنے بیدار ہونے کے سبب پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ میرا دم گھٹا جا رہا ہے۔ اس انوکھی گرفتاری کے اذیت ناک احساس نے میرے شعور کو اپنے شکنجوں میں جکڑ کر جھنجوڑ ڈالا تھا کہ مجھے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ چند ساعتوں تک میں بستر پر بیٹھا اپنی بے بسی پر غور کرتا رہا پھر میرے منتشر ذہن نے مجھے مشورہ دیا۔

"کرشن کمار، تمہاری مکتی اسی میں ہے کہ گھپ اندھیرے سے فائدہ اٹھاؤ اور چپ چپاتے پاربتی دیوی کے محل کو چھوڑ کر کہیں دور نکل جاؤ جہاں مکروفریب اور جادوٹونے کا یہ جان لیوا ناٹک نہ کھیلا جاتا ہو۔ اپنے دھیان سے یہ بات نکال دو کہ دیوی تمہیں معاف کر دے گی۔ تم نے دیوی کے مہان چیلے اور سیوک موہن لال کا اپمان کر کے اور دیوی کی ذات پر الزام لگا کر بہت بڑا جرم کیا ہے۔ وہ تمہارے اوپر

کبھی مہربان نہیں ہوسکتی۔ اٹھو وقت گزر گیا تو ساری عمر پچھتاؤ گے۔۔ اٹھو کرشن کمار۔ جلدی کرو۔۔ اگر یہ اچھا موقع گزر گیا تو پھر ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔''

فوراً ہی میں کسی معمول کی طرح تیزی سے اٹھا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر میں نے کمرے کا جائزہ لیا جہاں میرے سوا کوئی اور نہ تھا۔ دبے قدموں آگے بڑھ کر میں نے بیرونی دروازے کو آہستہ سے آزمایا تو خوشی سے میری آنکھیں چمک اٹھیں۔ دروازہ بند نہیں تھا میرے لیے فرار کی راہیں کھلی ہوئی تھیں۔ تیزی سے پنجوں کے بل چلتا ہوا میں راہداری میں آیا تو وہاں بھی ہر سمت گھپ اندھیرا اور سناٹا پھیلا ہوا تھا دیوی کے محل کے راستے میرے دیکھے بھالے تھے اس لیے میں نے دیر نہیں لگائی اور پنجوں کے بل تیز تیز چلتا محل کے بڑے پھاٹک سے باہر نکل آیا۔ احتیاط کے طور پر میں نے کسی امکانی تعاقب کے پیش نظر

پلٹ کر دیکھا مگر وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ میرے دل کی دھڑکنیں ہر لحظہ تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ میں تیز تیز قدم اٹھاتا پاربتی کے محل سے دور ہوتا جا رہا تھا۔ دور۔۔۔ دور۔۔۔ بہت دور۔۔۔ میرا ذہن متواتر کام کر رہا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ ان دیوی دیوتاؤں اور پنڈت پجاریوں کے گورکھ دھندے سے بہت دور نکل جاؤں گا اور اپنی باقی ماندہ زندگی سکھ اور چین سے گزاروں گا۔

میری رفتار ہر لمحے تیز ہوتی جا رہی تھی۔ اچانک میں چلتے چلتے سہم کر رک گیا۔ خوشبو کا وہی پراسرار جھونکا جو پاربتی کے جسم سے پھوٹتا تھا' اچانک میری ناک سے ٹکرایا تو ایک لمحے کے لیے میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے پھر دوسرے ہی لمحے میں نے بے تحاشا دوڑنا شروع کر دیا۔ میں ان چکروں سے بہت دور بھاگ جانا چاہتا تھا۔ نہ معلوم کب تک رکے بغیر میں دوڑتا رہا پھر جب میری سانس پھولنے

لگی تو میں دم لینے کے لیے رک گیا۔ مجھے یقین تھا کہ میں دیوی کے محل سے بہت دور نکل آیا ہوں اور صبح تک بہت دور چلا جاؤں گا۔

جس مقام پر میں دم لینے کو رو کا تھا' وہ میرا دیکھا بھالا تھا اور دیوی کے محل سے تقریباً چھ سات میل دور تھا۔ یہ وہی مقام تھا جہاں موہن لال ایک بار مجھے گاڑی میں لایا تھا اور اس نے پہلی بار مجھے دیوی کے استھان کی راہ بتائی تھی۔ بہر حال میں دم لینے کی خاطر ایک بڑے پتھر کی آڑ میں بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد جب میری سانس درست ہوئی تو میں دوبارہ اٹھا لیکن پھر یوں اچھل پڑا جیسے اندھیرے میں میرا جسم بجلی کے ننگے تاروں سے چھو گیا ہو۔ میں اپنے بائیں شانے پر کسی کے نرم ہاتھ کا دباؤ محسوس کر کے اچھلا تھا اور پھر جو میں نے پلٹ کر دیکھا تو نرملا پجارن میرے سامنے کھڑی معنی خیز انداز میں مسکرا رہی تھی۔

''مہاراج' تم شاید بھول گئے تھے کہ موہن لال جی مہاراج نے مجھے

تمہارے لیے کیا آ گیا دی تھی۔"

"مم۔۔۔مگر۔۔۔تم۔۔۔یہاں تک۔۔" میں ہکلا کر رہ گیا تو نرملا ہنس کر بولی۔

"دیوی کی شکتی مہان ہے کرشن کمار' منش جات کی کیا مجال ہے کہ وہ دیوی دیوتاؤں کو دھوکا دے سکے۔"

"نن۔۔۔نرملا۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا" کیا تم مجھ سے پریم نہیں کرتیں۔"

"اوش کرتی ہوں مہاراج۔"

"پھر آؤ میرے ساتھ بھاگ چلو۔" میں نے سرگوشی کی" ہم دونوں کہیں دور جا کر اپنا ایک الگ سنسار بسائیں گے۔میرا سانس اس جگہ گھٹا جا رہا ہے۔"

"پریم ہمیشہ امر ہوتا ہے کرشن کمار' پریم ہر ناری کے من کو بیاکل کرتا

ہے۔ پرنتو تم بھول رہے ہو کہ میں ایک داسی بھی ہوں اور داسی کا دھرم اسے یہی سکھاتا ہے کہ اگر سمے آئے تو وہ دیوی اور دیوتاؤں پر اپنا جیون بھی بلیدان کر دے۔" نرملا نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

پھر خشک لہجے میں بولی "مہاراج' تم نے دیوی کے استھان سے بھاگنے کا وچار کر کے گھور پاپ کیا ہے۔"

"تو کیا' اب تم مجھے واپس لے چلو گی۔" میں نے پوچھا۔ "کہاں کی بات کرتے ہو مہاراج' تم تو اس سمے دیوی کے پوتر استھان ہی میں کھڑے ہو۔"

نرملا کی بات سن کر مجھے یہی خیال گزرا کہ شاید وہ دیوانی ہو گئی ہے لیکن پھر جو میں نے غور کیا تو سر تا پا پسینے میں نہا گیا۔ نرملا نے غلط نہیں کہا تھا میں حقیقتاً اس سمے پاربتی کے محل کے صحن میں کھڑا تھا۔ یہ سب کیوں کر ممکن ہوا اور میں کس طرح دیوی کے محل میں واپس آیا اس کا مجھے

مطلق احساس نہ ہو سکا۔ میں نے غصے سے ہونٹ کاٹتے ہوئے نرملا پر نظر ڈالی پھر تھکے تھکے قدموں سے اپنے کمرے کی طرف چلا آیا اور بستر پر لیٹ کر اپنی بے بسی پر آنسو بہانے لگا اور آنسو بہاتے بہاتے نہ جانے کب میری دوبارہ آنکھ لگ گئی۔

دو چار روز تک میں نے پھر فرار ہونے کا کوئی منصوبہ نہیں بنایا لیکن میرے لاشعور میں چھپی ہوئی آواز کی تمنا بار بار میرے شعور کو ٹہوکے دیتی رہی تو میں نے اگلی تین راتوں میں تین بار فرار ہونے کی کوشش کی لیکن میری ہر کوشش بے سود ثابت ہوتی یا تو نرملا آڑے آجاتی یا پھر میں از خود واپس آجاتا اور ان اسرار پر دنگ رہ جاتا جنہوں نے میرے فرار کی تمام راہیں مسدود کر رکھی تھیں۔

غرض حالات کے پیشِ نظر مجھے محتاط ہو جانا پڑا جو کچھ میرے اوپر بیت چکا تھا اس نے میرے ہوش و حواس گم کر دیے تھے۔ میں محل کے اندر

بھی خودکو بڑا لیے دیے اور سب سے الگ تھلگ رہتا تھا لیکن جب میں نے محسوس کیا کہ میری آؤ بھگت اسی طرح ہو رہی ہے جیسے پہلے ہوتی تھی اور کسی نے مجھ سے کوئی شکایت نہیں کی تو پھر میں پرسکون ہو کر آزادی سے گھومنے پھرنے لگا۔ گنیش دیوتا اور نرملا پجارن دونوں میرا خیال رکھتے تھے مگر پھر بھی مجھے ہر وقت یہی دھڑ کا لگا رہتا تھا کہ دیکھیں آئندہ میری قسمت میں کیا لکھا ہے اور پاربتی دیوی شیو جی مہاراج کی چرن پوجا سے واپس لوٹ کر میرے ساتھ کیسا برتاؤ کرتی ہے۔ اسی سوچ وچار میں نہ جانے کتنے دن بیت گئے۔ مجھے ٹھیک طور پر یاد نہیں رہا تھا کہ پاربتی کس دن چرن پوجا سے واپس آئے گی لیکن اتنا ضرور معلوم تھا کہ اب اس کی واپسی میں دو چار ہی دن باقی رہ گئے ہیں۔

جیسے جیسے دیوی کے آنے کے دن قریب آتے جاتے تھے میری بے

چینی بڑھتی جاتی تھی۔ نرملا نے میری بڑی تواضع کی اس کے بغیر ایک دن گزارنا بھی مصیبت بن جاتا۔ اس کی موجودگی نے مجھے کچھ ڈھارس سی دے رکھی تھی۔ وہ جب بھی مجھے اداس دیکھتی یا سوچ میں ڈوبا پاتی تو اپنی باتوں سے لبھانے کی کوشش کرتی۔ ہر چند کہ مجھے اب نرملا سے کوئی لگاؤ نہیں رہا تھا لیکن وقت گزاری کے لیے میں اسے برداشت کر لیتا تھا۔ میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ نرملا اب میرے اندر پہلے سے زیادہ دلچسپی لینے لگی ہے۔ میں اس کی مخمور نگاہوں اور دلکش اداؤں کا مفہوم ضرور سمجھتا تھا مگر میں نے طے کر رکھا تھا کہ اب اسے منہ لگانے کی کوشش نہ کروں گا۔ جب سے میں نے اسے ارجن مہاراج کے ساتھ غلط حالت میں دیکھا تھا اور کشٹ دے کر اس کی سندرتا کو خود اپنے ہاتھوں برباد کر دیا تھا اسی دن وہ میرے دل سے اتر گئی تھی۔ نرملا پجارن سے دور رہنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ پاربتی

دیوی نے نہ صرف یہ کہ مجھے اپنے درشن سے نوازا تھا بلکہ یہ بھی کہا تھا کہ اگر میں نے کسی دوسری استری کو کسی غلط ارادے سے چھوا تو وہ جل بھن کر راکھ ہو جائے گی۔ اس کے علاوہ نرملا نے میرے فرار کی کوشش کو بھی ناکام بنایا تھا۔ بہر حال نرملا کی بھولی بھالی باتیں اب میرے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھیں۔

ایک روز میں اپنے وچاروں میں گم بیٹھا تھا کہ نرملا حسبِ معمول میرے پاس آ گئی۔ میں نے اسے نظر اٹھا کر دیکھا تو خلاف توقع وہ مجھے سنجیدہ سنجیدہ اور اداس اداس نظر آئی۔ میں نے اس کے چہرے کے تاثرات سے محسوس کیا کہ وہ مجھ سے کوئی خاص بات کہنا چاہتی ہے لیکن جب میں نے خود سے اسے مخاطب نہیں کیا تو وہ کچھ دیر بعد بولی۔

”کرشن کمار مہاراج' کیا تمہارا من ابھی تک داسی کی طرف سے

صاف نہیں ہوا۔''

''کیا کہنا چاہتی ہو تم۔''میں نے سرسری طور پر پوچھا۔''میں بنتی کرتی ہوں مہاراج کہ تم داسی کو شما کر دو۔''

''شما کر دوں۔''میں نے جان بوجھ کر انجان بنتے ہوئے کہا''تم سے بھلا ایسا کیا پاپ ہوا جس کے لیے تم مجھ سے شما مانگ رہی ہو۔''

''میرا اشارہ ارجن مہاراج کی طرف ہے۔''نرملا دبی زبان میں بولی''تم نے میری سیوا کو پاپ سمجھ کر مجھے کشٹ دیا تھا اور میری سندرتا کو کشٹ کر ڈالا تھا۔ پر میرے من میں جھانک کر نہ دیکھا کہ میں تمہارے کارن کتنی بیاکل رہتی ہوں۔''

''نرملا۔''یکلخت میں غصیلی آواز میں کہا''تم شاید بھول رہی ہو کہ اس سمے ہم دیوی کے پوتر استھان میں ہیں۔''

''میں جانتی ہوں مہاراج۔ پرنتو پریم بھی تو پوتر ہوتا ہے۔ گنگا جل کی

طرح۔"

"نرملا۔" میں تڑپ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ میری آنکھیں غصے سے لال ہو رہی تھیں۔

"مہاراج۔" نرملا میرے غصے سے خوف زدہ ہونے کی بجائے میرے قدموں پر اپنا سر رکھ کر بولی "پجارن بنتی کرتی ہے مہاراج کہ اسے اپنے چرنوں سے دور نہ کرو۔"

"دور ہو جاؤ میرے سامنے سے کلنکنی۔" میں گرج دار لہجے میں بولا اور غصے میں پیچ و تاب کھاتا پیچھے ہٹ گیا۔

نرملا نے اپنا سر اٹھایا تو اس کی کنول جیسی آنکھوں سے نیر (آنسو) بہہ رہے تھے۔ اس کی آنکھوں میں میرے لیے ایک پیغام تڑپ رہا تھا۔ اس کی بھیگی پلکوں پر آنسوؤں کے شبنمی قطرے کئی داستانیں دہرا رہے تھے۔ نہ جانے کیوں نرملا کو اس حالت میں دیکھ کر میرا غصہ ایک دم

ٹھنڈا ہو گیا۔ وہ اس وقت مجھے بڑی سندر دکھائی دے رہی تھی۔ مجھے اس پر ترس آنے لگا۔ میرا جی چاہا کہ آگے بڑھوں اور نرملا کو اٹھا کر اپنی بانہوں میں سمیٹ لوں مگر اسی لمحے خوشبو کا وہی مانوس جھونکا میری ناک سے ٹکرایا جو پاربتی کے شریر سے پھوٹتا تھا۔ میں اچانک ہوش میں آ گیا۔ نرملا کی جانب اٹھنے والے قدم ساکت ہو گئے اور نہ جانے کیا بات تھی کہ میں خوف کے مارے سرتاپا کانپ اٹھا۔

''مہاراج' کیا تم داسی کو پریم کی بھکشا بھی نہیں دے سکتے۔'' نرملا نے التجا کی پھر ایک سرد آہ بھر کر بولی ''میں نے تو آج تک یہی سنا تھا کہ پجاری بڑے دیالو ہوتے ہیں۔''

''میرے اوپر خوشبو کے جھونکے کا کچھ ایسا اثر ہوا کہ میں گنگ ہو کر رہ گیا۔ نرملا جو کچھ کہہ رہی تھی' وہ میں سن ضرور رہا تھا لیکن میری زبان سے جیسے جواب دینے کی شکتی چھین لی گئی تھی۔ ابھی میں اپنی کیفیت کو

ٹھیک طور پر سمجھ نہ پایا تھا کہ میری نظر گنیش دیوتا پر پڑی جو اپنی لمبی سونڈ آسمان کی طرف اٹھائے کسی جنگلی ہاتھی کی طرح بڑی غضب ناک آواز میں چنگھاڑتے ہوئے ہماری طرف دوڑتے چلے آرہے تھے۔ نرملا نے گنیش دیوتا کی آواز سنی تو یوں چونکی جیسے کچی بیند سے اچانک بیدار ہو گئی ہو۔ دوسرے ہی لمحے وہ لرزتی ہوئی گنیش دیوتا کی سمت گھومی اور دوزانو ہو کر سر زمین سے ٹکا دیا۔ نرملا کے چہرے کی رنگت زرد پڑتے دیکھ کر ہی میں سمجھ گیا کہ وہ گنیش دیوتا کے غضب ناک ہونے کی وجہ سمجھ چکی ہے لیکن میری عقل نے اس سلسلے میں میرا کوئی ساتھ نہ دیا۔ میں بدستور بت بنا سب کچھ دیکھتا رہا۔

''پاپن۔'' گنیش دیوتا نے نرملا کے قریب آ کر رکتے ہوئے کہا۔ ان کی آنکھوں میں بھیانک شعلے ناچ رہے تھے اور چہرہ دہکتے ہوئے انگارے کی مانند سرخ ہو رہا تھا۔

''مہاراج۔'' نرملا نے بوکھلا کر سر اٹھاتے ہوئے پوچھا'' کیا بھول ہو گئی ہے اس داسی سے؟''

''تو نے مہان دیوی کا اپمان کیا ہے۔'' گنیش دیوتا نے گرجتے ہوئے کہا۔

''دیوی کا اپمان۔'' نرملا کے لہجے میں حیرت تھی۔

گنیش دیوتا نے خوفناک لہجے میں کہا'' تو نے مہان دیوی کے من کو بیاکل کر کے گھور پاپ کیا ہے۔ ایسا پاپ جس کی سزا اچتا کی آگ سے بھی ادھک (زیادہ) ہے۔''

''شما کر دو مہاراج۔ شما کر دو۔'' نرملا تھر تھر کانپنے لگی۔ اس کے چہرے پر موت کی بھیانک پرچھائیاں لرز رہی تھیں۔

دیوی نے شما کے دروازے تیرے اوپر بند کر دیے ہیں۔ دیوی کی آگیا کا پالن کرنا میرا دھرم ہے۔ جو کچھ دیوی نے تیرے بھاگیہ (قسمت)

میں لکھ دیا وہ اوش پورا ہوگا۔ مہان دیوی کے کہے کو کون ٹال سکتا ہے۔ جے شیو شنکر۔ جے پاربتی۔''

گنیش دیوتا نے سونڈ لہراتے ہوئے جے جے کے نعرے بلند کئے پھر اپنی سونڈ کو نرملا کی سیدھ میں کر دیا۔ نرملا کے حلق سے ایک کریناک چیخ بلند ہوئی۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن اسے موقع نہ مل سکا۔ میں نے گنیش دیوتا کی سونڈ سے آگ کے خطرناک شعلوں کو یوں ابلتے دیکھا جیسے برسوں سے سویا ہوا کوئی آتش فشاں اچانک پھوٹ پڑا ہو۔

دوسرے ہی لمحے میں نے نرملا کی جگہ ہڈیوں کے جلے ایک ایسے پنجر کو زمین پر کھڑکھڑاتے دیکھا جس میں زندگی کے اثرات ابھی باقی تھے ہڈیوں کی جھلسی ہوئی بھیانک کھوپڑی بڑے کرب کی حالت میں بار بار زمین سے ٹکریں مار رہی تھی۔

''جے شیو شنکر۔ جے پاربتی۔'' گنیش دیوتا نے دوبارہ نعرہ بلند کیا پھر

ہڈیوں کے پنجر کو حقارت سے گھورتے ہوئے بولے'' پاپن۔۔تیری یہی سزا تھی۔اب تو سدا اسی طرح بیاکل رہے گی۔جا۔۔اس پوتر استھان سے نکل جا۔''

میں نے ہڈیوں کے پنجر کو کھڑ کھڑا کر اٹھتے اور پھر بھاگتے دیکھا تو میرے حلق سے مارے دہشت کے چیخ نکل گئی۔زندگی میں اس سے پہلے یا اس کے بعد آج تک میں نے کبھی اتنا ڈراؤنا منظر نہیں دیکھا تھا خوف سے میں بری طرح لرز رہا تھا۔میری پھٹی پھٹی نگاہیں بھاگتے ہوئے پنجر پر جمی ہوئی تھیں کہ گنیش دیوتا کی کرخت آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

''مورکھ اس کی اور (سمت) کیا دیکھ رہا ہے۔تو نے دیوی کے من کو ٹھیس پہنچا کر گھور پاپ کیا ہے۔''

''مم۔۔م۔۔میں نے۔''میں نے ہکلاتے ہوئے حیرت بھری

نظروں سے گنیش دیوتا کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر اس سمے بھی ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔

دیوی تمہیں بھی شما نہیں کرے گی۔ مہان دیوی کے من کو دکھ دینے والا کبھی سکھ نہیں پا سکتا۔

''پ۔۔ پر۔۔ میں نے تو دیوی کے من کو کوئی ٹھیس نہیں پہنچائی۔'' میرے حلق سے گھٹی گھٹی آواز نکلی۔

''دیوی کی شکتی تمہیں سب کچھ بتا دے گی۔''

''کیا دیوی اپنے پتی دیو کی چرن پوجا سے واپس آ گئی ہے۔'' میں نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

''ہاں۔ پرنتو ابھی دیوی سے نہیں مل سکو گے۔''

''کیوں؟''

''یہ دیوی جانے۔'' گنیش دیوتا مجھے نفرت سے گھورتے ہوئے بولے

''بس میں اتنا اوش جانتا ہوں کہ تم نے دیوی کو ناراض کر کے اپنے لیے مکتی کا کوئی راستہ نہیں چھوڑا۔ کوئی اوپائے باقی نہیں بچا۔ جاؤ اپنے کمرے میں جاؤ۔''

میں خوف زدہ انداز میں اپنے کمرے کی جانب جانے کے لیے پلٹا تو گنیش دیوتا نے مجھے روکتے ہوئے کہا'' دیوی کی آگیا ہے کہ جب تک اس کی مرجی (مرضی) نہ ہو تم اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلو گے۔''

میں نے جلدی سے کہا'' دیوی کی آگیا کا پالن کرنا میرا بھی دھرم ہے'' گنیش دیوتا شیو جی مہاراج اور پاربتی دیوی کے شبھ ناموں کی جے جے کرتے واپس لوٹ گئے تو میں لرزتے قدموں سے اپنے کمرے میں آیا اور تھکے ہوئے انداز سے بستر پر گر کر سونے لگا کہ آخر اب وہ کون سی صورت ہو جو پاربتی دیوی دوبارہ مجھ پر مہربان ہو جائے۔

بڑی دیر تک میں سوچتا رہا لیکن میرے ذہن نے میرا ساتھ نہ دیا۔ میں نہیں سمجھ سکا تھا کہ پاربتی دیوی کا غصہ کس درجے پر ہے۔ نرملا پجارن کے بھیانک انجام کو دیکھ کر میں اتنا ضرور سمجھ چکا تھا کہ گنیش دیوتا نے اسے یقیناً پاربتی دیوی کے حکم پر ہی شراپ دیا ہو گا لیکن اس کی وجہ بھی میری سمجھ سے بالاتر تھی۔ شاید اس لیے کہ دیوی نے میری شکتی چھین لی تھی۔ میرے سوچنے اور سمجھنے کی قوت کو بھی سلب کر دیا تھا'

تین دن تک میں اپنے کمرے میں پڑا سلگتا رہا۔ اس عرصے میں مجھے بھوجن وغیرہ برابر ملتا رہا لیکن کھانے میں میرا جی نہیں لگ رہا تھا۔ میں تو جلد سے جلد اپنے انجام کو دیکھنا چاہتا تھا۔ پاربتی دیوی کو آئے ہوئے آج چوتھا دن تھا لیکن ابھی تک مجھے اس کے درشن نہیں ہوئے تھے۔ اب ہر لمحہ مجھے۔۔ مضطرب اور پریشان کئے دیتا تھا۔ دیوی کے درشن ہو جاتے تو میں کسی نہ کسی طرح اسے رام کر لیتا اور اس کے

چرنوں میں سر رکھ کر اپنے گناہوں کی معافی چاہتا۔ ممکن تھا کہ پاربتی دیوی کو مجھ پر ترس آجاتا اور وہ مجھے شکتی دان کر دیتی۔

غرض یہ کہ میں اسی سوچ و چار میں تین روز تک الجھا رہا' چوتھے روز ایک دیوداسی میرا بھوجن لیے میرے کمرے میں داخل ہوئی تو میں نے اس سے پوچھ ہی لیا۔

''کیا میں دیوی سے اب بھی نہیں مل سکتا۔''

''میرے لیے اور کوئی آ گیا۔'' دیوداسی نے پجارنوں جیسے انداز میں کہا۔

''میں پاربتی دیوی سے ملنا چاہتا ہوں۔'' میں نے دوبارہ کہا۔

''تم کو شاید یہ نہیں معلوم مہاراج کہ میں ایک دیوداسی ہوں جسے اجودھیا کے ایک مندر کی بھینٹ چڑھا دیا گیا تھا۔ میرا کام صرف ناچنا گانا اور پنڈت پجاریوں کا دل بہلانا ہے۔ دیوی کی کرپا ہے جو اس

نے مجھ ابھاگن کو اپنی سیوا کے لیے بلایا ہے۔''

''تم کون ہو مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ میں نے دیوی کے بارے میں تم سے پوچھا ہے۔'' دیوداسی کی لمبی چوڑی تقریر سن کر مجھے غصہ آ گیا۔

''دیوی کی جات درگاہ (با قابل رسائی) ہے مہاراج۔'' دیوداسی نے معصومیت سے جواب دیا ''تم اگر اس کے درشن کے پیاسے ہو تو اس مہینے کا انتجار (انتظار) کرو جب درگاہ پوجا کے دن دیوی مہاپرشوں کو اپنا درشن دیتی ہے۔''

دیوداسی کو پاربتی اور میرے بارے میں کچھ علم نہیں تھا اس لیے میں نے اسے چلے جانے کو کہا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے بھوجن کیا اور پھر دیوی کے بارے میں سوچنے لگا۔ ایک بار نرملا پجارن نے بھی مجھ سے یہی کہا تھا کہ پاربتی کی ہستی نا قابل رسائی ہے لیکن آج جب

یہی بات دیوداسی نے دہرائی تو میں سوچ میں پڑ گیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں دوبارہ پاربتی کے بہت قریب رہ چکا ہوں۔ تو کیا وہ سب کچھ میرا وہم تھا۔ کیا میں نے جاگتے میں کوئی خواب دیکھا تھا یا پھر پاربتی نے رحم کھا کر مجھے روحانی طور پر کیف وسرور سے نوازا تھا۔ جسے میں ایک جیتی جاگتی حقیقت سمجھ بیٹھا۔

سارادن میں دیوی کے بارے میں سوچتا رہا۔ شام کو دیوداسی میرے لیے ناشتا لائی تو میں نے غصے سے اسے دھتکار دیا اور پیتل کی تھالی کو اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ رات کا بھوجن بھی میں نے واپس کر دیا اور یوں ہی بھوکا پیاسا لیٹ کر سو گیا۔ میں کتنی دیر خواب خرگوش میں محو رہا مجھے کچھ یاد نہیں لیکن اتنا ضرور یاد ہے کہ میری آنکھ دوبارہ اس وقت کھلی تھی جب میں نے کسی کو اپنا بازو پکڑ کر ہلاتے محسوس کیا تھا۔ میری آنکھ کھل گئی۔ پاربتی کے شریر سے پھوٹنے والی خوشبو کے جھونکے

پورے کمرے میں بسے ہوئے تھے۔
میں نے جلدی سے ادھر اُدھر گھوم کر دیکھا لیکن وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ خوشبو ہر لحظہ تیز ہوتی جا رہی تھی۔ مجھے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ جب وہاں کوئی موجود نہیں تو پھر مجھے بازو تھام کر کس نے جھنجوڑا تھا۔
ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک کمرے میں بجلی سی کوند اٹھی اور پھر جو کچھ میں نے دیکھا اسے دیکھ کر میرے دل کی دھڑکنیں کئی گنا بڑھ گئیں۔ میری نظروں کے سامنے اس وقت پاربتی موجود تھی۔ خوب صورت اور دلکش پاربتی جس نے اس سمے دھانی رنگ کی ساری پہن رکھی تھی۔ اس کی کنول جیسی آنکھیں میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں لیکن آج ان آنکھوں میں مجھے مستی اور خمار کچھ بھی نظر نہ آ سکا۔ اس کے تراشیدہ ہونٹ بھی ساکت تھے۔ آج ان پر وہ دلنواز تبسم نہیں کھیل رہا تھا جو صرف دیوی کے لیے مخصوص تھا۔

ایک لمحے کے لیے میں ساکت و جامد کھڑا عظیم دیوی کے سندر چہرے کو خالی خالی نظروں سے تکتا رہا پھر تیزی سے لپک کر دیوی کے چرنوں میں گر گیا۔

''دیوی مجھے شما کر دے۔ میں تیرا سیوک تجھ سے دیا کی بھکشا مانگتا ہوں۔''

دیوی نے میری بات کا کوئی جواب نہ دیا تو میں نے پھر کہا۔

''مہان دیوی' میں جانتا ہوں کہ تو مجھ سے ناراض ہے۔ میں نے تیرا کہا نہ مان کر گھور پاپ کیا ہے۔ پرنتو مجھے وشواس ہے کہ تو اپنے اس سیوک کو اوش شما کر دے گی۔''

''کرشن کمار۔'' اس بار دیوی کی مدھر آواز میرے کانوں میں رس گھول گئی۔ ''میرے چرن چھوڑ دو۔''

''دیوی۔۔ دیوی۔۔ مجھے شما کر دے۔'' میں نے پاربتی دیوی کے

پاؤں چھو کر ہاتھ باندھتے ہوئے کہا ''تیرا سیوک تیرے سامنے ہاتھ باندھ کر بنتی کرتا ہے۔''

''کرشن کمار، تم نے ابھی کہا تھا کہ میں تمہیں اوش شما کر دوں گی۔''

دیوی نے مجھے سپاٹ آواز میں مخاطب کیا تو میں لرز اٹھا۔

''ہاں۔۔ہاں دیوی۔'' میں جلدی سے بولا ''مجھے وشواس ہے کہ میری بنتی خالی نہیں جائے گی۔''

''تمہیں اس بات کا وشواس کیوں ہے کرشن کمار کہ میں تمہیں شما کر دوں گی۔''

''دو۔۔دے۔۔دی۔'' میں ہکلا کر رہ گیا۔

''تم نے میری آگیا کا پالن نہیں کیا۔میری اچھا کے خلاف یہ استھان چھوڑ دیا اور جب میرے سیوک تمہیں میری آگیا پر یہاں لائے تو تم نے نکل بھاگنے کی کوشش کی۔''

''مجھ بدنصیب پر دیا کرو دیوی۔ مجھے شما کر دو۔''

''دیوی۔'' میں پھر ہکلا کر رہ گیا'' آگے کچھ نہ کہہ سکا۔'' جیسے کسی طاقت نے میری زبان پکڑ لی تھی۔

''نرملا کی سندرتا تمہارے من کو بہت بھائی۔ کیوں کرشن کمار۔'' پاربتی نے سرد آواز میں مجھ سے سوال کیا تو میں چونک اٹھا۔ مجھے اچانک یاد آ گیا کہ نرملا نے جب گڑگڑا کر مجھ سے پریم کی بھکشا مانگی تھی تو میرے دل میں بس ایک لمحے کے لیے محبت کا جذبہ جاگ اٹھا تھا اور میں نے نرملا کو اٹھا کر گلے سے لگانے کا دھیان بھی کیا تھا مگر گنیش دیوتا نے غضب ناک حالت میں میرے سامنے نرملا کو بھسم کر ڈالا تھا۔

میرا ذہن جاگ رہا تھا نرملا کی موت کی وجہ میری سمجھ میں آ گئی تھی لیکن میں گنگ کھڑا پاربتی کو دیکھ رہا تھا۔ پاربتی۔۔۔ جس کی خوب صورت آنکھوں سے اس وقت قہر و غضب کی چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں۔

''تمہارے من میں دیوی کی طرف سے کھوٹ بھی تھا۔''

میں نے کوئی جواب دینے کی بجائے ندامت کے احساس سے سر جھکا لیا۔

''تم نے میرے سیوک موہن لال اور میرے بارے میں برے برے وچار اپنے دماغ میں بسائے تھے۔''

''دیوی۔۔۔میں۔۔۔''

''کرشن کمار۔'' دیوی کا لہجہ اچانک غضب ناک ہو گیا۔ وہ کڑک کر بولی ''میں نے اپنی مہان شکتی سے تمہاری بیاکل آتما کو چین پہنچایا تھا اور تم یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ تم شیو شنکر کے سمان ہو گئے ہو۔''

پاربتی دیوی کو غصے کی حالت میں دیکھ کر میں تھر تھر کانپ رہا تھا۔ خوف اور دہشت کا کچھ ایسا غلبہ مجھ پر طاری تھا کہ مجھ سے اپنی ٹانگوں پر کھڑا بھی نہیں رہا جا رہا تھا۔ میرے دل کی دھڑکنیں گواہی دے رہی تھیں

کہ اب میرے برے دن آ چکے ہیں میری نظریں زمین پر گڑی ہوئی تھیں لیکن کان پاربتی کی طرف لگے ہوئے تھے۔

''کرشن کمار۔'' پاربتی نے کہا ''جس کے من میں کھوٹ ہو وہ مہان شکتی کبھی حاصل نہیں کر سکتا۔ تم نے دیوی کی آتما کو بیاکل کر کے گھور پاپ کیا جس کی سزا تمہیں اوش ملے گی۔''

''دو۔۔دے۔۔دی۔۔ مجھے شما کر دو۔ میں تیرے آگے۔۔''

''تم منش ہی رہے کرشن کمار۔'' پاربتی نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے نفرت سے کہا ''پجاری اور سیوک بننے کے لیے من کو مارنا پڑتا ہے اور من کو مارنے کے لیے منش کو بہت ساری کٹھنائیاں اٹھانی پڑتی ہیں۔ تم ابھی سے بیاکل ہو رہے ہو۔''

میں نے کچھ کہنا چاہا لیکن الفاظ میرے حلق میں پھنس کر رہ گئے۔ پاربتی بدستور کسی بھوکی شیرنی کی طرح دہاڑ رہی تھی۔

"کرشن کمار، تم بھول گئے کہ دیوی مہان مہارت (مہالہ) کی بیٹی ہے اور شیو جی مہاراج کی دھرم پتنی بھی۔ تمہیں یہ بھی یاد نہیں رہا کہ دیوی کی کرپا سے تمہیں مہان شکتی پراپت (حاصل) ہوئی ہے۔ تم نے دیوی کو کھیل سمجھا۔ تم نے دیوی کو صرف ایک روپ میں دیکھا ہے اور وہ بھی اما (شفیق) کے روپ میں۔ پر اب وہ سمے آ گیا ہے جب تم دیوی کو دوسرے روپ میں بھی دیکھو گے۔"

پاربتی اتنا کہہ کر چپ ہو گئی پھر اس کے ہونٹ تیز تیز ہلنے لگے۔ غالباً وہ کسی منتر کا جاپ کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ منہ ہی منہ میں کچھ پڑھتی رہی پھر اس نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور پانچوں انگلیاں جھٹک دیں۔ دوسرے ہی لمحے کمرے کا فرش یوں ہلنے لگا جیسے زلزلہ آ گیا ہو اور پھر میری آنکھیں مارے حیرت کے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ جس سمت پاربتی نے ہاتھ اٹھا کر انگلیاں جھٹکی تھیں ادھر پانچ عدد موہن لال جن کے

حلیوں اور ناک نقشے میں بال برابر بھی فرق نہیں تھا ایک قطار میں ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔

''تم نے دیوی کی پوتر ذات کو موہن لال جیسے پجاری سے نتھی کرنے کی سوچ تھی۔'' پاربتی نے غصیلی آواز میں کہا ''غور سے دیکھو کرشن کمار' تمہارے سامنے اس سے ایک نہیں بلکہ پانچ موہن لال کھڑے ہیں جنہیں تمہاری دیوی نے جنم دیا ہے۔ دیوی جواما کے علاوہ امیکا (پیدا کرنے والی) بھی ہے۔''

میں آنکھیں پھاڑے کبھی پاربتی اور کبھی پانچ موہن لالوں کو دیکھ رہا تھا جو بدستور پالتو غلام کی طرح پاربتی کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ اچانک پاربتی دیوی نے غصے سے ہاتھ بلند کیا تو اسی لمحے پانچوں موہن لال ڈنڈوت کرنے کے انداز میں جھکے اور پھر فوراً غائب ہو گئے۔ اب وہاں میں اور پاربتی باقی رہ گئے تھے۔ میرا ذہن

خوف کے باعث ماؤف ہوتا جا رہا تھا کہ پاربتی کی گرج دار آواز قوت سماعت سے ٹکرائی۔

''کرشن کمار، تمہاری دیوی کے کئی روپ ہیں۔ تم نے کبھی اپنی دیوی کو بھیرو (ڈراؤنی) کے روپ میں بھی دیکھا۔''

میں نے نظر اٹھا کر پاربتی کو دیکھا تو میرے حلق سے چیخ نکل گئی۔ کچھ دیر پہلے جہاں پاربتی سراپا حسن کھڑی تھی، اب وہاں ایک انتہائی بھیانک اور مکروہ صورت کی عورت موجود تھی۔ جس کے چہرے کی رنگت الٹے توے سے بھی زیادہ سیاہ تھی۔ الجھے الجھے سیاہ و سپید اور لمبے لمبے بال اس کی بے ہنگم کمر اور شانوں پر ادھر اُدھر بکھرے ہوئے تھے ہونٹوں کے درمیان سے باہر نکلے ہوئے دانت اس کی ہیبت میں اور اضافہ کر رہے تھے۔ اس کے دونوں کاندھوں پر دو بھیانک اور زہریلے ناگ کنڈلی مارے بیٹھے اپنی خطرناک اور سرخ سرخ بار بار

اندر باہر کر رہے تھے۔ اگر پاربتی نے مجھے پہلے یہ نہ بتایا ہوتا کہ وہ مجھے اپنا بھیروی والا روپ دکھانے والی ہے اور اچانک میں اسے کہیں دیکھ لیتا تو عین ممکن تھا کہ دہشت کے مارے میرا دم نکل جاتا۔ بہر حال اس وقت بھی میں زیادہ دیر تک اس کی خوف ناک صورت کی طرف دیکھنے کی ہمت نہ کر سکا اور نظریں نیچی کر لیں۔

''کیوں کرشن کمار' دیوی کا یہ روپ تمہیں پسند آیا؟'' پاربتی نے اس بار بڑے ہی غضب ناک لہجے میں کہا ''کیا اس روپ میں تم میرے شریر کو چھونے کی آشا نہیں کرو گے۔''

''دیوی۔۔۔'' میں گڑگڑایا۔

''نہیں کرشن کمار'' دیوی کڑک کر بولی ''اب شما کا کوئی پرشن (سوال) نہیں، تمہیں کشٹ اٹھانا پڑے گا۔ میں تمہیں ایسا شراپ دوں گی جسے تم پورا جیون یاد رکھو گے تم ہر سمے بیاکل رہو گے۔ کٹھنائیاں تمہارے

بھا گئے میں لکھی جا چکی ہیں۔''

''دیوی۔۔''میں بمشکل بولا''دیا کرو مجھ پر۔۔ مجھے شما کر دو۔ میں وچن دیتا ہوں کہ پھر کبھی مجھ سے بھول نہیں ہو گی۔''

''میں جانتی ہوں۔ دھرتی کا کوئی راز مجھ سے چھپا نہیں رہ سکتا۔'' پاربتی دیوی نے کسی چوٹ کھائی ہوئی ناگن کی طرح پھینکارتے ہوئے جواب دیا''کل کیا ہونے والا ہے مجھے پتا ہے۔ تمہیں ہر حال میں کٹھنائیاں جھیلنی پڑیں گی۔''

''میں تمہیں شیو جی مہاراج کی پوتر آتما کی سوگند دیتا ہوں دیوی کہ تو مجھے۔۔۔''

''ابھی میں اپنا جملہ مکمل بھی نہ کر پایا تھا کہ پاربتی جو بدستور بھیروی کے روپ میں میرے سامنے کھڑی تھی گرج کر بولی''کرشن کمار' تمہاری گندی زبان پر شیو جی مہاراج کا پوتر نام اب اگر آیا تو پھر دیوتا

بھی تمہیں۔۔۔شما نہیں کریں گے۔"

میں ہکا بکا کھڑا پاربتی کو گھورے جا رہا تھا اور دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ دیکھیں اب میرے اوپر کیا گزرتی ہے پاربتی نے مجھے متوجہ کر کے سرد لہجے میں کہا۔

"کرشن کمار' میں تم کو اس بات کا وچن دیتی ہوں کہ جب تک تم میرے دیے ہوئے کشٹ کی کٹھنائیوں کو جھیلو گے تو میرا سیوک موہن لال تمہیں پریشان نہیں کرے گا پر اتنا اوش دھیان میں رکھنا کہ تمہاری یہ سزا آسان نہیں ہو گی۔"

"دیوی۔" میں جی کڑا کر کے بولا" اگر تیری یہی اچھا ہے کہ میں کشٹ اٹھاؤں تو میں اس کے لیے بھی تیار ہوں۔"

پاربتی نے یہ سن کر اپنے سر زور سے جھٹک دیا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے یوں لگا جیسے لاتعداد سوئیاں اچانک میرے جسم میں اتر گئی ہوں۔

میں زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ میرے حلق سے بلند ہونے والی چیخیں آسمان سے باتیں کر رہی تھیں۔ میرے جسم میں جیسے آگ لگ رہی تھی۔ اسی کرب کی کیفیت میں ایک بار پھر پارجتی کی خوف ناک آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

''کرشن کمار۔ دیوی کا کہا یاد رکھنا' یہ سزا تمہاری آخری پرکشا ہے۔''

''اور پھر نہ جانے کہاں سے انتہائی بدبودار کھولتا ہوا پانی میرے اوپر گرنے لگا۔ میں پاگلوں کی طرح چیخنے لگا اور زمین پر لوٹ لگانے لگا۔ میری آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن ہر طرف گھپ اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ بدبودار کھولتے ہوئے پانی کے تعفن سے میرا دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ مجھے سینے کے اندر اپنی سانس گھٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ میں بمشکل اپنی پوری قوت لگا کر اٹھا اور بھاگنے کی کوشش کی لیکن دوسرے ہی لمحے کسی پتھر سے ٹھوکر کھا کر میں ڈوبتا چلا گیا۔ مجھے

کچھ بھی یاد نہ رہا۔ میں غالباً بے ہوش ہو گیا تھا۔

میری بے ہوشی کب تک رہی مجھے کچھ یاد نہیں لیکن جب مجھے دوبارہ ہوش آیا تو میں نے خود کو کھلے آسمان کے نیچے پڑا پایا۔ بوکھلا کر اٹھنے کی کوشش کی تو کراہ کر رہ گیا اور پھر جب میری نظر خود اپنے جسم پر پڑی تو میں چیخ اٹھا۔ میرے جسم پر جا بجا کوڑھ جیسے سرخ سرخ داغ دھبے موجود تھے جن سے پیپ بہہ رہی تھی۔ میرے ہاتھوں اور چہرے پر کوڑھ کے دھبوں کے علاوہ بڑے بڑے آبلے بھی نظر آ رہے تھے۔ میرے جسم پر پھٹا پرانا کپڑا تھا' ویسا ہی جیسا فقیروں کے جسم پر ہوتا ہے۔

میں کچھ دیر تک آنکھیں بند کئے چیختا رہا پھر مجھے پاربتی کا وہ برتاؤ یاد آ گیا جو اس نے بھیروی کے روپ میں آنے کے بعد مجھ سے کیا تھا۔ میں تڑپ کر رہ گیا۔ مجھے اس وقت خود اپنی حالت پر ترس آ رہا تھا۔

میں کیا تھا اور کیا بن گیا اور یہ سب کچھ موہن لال کی وجہ سے ہوا تھا ئہ نہ میرے من میں اس سے انتقام لینے کا خیال پیدا ہوتا نہ میں آج اس کسمپرسی کی کیفیت سے دو چار ہوتا۔

''یہ سب اسی کمینے کی وجہ ہوا تھا۔ میں اس مردود موذی کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔'' میں نے دیوانوں کی طرح چلا کر کہا پھر میں دل بھر کر موہن لال اور دیوی دیوتاؤں کی شان میں برا بھلا کہنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ مجھے پاربتی کو دیے ہوئے اپنے وچن کا دھیان آ گیا میں نے خود سے کہا۔

''سنبھلو کرشن کمار' یہ تمہاری پرکشا کا سمے ہے۔ اب بھی اگر تم نے من کا کھوٹ دور نہ کیا تو پھر تمام جیون تم اسی طرح تڑپ تڑپ کر گزارو گے۔''

''دیوی۔'' میں دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ کر چیخ پڑا اور

بلک بلک کر رونے لگا۔ ہوش میں آنے پر میں نے خود کو جس جگہ پایا' وہ ایک ویران میدان سا تھا۔ جہاں میرے سوا کوئی نہ تھا' ہر طرف ہو کا عالم تھا مجھے یہ بھی معلوم نہ تھا کہ وہ جگہ کون سی ہے۔ بہر حال اتنا ضرور جان گیا تھا کہ پاربتی دیوی نے مجھے کشٹ دینے کے بعد اپنے بیروں کے ساتھ یہاں پھنکوادیا ہوگا۔

بڑی دیر تک میں اپنی حالت پر پھوٹ پھوٹ کر روتا رہا پھر میرے دل نے مجھے سمجھایا۔

''کرشن کمار' تم نے دیوی کو ناراض کر کے یہ پریشانیاں مول لی ہیں۔ اب تمہاری مکتی اسی میں ہے کہ مرد بن کر حالات کا مقابلہ کرو اور دیوی کی ناراضگی دور کرنے کا اپائے سوچو۔''

دل میں اس خیال کے آتے ہی میں نے آنکھیں کھول دیں۔ قرب جوار پر نظر ڈالی جہاں ہر طرف ویرانی برس رہی تھی۔ میرا جوڑ جوڑ درد

کے مارے پھٹا جا رہا تھا۔ میرے زخموں میں شدید ٹیسیں اٹھ رہی تھیں لیکن میں ہمت کر کے کراہتا ہوا اور بغیر سوچے سمجھے ایک سمت قدم اٹھانے لگا۔ مجھے اپنے پیروں پر اپنا بوجھ سنبھالنا بھی دشوار تھا۔ پیاس کے مارے سوکھے ہوئے حلق میں کانٹے سے پڑ رہے تھے لیکن اس وقت بھوک پیاس سے زیادہ مجھے کوڑھ سے پھوٹنے والا زخم پریشان کر رہا تھا۔ اگر میرے بس میں ہوتا تو میں اپنی زندگی کے شیرازے کو خود اپنے ہاتھوں سے منتشر کر دیتا لیکن مجھے معلوم تھا کہ اب میری زندگی پاربتی کی مہان شکتی کے بس میں ہے اور اگر میں نے کوئی غلط قدم اٹھانے کی کوشش کی تو مہان دیوی کا کہا پورا ہو کر رہے گا مجھے تمام زندگی کوڑھی کی حیثیت سے گزارنی پڑے گی۔ میں انہی پریشان کن خیالات کے ہجوم میں گھرا آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا آگے بڑھ رہا تھا کہ اس ویرانے میں کسی کے قہقہے کی آواز سن کر رک گیا۔

گھوم کر دیکھا تو سونا گھاٹ کا پراسرار پجاری موہن لال میرے سامنے سینہ تانے کھڑا قہقہے لگا رہا تھا۔ بے بسی کے احساس کی شدت سے مجھے اپنی پلکوں کے نیچے گھپ اندھیرا لپکتا محسوس ہو رہا تھا۔ میرا ذہن چکرانے لگا تھا کہ موہن لال کی پاٹ دار آواز ابھری۔

''مہاراج۔ کہاں کو سدھار رہے ہو۔''

''جہاں تقدیر لے جائے۔'' میں نے پاربتی کو یاد کرتے ہوئے بڑے نرم لہجے میں جواب دیا۔

''اچھا۔'' موہن لال زہر خند لہجے میں بولا ''آج تو تم منش جیسی باتیں کر رہے ہو۔''

''سمے سمے کی بات ہے موہن لال۔''

''کوئی بپتا تو نہیں آپڑی تم پر۔'' موہن لال نے بدستور مسکراتے ہوئے مجھ پر طنزیہ کہا۔

''میں اسے پیتا نہیں بلکہ مہان دیوی کی کرپا کہوں گا۔''

''پرنتو تم نے دیوی کے پریم کو بدنام کرنے کی کوشش کی تھی پھر اب دیوی کے گن کیسے گانے لگے۔''موہن لال میرا مضحکہ اڑاتے ہوئے بولا۔

مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے ذہن میں آندھیاں چل رہی ہوں۔ حالات نے مجھے موہن لال کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ضرور کر دیا تھا لیکن ابھی میرا خون اتنا سرد بھی نہیں پڑا تھا کہ وہ جوش نہ مارتا عین اسی وقت جب میں موہن لال کو کوئی سخت جواب دینے والا تھا میرے دماغ میں معاً یہ خیال ابھرا کہ کہیں موہن لال مجھے غصہ دلانے کی کوشش تو نہیں کر رہا ہے۔ یقیناً ایسا ہی ہے۔ پاربتی نے مجھے کشٹ دیتے وقت یہی کہا تھا کہ میں اس کی سزا کے اس امتحان میں کامیاب نہ ہوا تو وہ مجھے کبھی معاف نہ کرے گی۔

''ہوسکتا ہے کہ موہن لال میرا امتحان لے رہا ہو۔'' میں نے سوچا اور آہستہ سے بولا۔

''موہن لال۔'' جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ وہ میری بھول تھی۔ میں نے دیوی کو دکھ پہنچا کر یقیناً پاپ کیا تھا جس کی سزا مجھے اس حال میں مل رہی ہے۔

''کیسی باتیں کرتے ہو مہاراج۔ تم تو مہان شکتی کے مالک ہو۔'' موہن لال نے میرے زخموں پر نمک پاشی کرتے ہوئے کہا ''شیو جی مہاراج' پاربتی دیوی اور گنیش دیوتا کا جاپ پورا کر لینے کے بعد تو تمہارے شریر میں بلوانوں جیسی شکتی آ گئی ہے اور وہاں تم نے میرے چیلے ارجن مہاراج کو بھی تو اپنی شکتی سے نیچا دکھایا تھا اور نرملا کی سندرتا کو بھی بگاڑ دیا تھا۔ کیا تمہیں وہ ساری باتیں یاد نہیں ہیں مہاراج۔''

''مجھے سب کچھ یاد ہے موہن لال۔'' میں نے سرد آہ بھر کر جواب

دیا۔

''پھراب کس بات کی چنتا بیاکل کررہی ہے تمہیں۔''موہن لال نے زہریلی مسکراہٹ اپنے ہونٹوں پر بکھیرتے ہوئے کہا''کوئی منتر پڑھ کراپنے شریر کی اس بدصورتی کو بھی سندرتا میں بدل ڈالو۔''

''اب وہ سمے بیت چکا ہے موہن لال۔''میں نے بدستور نرمی سے جواب دیا''تم نے سچ کہا تھا کہ دیوی نے میری شکتی واپس لی ہے۔''

''اچھا۔۔پھراب کیاوچار ہیں تمہارے۔''موہن لال نے پوچھا۔

''میں کوشش کروں گا کہ دیوی کودوبارہ راضی کرلوں۔''

''مجھے وشواس ہے کہ دیوی تمہیں اوش شما کردے گی۔پرمیرے بارے میں کیاخیال ہے تمہارا۔''موہن لال نے میرے الفاظ چباتے ہوئے کہا پھر مجھے حقارت بھری نظروں سے گھورتا ہوابولا''کیا کھوئی ہوئی شکتی واپس پراپت کر کے تم پھر مجھے نیچا دکھانے کی کوشش

کرو گے۔''

''اس کا جواب تو آنے والا سمے ہی دے سکتا ہے۔'' میں دبی زبان میں بولا۔

''مہاراج۔'' کیا اب تمہارے اندر اتنی شکتی بھی باقی نہیں رہی کہ تم کل کے بارے میں کوئی وچار کر سکو۔

''موہن لال' میرے پاس دیوی کے شبھ نام کے سوا اور کچھ بھی باقی نہیں رہا۔''

''دھنے ہو دیوی کی۔ جس نے تمہیں منش بنا دیا۔'' موہن لال نے اس بار مسکرا کر قدرے نرمی سے کہا'' اس سمے تم کہاں جا رہے تھے۔''

''یہ تو میں خود بھی نہیں جانتا۔'' میری آنکھوں سے تھمے ہوئے آنسو جھلک پڑے۔

''چچ۔۔۔چچ۔۔تم نیر کیوں بہاتے ہو کرشن کمار۔''

''موہن لال بولا جب اس سمے تمہارا گرو تمہارے پاس ہے تو پھر کسی بات کی چنتا کرنے کی کیا ضرورت ہے، مانگو کیا مانگتے ہو۔''

میں نے کوئی جواب نہ دیا۔ اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لیے۔ موہن لال کچھ دیر چپ چاپ کھڑا مجھے کینہ توز نظروں سے گھورتا رہا پھر میرے کچھ اور قریب آ کر بولا۔

''کرشن کمار، تم نے مجھے سمجھنے میں غلطی کی۔۔ یاد ہے تمہیں جب میں نے کہا تھا کہ ایک دن تم میرے چرن چھو کر مجھ سے دیا کی بھکشا مانگو گے پرنتو میں تمہیں شما نہیں کروں گا۔''

''ہاں۔۔ مجھے یاد ہے۔'' میں نے خون کا گھونٹ پی کر جواب دیا۔ میرے زخموں میں ہونے والی ٹیسیں ہر لمحے بڑھتی جا رہی تھیں۔

''آج وہ سمے آ گیا ہے۔ پرنتو تم چنتا نہ کرو۔ کمزوروں پر وار کرنا پجاریوں کو شوبھا نہیں دیتا۔'' موہن لال میرے چہرے پر نظر جماتے

ہوئے بولا"تم اگر ایک اچھے سیوک کی طرح چرن چھو کر دیا کی بھکشا مانگو تو میں تمہارا گرو ہونے کے کارن تمہاری سہائتا اوش کروں گا۔"

"موہن لال۔"میں تلملا کر بولا"کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ تم میری سہائتا کرنے کے بجائے میرا جیون ختم کردو۔"

"میں تمہاری یہ آشا اوش پوری کردیتا کرشن کمار پرنتو دیوی کی آگیا ہے جب تک تم اپنی سزا پوری طرح بھگت نہیں لیتے میں تمہاری یہ آشا پوری نہیں کرسکتا اور دیوی کی آگیا کا پالن کرنا میرا دھرم ہے۔"

دیوی کا نام درمیان میں آیا تو مجھے ایک بار پھر اپنے اچھے دن یاد آگئے میں کیا تھا اور کیا بن گیا۔ بہر حال مجھے چونکہ اپنی کھوئی ہوئی طاقت حاصل کرنی تھی اس لیے میں مجبوراً لنگڑاتا اور کراہتا ہوا آگے بڑھا اور موہن لال کے ناپاک قدموں کو پکڑ کر بولا۔

"موہن لال' سمے نے مجھے مجبور کر دیا ہے کہ میں تمہارے چرن چھو کر

تم سے سہائتا کی بھیک مانگوں۔''

''تمہارے من میں اب بھی کھوٹ ہے کرشن کمار۔'' موہن لال مجھے گھور کر بولا ''پر دیوی کی آگیا کے انوسار میں تمہاری سہائتا کرنے کو تیار ہوں۔ بولو کیا چاہتے ہو تم۔''

''میں اس وقت کہاں ہوں؟ میں نے ڈوبتی آواز میں پوچھا۔

''تم اس سمے تبت کی پہاڑیوں کی ایک ویران گھاٹی میں ہو۔'' موہن لال نے سرد آواز میں کہا ''یہاں سے تمہارا زندہ کسی آبادی تک پہنچنا بہت کٹھن ہے۔''

''کیا تم بھی مجھے یہاں سے کہیں اور نہیں لے جا سکتے۔'' میں نے گڑ گڑاتے ہوئے موہن لال سے پوچھا۔ تبت کی پہاڑیوں کا نام سن کر ایک لمحے کے لیے بھیانک موت کا تصور مجھے تڑپا گیا تھا۔

''اگر موہن لال اپنے خاص چیلے کی سہائتا نہ کرے گا تو اور کون کرے

گا۔''موہن لال گردن اکڑا کر بولا''کہو کہاں جانے کی آشا ہے تمہارے من میں۔''

''کیا تم مجھے اجودھیا پہنچا سکتے ہو۔''میں نے کہا''میں رام چندر جی کی اس جنم بھومی میں جا کر کچھ دن چاہتا ہوں۔''

''چلو آؤ میرے ساتھ۔''

موہن لال میرا بازو تھام کر کھڑا ہو گیا اور آگے بڑھنے لگا۔زخموں اور آبلوں میں ہونے والی تکلیف کی شدت مجھے بے چین کر رہی تھی لیکن میں اسے برداشت کرتا ہوا آگے بڑھتا رہا پھر اچانک میں نے دیکھا کہ میں اجودھیا کے انہی کھنڈرات میں کھڑا ہوں جہاں میں نے چالیس دنوں تک تن تنہا بیٹھ کر پاربتی دیوی اور گنیش دیوتا کے لیے جاپ کیا تھا۔موہن لال میرے سامنے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

''موہن لال۔''میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا''میں تمہارا یہ

احسان سارا جیون یاد رکھوں گا۔''

''چلتے چلتے میں تمہارے اوپر ایک اور احسان کر دوں کرشن کمار۔ اگر تم مکتی چاہتے ہو تو گنیش دیوتا کی پوجا شروع کر دو۔ تمہیں شاید نہیں معلوم کہ گنیش دیوتا سارے چھوٹے دیوتاؤں کا سردار ہے اور مہان دیوی نے اسے اپنے پوتر شریر کے میل سے پتلا بنا کر جنم دیا ہے۔''

''میں سب کرنے کو تیار ہوں۔''

''او ہاں ایک بات اوش یاد رکھنا کرشن کمار۔ ناری کے سندر جال سے ہمیشہ دور رہنا۔''

اتنا کہہ کر موہن لال میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ میں نے ویران کھنڈروں پر ایک نظر ڈالی۔ دور اس بڑے مندر کا کلس دکھائی دے رہا تھا جہاں ملاقات ارجن سے ہوئی تھی۔ گزرے ہوئے واقعات یکے بعد دیگرے میرے ذہن میں ابھر رہے تھے۔

اور میں ایک کوڑھی کی شکل میں اپنے بدنما جسم کو سمیٹے ہوئے لنگڑاتا ہوا بمشکل تمام مندروں کی اس پراسرار بستی کی جانب بڑھ رہا تھا۔

میں بڑے مندر کے کلس پر نظریں جمائے میں گزری ہوئی باتیں یاد کر رہا تھا اور میرا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ اس دن وہ تھا جب میں مہان شکتی کا مالک تھا۔ میرے شریر میں خون کی بجائے لاوا دوڑتا تھا۔ میرے ایک اشارے پر تناور درخت خس و خاشاک کی طرح جل کر راکھ کا ڈھیر بن جاتے تھے۔ پاربتی کے سیوک، گنیش کا بھگت اور پنڈت پجاری سب مجھے کرشن کمار مہاراج کے شبھ نام سے پکارتے تھے لیکن آج میری حیثیت ایک کوڑھی جیسی تھی۔ جس کے جسم پر بڑے بڑے آبلے پڑے ہوئے تھے اور ان سے رستی ہوئی پیپ کا نا قابل برداشت تعفن میرے دماغ کو پھاڑے ڈالتا تھا۔ آج مجھے اس بستی میں دیکھ کر کسی سادھو، پنڈت یا پجاری نے ہاتھ جوڑ کر پرنام نہیں کیا

بلکہ وہ مجھے دیکھتے تو ناک پر ہاتھ رکھ کر کترا کر نکل جاتے تھے اور آج۔ آج مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میری شریانوں میں خون یا لاوے کی بجائے گندا پانی بہہ رہا ہے۔ جس نے میرے جسم کی ساری قوت کو سڑا گلا کر رکھ دیا ہے۔

میں اپنے جسم کے بوجھ کو اپنی ناتواں ٹانگوں پر گھسیٹتا ہوا جب بڑے مندر کے قریب بستی میں داخل ہوا تو ننگ دھڑنگ سادھو اور مندر کے پجاری مجھے حقارت بھری نظروں سے گھورنے لگے جیسے ان کے لیے کوئی عجوبہ ہوں۔ مندر کی اونچی سیڑھیوں پر کھڑی دیوداسیاں بھی مجھے نفرت سے دیکھ رہی تھیں۔ میں ایک لمحے کے لیے رک گیا۔ مجھے وہ زمانہ یاد آ گیا جب میں نے اسی بستی میں بڑے مندر کے ایک مہان پجاری اور موہن لال کے چیلے ارجن کو اپنی شکتی کے زور سے موت کے گھاٹ اتار دیا تھا اور نرملا پجاری کو شکست دے کر اس کی سندرتا بگاڑ

دیا تھا۔

گزرے ہوئے واقعات یکے بعد دیگرے میرے ذہن میں ابھرتے رہے۔ چند لمحے تک میں اپنے ماضی کے بارے میں سوچتا رہا مگر ماضی کی ان یادوں میں کیا رکھا تھا۔ سب کچھ بگڑ چکا تھا۔ سب کچھ ختم ہو چکا تھا۔ میں کہاں سے کہاں آ گیا تھا۔ میں نے ماضی کو اپنے ذہن سے نکالتے ہوئے آگے بڑھنے کا ارادہ کیا تھا کہ دس بارہ ہٹے کٹے دھڑ نگ سادھو جنہوں نے اپنے جسم پر بھبھوت مل رکھا تھا لپک کر میرے قریب آ گئے اور حقارت سے بولے۔

''کون ہو تم اور مندر کی اور (سمت) کیا لینے جا رہے ہو؟''

''بھائیو۔'' میں نے بجھی ہوئی آواز میں مخاطب کرنے والوں کو دیکھتے ہوئے کہا ''میرا نام کرشن کمار ہے اور بڑے مندر کے گنیش دیوتا کی پوجا کرنے کے کارن یہاں آیا ہوں۔''

''تم کرشن کمار ہو؟'' ایک سادھو نے تعجب سے سوال کیا پھر آنکھیں پھاڑ کر مجھے یوں دیکھنے لگا جیسے اسے میرے بیان پر یقین نہیں آیا ہو۔

''ہاں میں وہی کرشن کمار ہوں جو تمہاری اس بستی میں ایک بار پہلے بھی آ چکا ہے۔'' میں نظریں نیچی کر کے بولا۔

''تم جھوٹ بکتے ہو۔۔ تم کرشن کمار نہیں ہو سکتے۔'' ایک سادھو نے غصیلی آواز میں کہا۔

''کرشن کمار تو مہان شکتی کا مالک تھا۔'' دوسرا بولا۔

''یہ ضرور کوئی چور اچکا ہے جو مندر میں چوری کے ارادے سے آیا ہے۔'' تیسرے نے کڑک کر مخاطب کیا۔

''بھائیو! میرا وشواس کرو۔ میرا نام کرشن کمار ہے۔'' میں نے ہونٹ چباتے ہوئے آہستہ سے جواب دیا۔

''ہم تمہارے کہنے پر وشواس کر لیں۔'' ایک سادھو نے مجھے سر تا پا

گھورتے ہوئے کہا ''کہاں تم اور کہاں کرشن کمار مہاراج۔ اس مہا بھگت نے اپنی شکتی کے جور (زور) سے ارجن مہاراج کو بھی مار ڈالا تھا۔''

''وہ کرشن کمار میں ہی ہوں۔ پرنتو پاربتی دیوی کے دیے ہوئے کشٹ نے میری یہ حالت کر دی ہے اور اب میں یہاں گنیش دیوتا کی پوجا۔''

ایک سادھو میری بات کاٹتے ہوئے بولا ''اگر دیوی نے تمہیں ٹھکرا دیا تو پھر تم یہاں کیا لینے آئے ہو۔ اس پوتر استھان پر تمہارے جیسے اپرادھی کے لیے کوئی جگہ نہیں۔''

''جاؤ کہیں اور جا کے منہ کالا کرو۔'' دوسرے نے حقارت سے کہا۔

''سنو مہاشے! اگر تم نے ہمارے پوتر مندر میں اپنے گندے چرن رکھنے کا وچار بھی کیا تو ہم تمہاری ٹانگیں توڑ ڈالیں گے۔'' تیسرا خونخوار لہجے میں غرایا۔

''جیون پیارا ہے تو اسی سے لوٹ جاؤ۔'' چوتھے نے اسی تلخ انداز میں کہا۔

''بھائیو! میں نے دیوی کو ناراض ضرور کیا ہے۔ پرنتو مجھے پورا وشواس ہے کہ گنیش دیوتا کے چرن چھونے سے دیوی مجھے اوش شما کر دے گی۔ یوں بھی مندر میں تو سبھی جا سکتے ہیں۔۔ کیا اپرادھی اور کیا بھگت۔'' میں نے دبی زبان میں جواب دیا تو یکلخت سارے سادھو مجھ پر ٹوٹ پڑے۔

میں درد کی شدت سے چلاتا رہا۔ حلق پھاڑ پھاڑ کر ان ہٹے کٹے سادھوؤں سے رحم کی بھیک مانگتا رہا لیکن ان سخت دل لوگوں نے میری ایک نہ سنی۔ وہ مجھے بے دردی سے مارتے رہے۔ میں زمین پر پڑا اس سے تک ہاتھ پاؤں مارتا رہا جب تک میرے ہوش قائم رہے پھر مجھے کچھ یاد نہ رہا۔ تشدد کی انتہا نے میرے ہوش و حواس گم کر دیے

تو میں بے ہوش ہو گیا۔ بے ہوشی کی کیفیت میں ان دھرماتماؤں نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا' مجھے کچھ یاد نہیں۔ کیوں اتنا ضرور یاد ہے کہ جب میری آنکھ کھلی تو میں نے مندروں سے دور ایک غلیظ مقام پر خود کو پڑا پایا۔ میرے چاروں طرف تعفن تھا۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں مندروں کی بستی شروع ہوئی تھی۔ مجھے پجاریوں نے اکٹھا کر کے یہاں پھینک دیا تھا۔ اس کے بعد میں نے اپنے نحیف و نزار جسم کو کئی مرتبہ بستی کے اندر داخل کرنے کی کوشش کی لیکن ہر بار مجھے پجاریوں نے دھتکار کر باہر کر دیا۔ انہوں نے میرے ساتھ بڑا ظالمانہ برتاؤ کیا۔ میں نے لاکھ انہیں اپنے دل کی پاکیزگی اور اپنے نفس کی طہارت کا یقین دلایا لیکن انہوں نے میری بات نہیں سنی۔ میری حالت اس کوڑھی کی سی تھی جس سے چلا بھی نہ جاتا ہو۔ میں نے خودکشی کی کوشش کی مگر مجھے موت بھی نہیں آئی۔ زخموں کی تکلیف نے

مجھے کہیں کا نہ رکھا تھا۔ میں ایک نکڑ پر بیٹھا مہینوں لوگوں کی خیرات پر اپنی زندگی کی گاڑی کھینچتا رہا۔ لوگ میرے قریب آتے اور نفرت سے ہونٹ سکوڑتے ہوئے میرے کشکول میں روٹی اور پیسے ڈال جاتے۔ میری حیثیت کسی کتے سے مختلف نہ تھی۔ جب سردی آتی تو میرے پاس پھٹے پرانے کپڑوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ میں نے ٹاٹ سے اپنے جسم کو ڈھانپا۔ اپنی اس اذیت ناک زندگی کا تصور کر کے آج بھی میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اف کیسے قیامت خیز دن تھے وہ ایسی اذیت میں خدا کسی کو نہ ڈالے۔

یہ کیسا امتحان تھا اور میں نے ایسا کیا قصور کیا تھا۔۔ کہ ہر وقت بے چین رہتا تھا۔ میں جب پاربتی کا نام لیتا تھا تو اتنا ضرور ہوتا تھا کہ مجھے سکون مل جاتا تھا۔ غرض کہ بے غیرتوں کی طرح بستی کے باہر ایک غلیظ ترین جگہ کے نکڑ پر میں نے چھ سات سال گزار دیئے اور ایک بار

پھر کوشش کی کہ میں بڑے مندر میں داخل ہو جاؤں۔ اس بار پھر پجاریوں نے مجھے مارا پیٹا۔ میں وہاں سے نہیں ہٹا تو انہوں نے مجھ پر لاتوں اور مکوں کی بارش کر دی۔ میں اس تشدد کی تاب نہ لا سکا اور بے ہوش ہو گیا۔ مجھے یقین تھا کہ کسی دن میری حالت پر ترس کھا کر سادھو مجھے بڑے مندر میں داخل ہونے کی اجازت دے دیں گے اور یہی ہوا۔ اس بار سادھوؤں کو مجھ پر ترس آ گیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے خود کو ایک کٹی کے فرش پر پڑا ہوا پایا جہاں بہت سارے سادھو اور پجاری موجود تھے۔ ان سادھوؤں اور پجاریوں کی آنکھوں میں اپنے لیے نفرت کا جذبہ دیکھ کر میں نے خوف کے مارے جلدی سے آنکھیں بند کر لیں اور سوچنے لگا کہ دیکھیں اب وہ ظالم ساتھ کیسا برتاؤ کرتے ہیں۔ ابھی میں نے آنکھیں بند ہی کی تھیں کہ کسی نے مجھے مخاطب کیا۔

"کرشن کمار آنکھیں کھولو۔ اب تمہیں کوئی کشٹ نہیں دے گا۔"

میں نے آنکھیں کھول کر آواز کی سمت گردن گھمائی تو دیکھا کہ ایک لمبا تڑنگا پجاری اپنے ہاتھ میں ایک لمبی مالا لئے کھڑا مجھے بغور دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایسی بھیانک سرخی موجود تھی جیسے پتلیوں کی اوٹ میں شعلے بھڑک رہے ہوں۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پا کر اس نے کہا۔

''ہم کو کھبر مل چکی ہے کرشن کمار کہ تمہارے اوپر کیا بیتی ہے۔ اور تم کو یہاں کون لایا ہے۔''

''مجھے یہاں موہن لال جی مہاراج لائے ہیں۔'' میں نے ڈرتے ڈرتے جلدی سے کہا'' تو لمبا تڑنگا پجاری زہر خند لہجے میں بولا۔

''گرودیو نے مجھے بتا دیا ہے کہ تم یہاں کس کارن آئے ہو۔ میں تمہیں گنیش دیوتا کی پوجا کی اجازت دے سکتا ہوں۔ پرنتو ایک بار تم اپنے من کو ٹٹول کر دیکھ لو کہیں کوئی کھوٹ باقی نہ رہ گیا ہو۔''

''میں وچن دیتا ہوں مہاراج کہ اب مجھ سے کوئی بھول نہیں ہوگی۔''

میں نے گڑگڑا کر جواب دیا۔
''منش جات کا کوئی بھروسا نہیں کرشن کمار۔'' لمبے تڑنگے پجاری نے مغرور لہجے میں مجھے مخاطب کیا'' پہلے تم افضل بیگ تھے' شکتی کی اچھا (خواہش) اور استری کے پریم نے تم کو دھرم چھوڑنے پر مجبور کیا تو تم افضل بیگ سے کرشن کمار بن گئے پھر دیوی اور موہن لال جی مہاراج کی کرپا سے تم نے مہان شکتی پراپت کر لی تو دھرتی پر بسنے والے تمام منش تم کو کیڑے مکوڑے نظر آنے لگے۔ تم نے ہمارے گرو دیو کو بھی للکارا تھا۔ مہان دیوی کی پوجا جات پر بھی کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی تھی اور جب دیوی کے کشٹ نے تمہیں کوڑھی بنا دیا تو پھر اس کی چرن پوجا پر تیار ہو گئے پھر سوچ لو کرشن کمار کہیں کھوئی ہوئی شکتی پا کر تم ایک بار پھر۔۔۔''
''نہیں۔۔نہیں۔'' میں پجاری کی بات کاٹ کر تیزی سے بولا'' اب

مجھ سے ایسی بھول کبھی نہیں ہوگی۔ میں وچن دیتا ہوں کہ اگر دیوی نے میری بھگتی سویکار کر لی تو میں سارا جیون اسی کے گن گاؤں گا۔ مجھے شکتی نہیں چاہیے۔ مجھے شانتی چاہیے۔ میرا من شانت ہے۔''

''اور موہن لال جی مہاراج کے بارے میں کیا وچار ہیں تمہارے۔'' پجاری نے زہر لہجے میں پوچھا۔

موہن لال جی میرے اوپر کرپا کی ہے اسے بھی میں سارا جیون یاد رکھوگا۔'' میں نے کراہتے ہوئے جواب دیا ''میرا سارا جسم پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔ کچھ دیر پیشتر ہٹے کٹے سادھوؤں نے جس بری طرح مجھے مارا تھا اس سے میرا جوڑ جوڑ الگ ہو کر رہ گیا تھا۔ جگہ جگہ سے پیپ اور خون بہہ رہا تھا۔ میری حالت اس زخمی کبوتر کی طرح تھی جس کے پر کترا سے خونخور بلیوں کے درمیان ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہو۔

لمبا تڑنگا پجاری مجھے قہر آلود نظروں سے دیکھتا رہا پھر مسکرا کر بولا۔
''کرشن کمار! تم اس سے کیلاش ناتھ سے بات کر رہے ہو جو من کی باتوں کو پڑھنے کی شکتی بھی رکھتا ہے پر گرو دیوی آ گیا یہی ہے کہ تمہیں گنیش دیوتا کی پوجا سے نہ روکا جائے۔ اس لیے اب تمہیں چنتا کی ضرورت نہیں۔ پرنتو اتنا اوش دھیان میں رکھنا کہ میں ارجن مہاراج نہیں ہوں۔''
کیلاش ناتھ نے جس طنزیہ لہجے میں ارجن کا نام لیا تھا' اسے میں نے بہت محسوس کیا مگر محسوس کرنے کا وقت کہاں تھا اور میرے ارد گرد کھڑے ہوئے ننگ دھڑنگ سادھو مجھے گھورتے رہے۔ چند لمحے کٹی میں سکوت طاری رہی۔
پھر کیلاش ناتھ نے اپنی سرخ آنکھوں کو پھیلاتے ہوئے کہا'' کرشن کمار! دیوی نے جو کشٹ تمہیں دیا وہ تمہیں اوش جھیلنا ہو گا اور جو

کٹھنائیاں تمہارے بھاگ میں لکھی جا چکی ہیں وہ بھی ضرور پوری ہوں گی۔ پرنتو تم اس گندی حالت میں ہمارے پوتر مندر میں قدم نہیں رکھ سکو گے۔"

"پھر۔" میں نے کراہ کر پوچھا "کیا مجھے گنیش دیوتا کی پوجا کی اجازت نہیں دو گے؟"

"کیلاش ناتھ اپنے دیے ہوئے وچن کو اوش پورا کرے گا پرنتو اس کا صرف ایک ہی اوپائے ہے۔"

"وہ کیا؟"

"تمہیں میرے چرنوں کو چھو کر مہان دیوی کے نام پر ڈنڈت کرنا ہو گا۔"

کیلاش ناتھ کا رویہ میرے لیے ناقابلِ برداشت تھا لیکن اپنی موجودہ اذیت سے نجات کے لیے میں ہر حکم کی تعمیل کے لیے کرشن کمار

مہاراج سے چرن چھونے کی عزت حاصل کر رہا ہے۔ اس کے اس بچکانا حکم سے انکار کی صورت میں مجھے پھر تشدد کی نذر ہونا پڑا۔ چنانچہ میں کراہتا ہوا اپنے جسم کے ناقابل برداشت بوجھ کو زمین پر گھسیٹتا ہوا اس کے قریب گیا اور اس کے پاؤں پکڑ کر بولا۔

''کیلاش ناتھ' میں اپرادھی ہوں مجھے شما کر دو۔ میں پاربتی کے شبھ نام پر تمہارے چرنوں پر سر رکھ کر تم سے کرپا کی بھکشا مانگتا ہوں۔''

''تم نے مہان اور پوتر دیوی کے نام پر بھکشا مانگی ہے کرشن کمار' اس لیے میں دیوی کے ایک سیوک کے ناتے سے تمہاری یہ اچھا ضرور پوری کروں گا۔ اٹھو۔ اپنے قدموں پر کھڑے ہو جاؤ۔''

کیلاش ناتھ کا یہ جملہ سن کر مجھے اپنی بے بسی پر رونا آ گیا۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ میرے شریر میں بھلا اتنی شکتی کہاں کہ میں اپنے پیروں پر اپنا بوجھ اٹھا کر کھڑا ہو سکوں کہ اچانک صندلی خوشبو کا ایک

جھونکا آیا اور میرے ذہن کو معطر کر کے گزر گیا۔ دوسرے ہی لمحے مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے بدن میں نئی طاقت آ گئی ہو۔ میں نے نظریں اٹھا کر کیلاش ناتھ کو دیکھا جو آنکھیں بند کئے کھڑا مالا کو تیز تیز جپ رہا تھا اور اس کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ غالباً وہ میرے ہی لیے کوئی جاپ کر رہا تھا۔ میں ایک لمحے کے لیے کیلاش ناتھ کو دیکھتا رہا پھر اچانک میری نظر خود اپنے جسم پر پڑی تو خوشی کے مارے میری آنکھیں بھر آئیں۔ میرے جسم پر اب نہ وہ آبلے نظر آ رہے تھے اور نہ ہی پیپ بہہ رہی تھی جس کے تعفن نے کچھ دیر پہلے تک میرے دماغ کو سڑا رکھا تھا۔ میرا سارا جسم بے داغ تھا۔ میرے بدن میں عام انسانوں جیسی طاقت موجود تھی اور یہ سب کچھ یقیناً کیلاش ناتھ کی بدولت ہوا تھا جو اب تک آنکھیں بند کئے غالباً پاربتی سے لو لگائے ہوئے تھا۔ مجھے غیر معمولی ماورائی قوت حاصل ہونے کے بعد اتنی

مسرت محسوس نہ ہوئی تھی جتنی صحت کی بحالی سے ہوئی۔ میں نے دنیا کے کسی انتہائی حقیر اور غلیظ ترین شخص کی طرح اپنی زندگی کے سب سے کربناک سب سے ہولناک دن کاٹے تھے۔ میں تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ دوبارہ میں اس صحت کو حاصل کرسکوں گا جس پر کسی زمانے میں فخر کرتا تھا مگر یہ حقیقت تھی۔ میں اپنی پرانی وضع میں آ گیا تھا۔ میں ایک مست انگڑائی لے اٹھا اور کیلاش ناتھ کے حکم کے مطابق جلدی سے اٹھ کر اپنے پیروں پر کھڑا ہوگیا۔ ننگ دھڑنگ اور ہٹے کٹے سادھوؤں اور پنڈت جن کی نظروں میں کچھ دیر پہلے تک حقارت اور نفرت تھی اب ان کی پھٹی پھٹی آنکھوں سے حیرت ٹپک رہی تھی۔

کچھ دیر بعد کیلاش ناتھ مالا چلنی بند ہوگئے۔ اس نے آہستہ آہستہ آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا پھر مسکرا کر بولا ''کرشن کمار دھن ہو دیوی کی جس نے تمہاری اچھا پوری کردی۔ اب تم مندر میں جاسکتے ہو۔''

میں نے کیلاش ناتھ کی بات کا جواب دینا چاہا لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ تیزی سے پلٹ کر میں کٹی سے باہر آ گیا۔ لمبے لمبے پاؤں مارتا مندر کے کنوئیں پر جا کر اشنان کیا۔ پھر دوڑتا ہوا مندر کے اندر گیا اور گنیش دیوتا کے بت کے سامنے جا کر ڈنڈوت کرنے لگا۔ پاربتی کے جسم سے پھوٹنے والی خوشبو کے جھونکے نے مجھے اس بات کی امید دلا دی تھی کہ وہ اب بھی مجھ پر کرپا کرے گی اور میں ایک بار پھر اپنی کھوئی ہوئی شکتی حاصل کر لوں گا۔ اس خوشی کے احساس کے تحت نہ جانے کتنی دیر تک میں گنیش دیوتا کے بت کے سامنے سر جھکائے رہا اور نہ جانے کیا کیا جاپ کرتا رہا اور پھر جب میں اٹھا تو میں نے دیکھا کہ ایک خوب صورت اور نازک دیوداسی اپنے ہونٹوں پر حسین مسکراہٹ لیے میرے استقبال کو کھڑی ہے۔ معاً مجھے پاربتی دیوی کا دھیان آ گیا جس نے کشٹ دیتے سمے مجھے باور کرایا تھا کہ میں عورت ذات سے

دور رہوں۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے کترا کر نکل جانا چاہا لیکن وہ دیوداسی تیزی سے میرے راستے میں حائل ہوگئی اور مسکرا کر بولی۔

''گھبراؤ نہیں مہاراج' میں مندر کے مہان پجاری کیلاش ناتھ جی کی آگیا کے انوسار تمہاری سیوا میں آئی ہوں۔ پجاری مہاراج نے کہا ہے کہ آج سے مجھے تمہاری سیوا کرنی ہوگی اور تمہارے سکھ چین کا خیال رکھنا ہوگا۔''

''کیا نام ہے تمہارا؟'' میں نے دیوداسی سے درشت لہجے میں سوال کیا۔

''داسی کو لاجونتی کہتے ہیں مہاراج۔''

''ہوں۔'' میں بدستور کھڑے ہوئے لہجے میں بولا ''سنو لاجونتی۔ مجھے تمہاری سیوا کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں اگر ہو سکے تو تم مہان پجاری سے کہہ کر میرے یہاں رہنے کا کوئی بندوبست کرادو تاکہ میں

دیوی دیوتاؤں کے گیان دھیان میں مگن رہوں۔''

''پجاری مہاراج نے تمہارے لیے ایک کٹی خالی کرادی ہے مہاراج'' لاجونتی نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

''آؤ میرے ساتھ۔''

میں نے اس بار دیوداسی کی بات کو کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے اس کے ساتھ ہولیا۔ اس نے جو کٹی مجھے دکھائی وہ زیادہ بڑی نہ تھی لیکن دوسری کٹیوں سے الگ تھلگ ضرور تھی۔ کٹی کے اندر فرش پر ایک ترپال بچھی ہوئی تھی۔ میں نے ایک سرسری نظر کٹی پر ڈالی اور خاموشی سے آگے بڑھ کر ترپال پر بیٹھ گیا۔

''مہاراج۔۔ مہان پجاری نے کہا ہے کہ اگر تم کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو۔''

''نہیں۔۔ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔'' میں نے بے نیازی سے

جواب دیا۔

''دیوداسی کے لیے اب مہاراج کی کیا آ گیا ہے؟''

لاجونتی نے مجھے مخمور نگاہوں سے دیکھتے ہوئے ایک ادائے دل نواز کے ساتھ دریافت کیا تو میں نے منہ پھیر کر کہا۔

''تم میری چنتا مت کرو۔'' میں اپنا کام خود کرنے کا عادی ہوں۔''

لاجونتی جب میرا جواب سن کر مسکراتی ہوئی باہر چلی گئی تو میں آرام کرنے کے خیال سے ترپال پر لیٹ گیا۔ بڑی دیر تک میں اپنے ماضی اور حال کے بارے میں سوچتا رہا پھر نیند کی آغوش میں گم ہو کر رہ گیا۔ دوبارہ میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ لاجونتی میرا بھوجن لیے بیٹھی ہے۔ میں نے اس سے مخاطب ہوئے بغیر اٹھ کر بھوجن کیا اور اس کے بعد مندر کی طرف چل دیا۔

پاربتی دیوی نے مجھے جو سزائیں دی تھیں، وہ میرے لیے کٹھن ثابت

ہوئی تھیں لیکن مہان شکتی حاصل کر لینے کی دھن نے مجھے تکلیفیں سہنے کا عادی بنا دیا تھا۔

میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ ایک نہ ایک دن ضرور اپنی کھوئی ہوئی شکتی دوبارہ حاصل کرلوں گا۔ چنانچہ میں اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے گیان دھیان میں لگا رہتا اور اسی گیان دھیان میں دو ماہ یوں گزر گئے جیسے ابھی کل ہی کی بات ہو۔ اس عرصے میں لاجونتی میری برابر خدمت کرتی رہی۔ مجھے بخوبی معلوم تھا کہ وہ ایک دیوداسی ہے اور ہندو راج کے مطابق دیوداسی اس عورت کو کہا جاتا ہے جسے مندروں کی بھینٹ چڑھا دیا جائے۔ دیوداسیوں کا کام وہاں ناچنا گانا اور خصوصاً بھجن گانا ہوتا ہے۔ کسی دیوداسی کو بیاہ رچانے کی اجازت نہیں ہوتی اس کا کام خدمت کرنا ہوتا ہے۔

لاجونتی کو کیوں کر مندر کی بھینٹ چڑھایا گیا تھا مجھے اس سے کوئی

سروکار نہیں تھا۔ نہ ہی مجھے اس بات کی کوئی فکر تھی کہ وہ کیوں ہر وقت سائے کی طرح میرے ساتھ لگی رہتی ہے۔ بلاشبہ اس کا شمار دنیا کی حسین ترین لڑکیوں میں کیا جا سکتا تھا۔ وہ نرملا کی طرح حسین تھی۔ اس کی آنکھوں میں ایک عجیب چمک اور اس ہونٹوں پر ہوس انگیز مسکراہٹ کھیلتی رہتی تھی۔ مجھے اس کی اس خدمت اور بھگتی نے بہت متاثر کیا۔ میں نے وہ دن بھی دیکھے تھے جب میں محبت اور ہمدردی کی ایک نظر کے لیے تڑپا کرتا تھا۔ لاجونتی تو ہر وقت میرے اشارے کی منتظر رہا کرتی تھی لیکن میں ماضی سے بہت کچھ سیکھ چکا تھا۔ اب میرے لیے یہی بات مناسب تھی کہ میں لاجونتی کی جانب کسی قسم کا جذباتی خیال لائے بغیر گیان دھیان میں لگا رہوں۔ میں نے اس سے ہمیشہ سخت لہجے میں گفتگو کی اور گنیش دیوتا کی پوجا میں مصروف رہا لیکن ایک روز ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے میرے دل میں لاجونتی

کے لیے ہمدردی کا جذبہ پیدا کر دیا۔ اس رات پورن ماشی کا چاند نیلے آکاش پر چمک رہا تھا۔ مندر کے اندر بھجن گایا جا رہا تھا۔ تمام پنڈت پجاری اور سادھو اپنے اپنے حال میں مست تھے۔ میں اپنی کٹی میں مرگ چھالے پر جسے میں نے کیلاش ناتھ سے حاصل کیا تھا' بیٹھا موہن لال کے بتائے ہوئے ایک منتر کا جاپ کر رہا تھا کہ میں لاجونتی کی چیخ سن کر چونک اٹھا۔ ہر چند کہ میں مندروں کی اس بستی میں رہتے رہتے یہ بات اچھی طرح جان گیا تھا کہ دیوداسیوں کے ساتھ سادھوؤں' پجاریوں اور پنڈتوں کا کیا برتاؤ ہوتا ہے لیکن اس وقت نہ جانے کیوں لاجونتی کی چیخ و پکار کی آواز سن کر میں غصے کی حالت میں مرگ چھالے سے اٹھ کھڑا ہوا اور لپک کر کٹی سے باہر نکل کر اس سمت چلا جدھر سے لاجونتی کی چیخ کی آواز آئی تھی۔ کوئی پراسرار طاقت مجھے اس جانب کھینچے لیے جا رہی تھی۔ میں تیز تیز قدم آگے بڑھاتا رہا پھر

ایک بڑی کٹی کے سامنے پہنچ کر رک گیا۔ یہ کٹی جس کے سامنے میں رکا تھا بڑے مندر کے مہان پجاری کیلاش ناتھ کی تھی جو اس وقت غالباً بھنگ یا تاڑی کے نشے میں چور لاجونتی کی آواز ابھر کر میرے کانوں سے ٹکرائی۔ وہ کیلاش ناتھ سے کہہ رہی تھی۔

''دیا کرو مہاراج' میری راجت کو داغ نہ لگاؤ۔ میں ہاتھ جوڑ کر تمہیں بنتی کرتی ہوں۔''

''مورکھ۔'' کیلاش ناتھ کی لڑکھڑاتی ہوئی آواز ابھری ''تجھے خوش ہونا چاہیے کہ مجھ جیسا مہان پجاری آج تیری سندرتا اور کومل شریر کو سویکار کر رہا ہے۔''

''نہیں۔۔نہیں۔۔یہ بات ہے۔ چھوڑ دو مجھے مہاراج۔ میں ہاتھ جوڑ کر پرارتھنا کرتی ہوں کہ مجھے برباد نہ کرو۔''

''لاجونتی تو یہ کیوں بھول رہی ہے کہ تو ایک دیوداسی ہے۔'' پجاری

کرخت لہجے میں غرایا اور پھر اندر سے کچھ ایسی آوازیں سنائی دیں کہ میں ضبط نہ کر سکا اور بے دھڑک اندر چلا گیا۔

کٹی کے اندر جلتے ہوئے دیے کی روشنی میں، میں نے جو کچھ دیکھا، وہ میرے لیے کوئی انوکھی بات نہ تھی۔ کیلاش ناتھ اس سمے راکھشش کے روپ میں لاجونتی کو نوچ کھسوٹ رہا تھا۔ اچانک اس کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ لاجونتی کو دھکا دے کر اٹھا اور بڑے خونخوار انداز میں میری طرف بڑھا۔

''کرشن کمار، تم اس سمے میری کٹی میں کیوں آئے ہو؟''

''میں لاجونتی کی چیخ پکار سن کر ادھر آ گیا تھا۔'' میں نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے جواب دیا تو پجاری غصے سے سرخ ہو گیا اور گرج کر بولا۔

''کرشن کمار! اگر تمہیں اپنا جیون پیارا ہے تو تم ترنت (جلدی) میری

کٹی سے باہر چلے جاؤ۔نہیں تو میں تمہیں ایسا شراپ دوں گا کہ جیون بھر یاد رکھو گے۔''

''کسی کمزور ناری پر ہاتھ اٹھانا بلوانوں کو شوبھا نہیں دیتا مہاراج۔'' میں روانی میں کہہ گیا''منش تو وہ بلوان کہلاتا ہے جو پتھروں کو موم بنا دے اور۔۔''

''اور اب شاید تیرا سمے پورا ہو چکا ہے جو تو کیلاش ناتھ کے سامنے بولنے کی ہمت کر رہا ہے۔'' کیلاش ناتھ سر تا پا لرز کر بولا۔غصے کی شدت میں اس کے منہ جھاگ ابل رہے تھے۔اس کی شعلہ بار آنکھیں میرے اپنے جسم میں چبھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ معاً مجھے خیال آیا کہ میں نے اس سے بڑے پجاری کی کٹی میں آ کر اچھا نہیں کیا۔ایسی صورت میں جب کہ دیوی مجھ سے ناراض تھی میرا کسی دیوداسی کے معاملے میں دلچسپی لینا دیوی کی ناراضگی کا سبب بن

سکتا تھا پھر میرے اندر اتنی شکتی بھی نہیں تھی کہ میں نشے میں بہکے
ہوئے اس لمبے تڑنگے پجاری کے جنتر منتر کے سامنے ٹھہر سکتا۔ جس
نے خود کو سونا گھاٹ کے پر اسرار پجاری موہن لال کا چیلا ظاہر کیا تھا
مگر مجھے حیرت تھی کہ کیلاش ناتھ جو ایک بڑے پجاری کی حیثیت سے
مشہور تھا' وہ اچانک اتنی ذلیل اور مذموم حرکت پر کیوں اتر آیا۔ دیو
داسیاں مندروں میں عموماً بڑے سکھ سے رہتی ہیں۔ اگر کبھی ایسا ہوتا
ہے تو دیوداسی کی ایما ضرور اس میں شامل ہوتی ہے پھر یہ کیا بات ہے
کہ کیلاش ناتھ نے اپنی عزت اور عظمت کا خیال نہ کیا اور لاجونتی پر
ہاتھ ڈال دیا۔ یقیناً جونتی کی چیخ و پکار مندر کے دوسرے پجاریوں نے
بھی سنی ہوگی۔ مجھے کیا کرنا چاہیے؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔
ایک طرف لاجونتی کی حسرت بھری نظریں میرے سامنے تھیں اور
دوسری طرف کیلاش ناتھ کے بگڑنے کی صورت میں بھیانک مستقل

میرا منتظر تھا۔ مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوا تو میں نے جلدی سے پجاری سے کہا۔

''پجاری مہاراج' مجھ سے بڑی بھول ہوئی جو اس سے میں تمہاری کٹی میں آ گیا۔ مجھے شما کر دو۔'' اتنا کہہ کر میں واپسی کے ارادے سے گھوما ہی تھا کہ لاجونتی دوڑ کر میرے قدموں سے لپٹ گئی اور بنتی (خوشامد) کرنے لگی۔

''کرشن کمار مہاراج۔'' دیا کرو مجھ ابھاگن پر۔۔۔۔ مجھے اس راکھشش سے بچالو۔ میں پاربتی دیوی کے پوتر اور شبھ نام پر تم سے کرپا کی بھکشا مانگتی ہوں۔''

''کلنکنی۔'' قبل اس کے کہ میں لاجونتی کو کوئی جواب دیتا۔ کیلاش ناتھ غضب ناک آواز میں چلایا ''تو نے میرے ہوتے ہوئے ایک اپرادھی سے دیا کی بھیک مانگ کر میرا اپمان کیا ہے۔ میں تجھے کبھی شما

نہیں کروں گا۔''

''کیلاش ناتھ۔'' میں دبی زبان میں بولا'' لاجونتی نے دیوی کے نام پر مجھ سے دیا مانگی تھی اس لیے تمہیں غصے میں لال پیلا نہیں ہونا چاہیے۔''

لاجونتی جو بدستور میرے قدموں سے لپٹی سسک رہی تھی۔ میں بڑے پجاری کو جواب دے کر واپسی کے ارادے سے پلٹا تو لاجونتی کی گرفت میری ٹانگوں پر مضبوط ہوگی۔ وہ تڑپ کر بولی۔

''مہاراج' کیا تم دیوی کے نام پر بھی میری سہائتا (مدد) نہیں کرو گے۔''

''سہائتا اور یہ کرے گا۔'' کیلاش ناتھ نشے میں جھوم کر حقارت سے قہقہ لگاتا ہوا میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔'' کرشن کمار' گرو دیو کی آ گیا تھی کہ میں تمہارا دھیان رکھوں۔ پرنتو تم نے میرے

معاملے میں ٹانگ پھنسا کر بہت برا کیا۔ میں تمہیں اس کی سزا اوش دوں گا۔''

میں نے ایک بار پھر کوشش کی کہ لاجونتی سے چھٹکارا حاصل کر کے بڑے پجاری کی کٹی سے باہر چلا جاؤں لیکن اپنی کوشش میں کامیاب ہونے سے پہلے کیلاش ناتھ نے لاجونتی کو میری ذات سے منسوب کرتے ہوئے ایک ایسی گندی بات کہہ دی جس سے میرا سویا ہوا ضمیر جاگ اٹھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے ایک بار پھر میری رگوں میں خون کی بجائے لاوا دوڑ رہا ہو۔ میں نے قہر بھری نظروں سے بڑے پجاری کو گھورتے ہوئے کہا۔

''کیلاش ناتھ سے کی بات ہے جو تم میرے اوپر آنکھیں نکال رہے ہو اتنا یاد رکھو کہ حالات سدا ایک سے نہیں رہتے۔''

جواب میں کیلاش ناتھ نے پھر وہی گالی بکی تو میں آپے سے باہر ہو گیا

''اپنی گندی زبان روکو کیلاش ناتھ۔ نہیں تو تمہیں پچھتانا ہوگا۔'' میں نے گرجتے ہوئے کہا۔

''اچھا۔'' کیلاش ناتھ نے سرد لہجے میں کہا پھر اس کے ہونٹ تیزی سے ہلنے لگے۔

میں اپنی جگہ کسی آہنی چٹان کی طرح ڈٹا کھڑا رہا۔ میں سمجھ چکا تھا کہ بڑا پجاری کسی منتر کا جاپ کر رہا ہے اب وہ مجھے کشٹ دینے کی کوشش کرے گا لیکن اس کے باوجود میں نے نامردوں کی طرح وہاں سے جان بچا کر بھاگنا مناسب نہیں سمجھا بلکہ دل ہی دل میں پارجتی کو یاد کرنے لگا۔

بڑا پجاری کچھ منہ ہی منہ میں بدبداتا رہا پھر اس نے تیزی سے نیچے جھک کر کچے فرش میں تھوڑی سی مٹی اٹھائی اور اس پر منتر پھونک کر میری سمت اچھال دی۔

کٹی میں بجلی کا کڑ کا سنائی دیا پھر مٹی کے ذرات دہکتی ہوئی چنگاریوں کا روپ دھار کر میری طرف بڑھنے لگے لیکن قبل اس کے کہ وہ میرے شریر کو پہنچ کر مجھے کوئی دیتے کہ اچانک صندلی خوشبو کا تیز جھونکا میری ناک سے چھو کر گزر گیا اور پھر اس کے بعد جو کچھ ہوا اسے دیکھ کر میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے' میں لرز گیا۔

دہکتی ہوئی چنگاریوں نے صندلی خوشبو کے آتے ہی اپنا رخ تیزی سے کیلاش ناتھ کی طرف پھیر لیا تھا۔ کیلاش ناتھ جو شکتی اور غالباً تاڑی کے نشے میں سرشار تھا سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ چنگاریوں کی لپیٹ میں آ گیا اور زمین پر گر کر بڑی اذیت ناک حالت میں لوٹ لگانے لگا۔ چنگاریاں اس کے سارے جسم کو جھلسا کر غائب ہو چکی تھیں۔ وہ کٹی کے فرش پر یوں تڑپ تڑپ کر ہاتھ پاؤں مار رہا تھا جیسے شدید کرب کی حالت سے دوچار ہو۔

یہ سب کچھ اتنی جلدی اور اچانک ہوا تھا کہ میں ششدر رہ گیا مگر جلد ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ اس وقت قوت کی قوت عظیم دیوی پاربتی نے میری مدد کی تھی۔ اگر نہ کی ہوتی تو کٹی میں اس سے کیلاش ناتھ کی جگہ میں زمین پر پڑا تڑپ رہا ہوتا۔ اس خیال سے کہ پاربتی دیوی نے ایک بار پھر میرے اوپر کرپا کی ہے، میں خوشی سے سرشار ہو کر وہیں زمین پر بیٹھ گیا اور پاربتی کے شبھ نام پر ڈنڈوت کرنے لگا۔ آنکھیں بند کیے سر کو زمین سے لگائے میں نہ جانے کتنی دیر تک مہان دیوی کے نام کی مالا جپتا رہا۔ میرے دل و دماغ پر اس وقت ایک عجیب وجدانی کیفیت طاری تھی۔ نہ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے زمین بڑی تیزی کے ساتھ میرے نیچے سے نکلی جا رہی ہے لیکن مجھے ان باتوں سے زیادہ پاربتی کا دھیان تھا جس نے عین وقت پر مجھے کیلاش ناتھ کے چنگل سے نجات دلائی تھی۔

ابھی میں اس کیفیت سے دوچار تھا کسی نے میرا نام لے کر مجھے اٹھنے کو کہا۔ آواز میری جانی پہچانی تھی اس لیے میں نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ دوسرے ہی لمحے مجھ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اس سمے نہ تو میرے سامنے کیلاش ناتھ تھا نہ لاجونتی تھی اور نہ ہی کٹی تھی جہاں میں نے پاربتی کے نام پر ڈنڈوت کیا تھا بلکہ اس وقت میں ایک کھلی جگہ پر موجود تھا جہاں ہر طرف سبزہ پھیلا ہوا تھا۔ میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے ماحول کا جائزہ لیتا رہا۔ چند لمحوں کے لیے میں یہ بھی بھول گیا کہ کسی کے آواز دینے پر میں نے اپنی آنکھیں کھولی تھیں۔

''اتنے بیاکل کیوں نظر آرہے ہو کرشن کمار؟''

دوسری بار جب اسی آواز نے مجھے مخاطب کیا تو میں اچھل پڑا۔ میں نے تیزی سے گھوم کر دیکھا تو گنیش دیوتا اپنی لمبی سونڈ آسمان کی جانب

اٹھائے میرے سامنے موجود تھے۔ میں ہکا بکا کھڑا گنیش دیوتا کو دیکھ رہا تھا کہ انہوں نے پھر مجھے مخاطب کیا۔

''کرشن کمار، تمہیں اس کٹی سے نکال دیا گیا ہے۔''

''گنیش دیوتا۔'' میں نے حیرت سے گنیش دیوتا کا نام لیا اور ان کے چرن چھوئے تو وہ مسکرانے لگے۔

''مجھے شما کر دو دیوتا۔ میں پاربتی کے شبھ نام پر تم سے شما کی بھکشا مانگتا ہوں۔''

''شما۔'' گنیش دیوتا مسکرائے ''شما تو دیوی ہی کرے گی۔ تم دیوی کے اپرادھی ہو اور مجھے معلوم ہے کہ تمہاری پرکشا ابھی پوری نہیں ہوئی۔''

''میں دیوی کے شبھ نام پر بڑی سے بڑی کٹھنائیاں جھیل سکتا ہوں۔''

''اگر تمہاری پرکشا یہی رہی تو اپنی پرکشا میں ضرور سپھل (کامیاب) ہو گے اور جو تم نے کھو دیا ہے پراپت کر لو گے۔ پرنتو اتنا یاد رکھنا کہ

پجاری اور سیوک بننے کے لیے اپنے من کو مارنا پڑتا ہے اس کے بنا منش، منش ہی رہتا ہے۔''

''دیوی کے کارن تو میں اپنا جیون بھی بھینٹ دے سکتا ہوں۔'' میں نے جذباتی انداز سے کہا پھر دبی زبان میں گنیش دیوتا کو مخاطب کر کے بولا ''مہان دیوتا' کیا تم میری ایک اچھا پوری کرو گے۔''

گنیش دیوتا نے مسکرا کر مجھے دیا کی نظروں سے دیکھا تو میں نے کہا۔

''مم۔۔۔ میں۔۔۔ میں ایک بار دیوی کے درشن چاہتا ہوں۔''

﴿آگے جاری ہے﴾

سونا گھاٹ کا پُجاری (قسط ۷)

''کرشن کمار، تم بھول رہے ہو کہ دیوی نے مجھے اپنے پوتر شریر کے میل سے جنم دیا ہے۔ دیوی میرے لیے بھی دیوی سمان ہے۔'' گنیش دیوتا نے پاربتی سے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے کہا ''تم دیوی کے درشن کے پیاسے ہو تو اپنی لگن میں لگے رہو۔ دیوی تمہاری بھگتی کو سویکار کرلے گی۔''

''کیا یہ ممکن نہیں مہاراج کہ دیوی ایک پل کے لیے مجھے درشن دے دے۔'' میں نے بے چین ہو کر پوچھا۔

''کرشن کمار، ابھی دیوی کا درشن مشکل ہے۔'' دیوی کے درشن سے پہلے ابھی تم کو ایک اور پرکشا سے گزرنا ہوگا۔''

''مہاراج۔ میں دیوی کی خاطر سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔'' میں نے عجز ی سے کہا ''مجھے بتاؤ میں دیوی کے درشن کیسے کرسکتا ہوں۔''

''دیوی کی آ گیا پر اب تمہیں ایک بار پھر سونا گھاٹ جانا ہوگا جہاں

سے تمہارے ہردے میں دیوی کی لگن پیدا ہوئی تھی۔"

سونا گھاٹ کے نام پر میں چونکا تو گنیش دیوتا اپنی لمبی سونڈ ہلا کر بولے۔

"میں جانتا ہوں کہ تم اس سے کس وچار میں گم ہو؟ پر تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ دیوی نے تمہیں اس بات کا وچن دیا تھا کہ جب تک کشٹ پورا نہیں ہوتا۔ موہن لال تمہیں کوئی کشٹ نہیں پہنچا سکتا۔"

"مجھے سونا گھاٹ جا کر کیا کرنا ہوگا۔"

"دیوی کی آگیا کے انوسار تمہیں سونا گھاٹ جا کر موہن لال سے ملنا ہوگا اور پھر جو کچھ موہن لال کہے وہ کرنا ہوگا۔ پرنتو یہ سوچ لو کہ اگر تم اس پرکشا میں اسپھل ہوئے تو دیوی تمہیں کبھی شما نہیں کرے گی۔"

"کیا یہ دیوی کا حکم ہے گنیش مہاراج؟" میں نے دبی زبان میں سوال کیا۔

''ہاں۔'' گنیش دیوتا نے صرف اتنا کہا۔

''میں دیوی کی آگیا کا پالن کرنا اپنا دھرم سمجھتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''مجھے تمہارے ہردے کا پتا ہے کرشن کمار۔'' گنیش دیوتا نے اپنی سونڈ ہلاتے ہوئے کہا ''اور میں تمہیں اتنی شکتی اوش دان کر دوں گا جس سے تمہارے من کی لگن میں اور بھاؤنا آئے گی۔ پر کرشن کمار اس بار تم نے میری دان کی ہوئی شکتی سے من کو اجلا نہ کیا تو پھر تمہیں کوئی شما نہیں کرے گا۔''

''میں پہلے ہی بہت کشٹ اٹھا چکا ہوں مہاراج۔ اب میری آنکھیں کھل چکی ہیں اس لیے مجھ سے اب کوئی بھول نہ ہو گی۔''

''اچھا۔ اب سدھارو کرشن کمار۔ میرا آشیرواد تمہارے ساتھ ہے'' گنیش دیوتا نے اپنی سونڈ میرے سر پر رکھ کر مجھے آشرواد دیا پھر

دوسرے ہی لمحے وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔

دیوی نے مجھے سونا گھاٹ جانے کا حکم دیا تھا۔ مجھے اب کسی بات سے کوئی سروکار نہیں تھا اور نہ ہی میں اب کسی سوچ و چار میں پڑنا چاہتا تھا مجھے دیوی دیوتاؤں کی عظیم طاقت اور ان کی جادوگری کا اندازہ ہو چکا تھا۔ اب میں ایک معمولی اور سچے سیوک کی طرح دیوی کے حکم کے مطابق ہر کام کرنے پر آمادہ تھا۔ شاید میرے دل کی اسی صداقت نے گنیش دیوتا کو متاثر کیا اور انہوں نے مجھے اتنی شکتی دان کر دی جتنی گنیش دیوتا مجھے دے سکتے تھے۔ گو یہ شکتی اس شکتی کے مقابلے میں کچھ بھی نہ تھی جو پہلے حاصل کر چکا تھا مگر میرے لیے یہ بھی بہت تھا کہ گنیش دیوتا نے مجھے شما کر دیا۔ اب میں سونا گھاٹ جانے کے لیے بالکل تیار تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ میں کسی سمت بھی چلوں سونا گھاٹ پہنچ جاؤں گا۔ سو میں ایک سمت چلنے لگا۔ جیسے جیسے میں آگے بڑھتا جا رہا

تھا موہن لال کی خوف ناک شکل میری نظروں میں ابھرتی جاتی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ بات میرا دل قبول نہیں کرتا تھا کہ میں موہن لال کے احکام کی تعمیل کروں۔ وہی موہن لال جس کی بدولت مجھے اتنی اذیتیں اٹھانی پڑی تھیں۔ میں یہی سوچتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا پھر میں نے اس خیال کو دل سے نکال دیا۔ دیوی کو راضی کرنے کی خاطر مجھے سب کچھ کرنا پڑے گا۔ یہ سوچ کر میرے ذہن کو سکون ملا لیکن پھر معاً مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوا کہ میں نے کیوں نہ گنیش دیوتا سے یہ معلوم کرلیا ہوتا کہ میں اس سے کہاں ہوں۔

میرے چاروں طرف سبزہ پھیلا ہوا تھا لیکن دور دور تک کسی بستی کا نشان نظر نہیں آتا تھا۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد میں اِدھر اُدھر نظریں دوڑاتا ہوا پھر دیوی کا شبھ نام لے کر ایک طرف کو چل دیتا۔ میرے ذہن میں اس وقت سوائے پاربتی کے دھیان کے اور کچھ نہیں تھا۔

میں اپنی دھن میں مست اور اپنے مستقبل سے پر امید آگے بڑھتا رہا اور اس وقت تک میں نے رکنے کی کوشش نہیں کی جب تک چاروں طرف اندھیرا نہیں پھیل گیا۔ گو کہ میں خاصا فاصلہ طے کر چکا تھا لیکن ابھی تک مجھے نہ تو کوئی آبادی نظر آئی تھی اور نہ کوئی چرند نظر آیا تھا۔
میرے جسم میں نئی طاقت پیدا ہو چکی تھی اس لیے مجھے تھکن کا ذرہ برابر بھی احساس نہیں تھا لیکن اندھیرا اچھیل جانے کی وجہ سے میں نے سفر جاری رکھنا مناسب نہیں سمجھا اور کھلے اکاش کے نیچے سبزے پر لیٹ گیا۔ پاربتی کے تصور نے میرے دل و دماغ کو ایسی فرحت بخش دی تھی کہ مجھے بھوک و پیاس کا ہوش بھی نہ رہا۔ سبزے پر لیٹا میں دیوی کے بارے میں سوچتا رہا جو مجھ پر پھر مہربان ہوتی جا رہی تھی اور دیوی کے بارے میں سوچتے سوچتے نہ جانے کب میری آنکھ لگ گئی۔
صبح جب میری آنکھ کھلی تو اس وقت پو پھٹ چکی تھی۔ میں نے ادھر

سونا گھاٹ کا پُجاری (قسط ۷)

اُدھر نظریں دوڑا کر دیکھا۔ میں یقیناً اس جگہ نہیں تھا جہاں سویا تھا۔ وہ جگہ تو سبزہ زار تھی۔ اب میں کسی آبادی کے قریب ایک ویران مقام پر پڑا تھا۔ جب اجالا کچھ زیادہ ہوا تو دور سے مجھے عمارتیں نظر آئیں اور تھوڑی دیر میں مجھے پتا چل گیا کہ میں سونا گھاٹ کی آبادی کے قریب ہوں۔ سونا گھاٹ کے مندر کا کلس دور سے مجھے نظر آ رہا تھا۔ گویا گنیش دیوتا یا پاربتی دیوی نے سونا گھاٹ پہنچنے کے لیے میری منزل آسان کر دی تھی۔

سونا گھاٹ جہاں سے میں نے اپنے ہولناک سفر کی ابتدا کی تھی جہاں میں ایک فارسٹ آفیسر کے طور پر تعینات تھا۔ میں نے وہاں کے پر اسرار پجاری موہن لال کو للکارا تھا۔ مجھے اس وقت کیا پتا تھا کہ میں کن ناقابل یقین حالات سے دوچار ہونے والا ہوں۔ میرے نصیب میں کیا کیا لکھا ہے۔

میں نے پاربتی کا شبھ نام لیا اور بستی کی طرف چل دیا۔ مجھے ڈر تھا کہ راستے میں سونا گھاٹ کے باسی کہیں مجھے پہچان نہ لیں۔ میری شکل اس افضل بیگ سے مختلف ہوگئی تھی جو ایک زمانے میں یہاں آفیسر تھا مگر اتنی بھی نہیں کہ میرا کوئی شناسا مجھے پہچان نہ پائے۔ میں سر جھکائے بستی میں داخل ہوگیا۔ ایک بار میرا جی چاہا کہ میں اپنے دفتر اور پرانے مکان کو ذرا چل کر دیکھوں اور لوگوں سے پوچھوں کہ افضل بیگ کا کیا حشر ہوا۔ لوگ افضل بیگ کی گمشدگی کے متعلق کیا کہتے ہیں لیکن ظاہر ہے ان باتوں کا کوئی موقع نہ تھا۔ میں لوگوں سے بچتا بچاتا مندر کی راہ پر چل پڑا۔ شکر ہے راستے میں کسی نے نہیں دیکھا۔ مندر کا راستہ جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں بہت ہی پر خطر تھا اور لوگ دن کے وقت بھی وہاں جاتے ہوئے ڈرتے تھے۔ موہن لال کی پر اسرار آتما نے علاقے میں کچھ ایسی دہشت پھیلا دی تھی کہ لوگوں نے مندر

کی طرف جانا چھوڑ دیا تھا۔ صرف وہی لوگ جو موہن لال کو بھگوان کا کوئی اوتار سمجھتے تھے' مندر کا رخ کرتے تھے اور عام خیال تھا کہ موہن لال کی آتما انہیں پریشان نہیں کرتی ۔ میں نے اب کی بار مندر کا راستہ کسی خوف و خطرے کے بغیر طے کیا۔ اب مجھے نہ تو کوئی چڑیل نظر آئی اور نہ کسی جنگلی جانور نے پریشان کیا۔ پہلے جب میں یہاں سے گزرا تھا تو کئی بلاؤں سے مجھے واسطہ پڑا تھا۔

جب میں مندر میں داخل ہوا تو دو چار پجاریوں نے مجھے حیرت سے دیکھا اور میرا راستہ روکنے کی کوشش کی مگر جب میں نے ان کی طرف گھور کر دیکھا تو وہ سحر زدہ سے پیچھے ہٹ گئے اور میں سیڑھیاں طے کرتا اور پجاریوں اور دیوداسیوں کو حیرت زدہ چھوڑتا ہوا اس تہ خانے تک پہنچ گیا جہاں موہن لال ایک صندلی تابوت میں آرام کر رہا تھا۔ دروازہ بند تھا مگر جب میں نے اس پر ہاتھ رکھا تو وہ آسانی

سے کھل گیا۔ اب میں اس تہ خانے میں داخل ہو چکا تھا جس نے میری دنیا بدل دی تھی۔ سونا گھاٹ کے پرانے مندر کا وہی تہ خانہ جہاں پہلی بار موہن لال سے میرا ٹکراؤ ہوا تھا۔ ماضی کی تمام باتیں رفتہ رفتہ میرے ذہن میں تازہ ہونے لگیں۔ وہی صندلی تابوت اب بھی وہاں موجود تھا۔ جس میں میں نے پہلی بار موہن لال کو لیٹے دیکھا تھا۔

میں پلکیں جھپکائے بغیر اس تابوت کو دیکھتا رہا پھر میرے قدم آپ ہی آپ اس کی طرف اٹھنے لگے۔ تابوت کے قریب پہنچ کر میں نے اندر جھانکا تو دیکھا کہ سونا گھاٹ کا پراسرار پجاری آنکھیں بند کئے اس میں لیٹا ہے۔ میں موہن لال کو گھورتا رہا۔ اس کے جسم پر صرف ایک زرد رنگ کی دھوتی موجود تھی۔ سینہ ننگا تھا چہرے پر بھبھوت ملا ہوا تھا جس نے اس کے بھاری بھر کم چہرے کو اور خوفناک بنا دیا تھا۔

پہلی بار جب میں پرانے مندر کے تہ خانے میں داخل ہوا تھا' اس وقت میرے دل میں یہ خواہش تڑپ رہی تھی کہ کسی طرح میں اس پر اسرار پجاری کا خاتمہ کردوں لیکن آج مجھے یہاں اس لیے بھیجا گیا تھا کہ میں موہن لال کے حکم پر چلوں اور اس کی سیوا کروں۔ اس خیال نے بس ایک تمہاری سیوا کروں۔

''سیوا۔۔ اور تم۔۔ میری سیوا۔'' موہن لال کے قہقہے کی بازگشت تہ خانے میں گونج گئی پھر وہ سنجیدہ ہو کر بولا ''تم میری سیوا کرو گے کرشن کمار' میں بھوشیہ (مستقبل) کو اپنی شکتی کے درپن (آئینے) میں دیکھ سکتا ہوں۔ کل کیا ہوگا؟ یہ مجھے معلوم ہے۔ ہاں دیوی چاہے تو بھوشے بدل سکتی ہے اور میں اسی آشا میں تمہیں یہاں رکھتا ہوں اور تمہیں ایک بار پھر بتائے دیتا ہوں کہ موہن لال سے بیر کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا۔ تم یہ بات سدا دھیان میں رکھنا۔ تم اگر اسے بھول گئے تو

پھر کشٹ اٹھاؤ گے۔ موہن لال تمہارا گرو ہے اور گرو، گرو ہوتا ہے۔"

"موہن لال جی مہاراج۔" میں نے تیزی سے کہا" کیا تم اس بات کو اپنے من سے نہیں نکال سکتے۔ میں اب تمہارا دشمن نہیں ہوں۔ میں نے بہت کشٹ اٹھا لیے ہیں۔"

"اچھا۔ تو کیا میں تمہیں اپنا متر سمجھوں۔" موہن لال نے میرا مضحکہ اڑایا۔

"من کو جاننا چاہو تو سنو مہاراج۔" میں تمہارا متر بھی نہیں بن سکتا۔ پرنتو اتنا اوش کہوں گا کہ اب میرے من میں سوائے دیوی کی لگن کے کچھ اور نہیں ہے۔ میں اب سارا جیون دیوی کی بھگتی میں بتانے کا ارادہ کر چکا ہوں۔"

"کشٹوں نے تمہیں بات کرنی سکھا دی ہے۔ اچھے سیوک دکھ رہے ہو۔ کرشن کمار ہم دونوں ایک دوسرے کو پسند نہیں کرتے پر دیوی مہان

ہے۔ دیوی نے ایک بار پھر ہم دونوں کو ایک دوسرے کے سامنے لا کھڑا کیا ہے اور یہ ہم دونوں کی پرکشا ہے۔''

''مجھے کچھ نہیں معلوم۔ دیوی کیا چاہتی ہے۔ مجھ سے دیوی کے سوا کوئی اور بات نہ کرو مہاراج۔'' میں نے دل کی تمام تر سچائیوں سے کہا۔

''دیوی کے پیار نے کہیں دیوانہ تو نہیں بنا دیا۔'' موہن لال نے مسکرا کر کہا۔

میں نے موہن لال کے جملے میں چھپے ہوئے زہریلے طنز کو محسوس کیا تو خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

''چپ کیوں ہو گئے مہاراج۔ کچھ بولو۔'' موہن لال نے مجھے اکسانے کی کوشش کی تو میں دبی زبان میں بولا۔

''موہن لال جی مہاراج' اب پرانی باتوں کو چھوڑو۔ مجھے آ گیا دو کہ

میں تمہاری کیا سیوا کروں، منش سے غلطیاں ہوتی ہیں اور بھگوان بھی انہیں معاف کر دیتا ہے مجھے شما کر دو۔"

"اونہہ۔۔ پراتنی بات اور دھیان میں رکھو تم مجھ سے ادھک (زیادہ) شکتی پراپت کبھی نہیں کر سکتے۔ اگر تم سارا جیون بھی تیاگ دو تو موہن لال کے برابر نہیں آ سکتے۔"

"مجھے شکتی نہیں، دیوی کی کرپا چاہیے۔ دیوی کی کرپا سب سے بڑی شکتی ہے۔ یہ بات بہت دنوں میں میری سمجھ میں آئی ہے۔"

میرے جواب سے موہن لال کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا۔ اس کی آنکھوں سے نفرت کی چنگاریاں ابل رہی تھیں اور چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ میں یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا کہ اگر دیوی نے مجھے وچن نہ دیا ہوتا تو ممکن تھا کہ سونا گھاٹ کا وہ پراسرار پجاری مجھے اپنے جنتر منتر سے جلا کر بھسم کر ڈالتا۔ کچھ دیر تک موہن لال مجھے

خوف ناک نظروں سے گھورتا رہا پھر اس کے چہرے کا تناؤ یکلخت ختم ہو گیا۔ وہ ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولا۔

''کرشن کمار! کیا تم میری ہر آگیا کا پالن کرنے کو تیار ہو۔''

''ہاں! دیوی نے گنیش دیوتا کے ذریعے میرے لیے یہی سندیس (پیغام) بھیجا تھا۔''

''اچھا تو پھر ایک سچے سیوک کی طرح روز میرے چرنوں پر سر رکھ کر ڈنڈوت کیا کرو۔''

ایک لمحے کے لیے مجھے یوں لگا جیسے سونا گھاٹ کے پجاری نے مجھے کوئی گندی گالی دے دی ہو لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے اپنے من میں عظیم دیوی کا نام لیا اور آگے بڑھ کر موہن لال کے چرنوں میں سر رکھ دیا۔ میری اس حرکت سے موہن لال نے کیا اثر لیا۔ یہ تو میں نہ دیکھ سکا لیکن پھر جب اس نے مجھے غضب ناک آواز میں اٹھنے کو کہا تو

میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ سونا گھاٹ کے پجاری کا چہرہ دہکتے ہوئے انگاروں کی طرح سرخ ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں وحشت ناچ رہی تھی اور نہ جانے کیوں وہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے کچلے جا رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اسے میری کسی حرکت سے کوئی شدید قسم کا دھچکا لگا ہو۔

میں پرسکون انداز میں کھڑا موہن لال کے چہرے کا جائزہ لیتا رہا تو اس نے زخمی بھیڑیے جیسے انداز میں تڑپ کر مجھے مخاطب کیا۔

"کرشن کمار، تمہیں چالیس روز تک سانجھ سویرے (صبح وشام) اسی طرح میرے چرنوں میں سر رکھ کر ڈنڈوت کرنا پڑے گا اس کے بعد تمہیں کوئی دوسرا کام سونپوں گا۔"

"میں دیوی کے کارن سب کچھ کرنے پر تیار ہوں۔ پل کے لیے بے چین کیا لیکن دوسرے ہی پل میرے دل نے مجھے آواز دے کر چونکا

دیا۔''

''سنبھلو کرشن کمار' کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک ذرا سی بھول تمہاری ساری محنت اکارت کر دے۔'' اور دل کے اس مشورے پر میں یوں چونکا جیسے میرا ہاتھ بجلی کے ننگے تاروں سے چھو گیا ہو۔ میں تیزی سے دبے قدموں پیچھے ہٹ گیا۔ میرے دل و دماغ میں اس وقت جو وچار ابھر رہے تھے' ابھی میں ان پر پوری طرح قابو بھی نہ پا سکا تھا کہ میں نے سونا گھاٹ کے پراسرار پجاری کی صندلی تابوت میں حرکت کرتے دیکھا۔ میری نظریں ایک بار پھر موہن لال پر جم کر رہ گئیں۔ جس کی آنکھوں کے پپوٹے دھیرے دھیرے ہل رہے تھے۔

ایک سیکنڈ تک یہی کیفیت رہی پھر موہن لال نے آنکھیں کھول دیں اور مسکراتا ہوا اٹھ کر صندلی تابوت سے باہر آ گیا۔ اس کی بڑی بڑی لال لال آنکھیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ وہ جن نظروں سے

مجھے تک رہا تھا' ان میں حقارت ہی حقارت تھی۔ اگر دوسرا کوئی موقع ہوتا یا میں اپنی مرضی سے یہاں آیا ہوتا تو ممکن تھا انجام پر غور کیے بغیر اس سے دو دو ہاتھ کر ڈالتا لیکن مجھے بہر حال بڑے صبر وضبط سے کام لینا تھا۔ بس اب میری یہی ایک دھن تھی کہ میں کسی بھی طرح طاقت کی عظیم دیوی کو راضی کر لوں۔ چنانچہ میں نے از خود اپنی نظریں جھکا لیں اور موہن لال کی خوف ناک آنکھوں کی حقارت کو نظر انداز کر گیا۔

تہ خانے میں ایک لمحے کے لیے سکوت طاری رہی پھر موہن لال کی آواز گونجی۔

''کرشن کمار تو تم ایک بار پھر سونا گھاٹ آ گئے۔''

''سب دیوی کی کرپا ہے موہن لال جی مہاراج۔''

''سنا ہے گنیش دیوتا نے تمہاری کچھ شکتی واپس کر دی ہے۔'' موہن لال نے معنی خیز انداز میں ٹھہر ٹھہر کر کہا۔

''ہاں' یہ بھی دیوی کی کرپا ہے۔''

''اوہ۔۔اب کیا وچار ہے تمہارا؟''

''موہن لال جی مہاراج' میری طرف سے تمہارے دل میں جو میل ہے اسے نکال دو۔ میرے پاس اب کچھ بھی نہیں اور جو کچھ میں نے پایا تھا اسے کھو دیا ہے۔''

''مگر تمہارے من کا حال مجھے معلوم ہے۔''

''اور مجھے وشواس ہے مہاراج کہ تم میرے من میں اب کوئی کھوٹ نہیں دیکھ رہے ہو گے۔''

''دھیے ہو مہان دیوی کی جس نے تمہیں منش سے پجاری بنا دیا۔''

موہن لال میرے سراپا کا جائزہ لیتا ہوا بولا۔

تہ خانے میں کچھ خاموشی رہی۔ موہن لال خاموشی سے ٹہلتا رہا۔

''کرشن کمار' کیا تمہیں نہیں معلوم کہ کیلاش ناتھ میرا چیلا تھا۔''

''ہاں۔۔ مجھے معلوم ہے مہاراج۔''میں نے آہستگی سے جواب دیا۔

''اور کیا تم یہ بھی جانتے ہو کہ دیوی نے صرف تمہارے کارن اس کو کشٹ دیا ہے۔''موہن لال نے پر جلال لہجے میں میری بات کاٹ دی۔

''مجھے نہیں معلوم مہاراج۔''میں نے دبی زبان میں کہا۔

''کرشن کمار' دیوی امر ہے۔ دیوی مہان ہے۔''موہن لال نے کئی بار یہ جملے دہرائے۔

''ہاں مہاراج' دیوی امر ہے۔ دیوی مہان ہے۔''میں نے اس کی تائید کی۔

''پرارجن کے بعد کیلاش ناتھ میرا دوسرا چیلا ہے جسے تمہارے کارن مصیبت اٹھانی پڑی۔''موہن لال نے غضب ناک لہجے میں کہا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں کسی معاملے میں موہن لال سے

الجھنا نہیں چاہتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ دیوی کے فیصلے پر الجھا ہوا ہے کہ مجھے سونا گھاٹ کیوں بھیجا گیا مگر یہ دیوی کا حکم تھا اور موہن لال مجھے سونا گھاٹ میں اپنے پاس رکھنے پر مجبور تھا۔ وہ بہت دیر تک بڑبڑاتا رہا اور غصے میں ٹہلتا رہا۔

''تم کرشن کمار۔۔تم'' وہ غصے میں پیچ وتاب کھاتا ہوا بولا ''تم موہن لال کو اب تک نہیں سمجھے۔تمہاری آنکھیں اب تک نہیں کھلیں۔تم نے جو شکتی پراپت کی اسے تم نے مذاق سمجھا۔تم نے سونا گھاٹ کے پجاری کے بارے میں سدا غلط وچار کیا۔کرشن کمار میں نے یہ شکتی اس طرح پراپت نہیں کی ہے جس طرح تم نے۔۔''

''میں جانتا ہوں مہاراج۔ میں نے سب کچھ غلط سمجھا میں بڑا نادان تھا۔''

''نادان۔۔۔تم بے وقوف ہو۔''

''ہاں مہاراج مجھ سے بہت بھولیں ہوئی ہیں۔''

موہن لال میرے اس عجز سے متاثر نہ ہوا بلکہ اس کی شعلہ بار گفتگو میں اور تلخیاں آ گئیں۔

''کیا تم جانتے ہو کہ تمہیں یہاں کیوں بھیجا گیا ہے؟''

''دیوی کی آ گیا یہی تھی کہ تمہارے پاس پہنچوں اور موہن لال مہاراج۔'' میں نے بلا جھجک جواب دیا تو موہن لال کی وحشت میں کچھ اور اضافہ ہو گیا۔ اس نے غصے کی کیفیت میں تہ خانے میں کسی آدم خور درندے کی طرح یوں ٹہلنا شروع کر دیا جیسے پنجرے میں بند کوئی شیر اپنی بے بسی پر تلملا رہا ہو۔ ٹہلتے ٹہلتے وہ رک کر مجھے غضب ناک نظروں سے گھورتا اور پھر ہونٹ چبا کر دوبارہ ٹہلنے لگ جاتا۔ تھوڑی دیر تک وہ اسی کیفیت سے دوچار رہا پھر مجھے چھوڑ کر تہ خانے سے باہر نکل گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں نے اطمینان کا ایک

سانس لیا اور فرش پر دیوار سے ٹیک لگا کر سوچنے لگا کہ آخر وہ کیا وجہ ہو سکتی ہے جس نے سونا گھاٹ کے ہٹے کٹے اور پراسرار پجاری کو اس قدر مضطرب کر رکھا ہے۔ بڑی دیر تک میں اسی وچار میں گم رہا پھر جب اس کا کوئی کارن میری سمجھ میں نہ آیا تو میں نے اس خیال کو ذہن سے جھٹک دیا اور آنکھیں بند کر کے پاربتی دیوی کے تصور میں کھو گیا۔

سونا گھاٹ میں چالیس روز تک میں کس عالم میں رہا اور موہن لال نے میرے صبر کو کس طرح آزمایا اس کی تفصیل اگر میں لکھنے بیٹھوں تو صفحات کے صفحات سیاہ ہو سکتے ہیں لیکن میں تفصیل میں جانے کے بجائے مختصراً صرف اتنا ہی بتا دینا کافی سمجھتا ہوں کہ ان چالیس دنوں میں سونا گھاٹ کے پراسرار پجاری نے مجھ سے ہر وہ کام لیا جس کو عام طور پر نیچ ذات کے لوگوں سے لیا جاتا ہے۔ اس تمام عرصے میں اس نے جو برتاؤ میرے ساتھ کیا وہ کچھ میرا دل ہی

جانتا ہے۔ میں نے صبر کے دامن کو ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ جب بھی موہن لال مجھ سے کوئی کام کہتا میں پاربتی کا نام لے کر اس کو شروع کر دیتا۔ اگر وہ مجھے تاؤ دلانے کی کوشش کرتا تو بھی میں پاربتی کا نام لے کر درگزر کر جاتا۔ غرض ان چالیس دنوں تک کوئی ایک ایسا پل بھی خالی نہ گیا جب پاربتی کا تصور میرے دل و دماغ سے دور نہ ہوا ہو۔ سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے ہر وقت میری زبان پر پاربتی کا نام رہتا تھا۔

پھر جب چالیس دن پورے ہو گئے تو موہن لال نے مجھ سے کہا۔

''کرشن کمار، تمہارے اندر ایک اچھا سیوک بننے کے سارے لچھن موجود ہیں۔ پرنتو تمہارے بھاگ میں کچھ اور ہی لکھا ہے۔''

''مجھے ان باتوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے موہن لال۔ دیوی جو چاہیے گی، وہ اوش پورا ہو گا۔'' میں نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔

''دیوی کیا چاہیے گی میں جانتا ہوں لیکن۔۔'' موہن لال اپنا جملہ پورا

کرنے کی بجائے خاموش ہو کر کسی وچار میں گم ہو گیا۔ اس کے چہرے پر کچھ ایسے تاثرات ابھرے جیسے وہ کسی الجھی ہوئی گتھی کو سلجھانے کی ناکام کوشش کر رہا ہو۔ چالیس روز میں متعدد بار میں اسے اس کیفیت سے دو چار دیکھ چکا تھا چنانچہ اس وقت بھی میں نے کوئی خاص دھیان نہیں دیا۔

کچھ دیر تک سونا گھاٹ کا پجاری منہ اٹھائے چھت کی طرف خونخوار نظریں جمائے رہا پھر یکلخت میری طرف دیکھ کر جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

''تمہاری پرکشا کا سمے پورا ہو چکا ہے کرشن کمار۔ اب تم جا سکتے ہو۔''

''کیا تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گے مہاراج کہ اب مجھے کہاں جانا ہوگا۔'' میں نے نرمی سے پوچھا تو وہ تلملا کر بولا۔

''جہاں تمہارا من چاہے چلے جاؤ۔ پر اب میرے استھان پر تمہارا

کوئی کام نہیں۔''

مجھے موہن لال کا یہ رویہ معنی خیز لگا سو میں نے اس سے خوشامد کے انداز میں کہا۔

''مہاراج کیا میں نے پھر کوئی غلطی کر دی ہے مجھے اپنی سیوا نہیں کرنے دیتے۔''

''نہیں، بس اب تم جاؤ اور زیادہ باتیں نہ بناؤ۔''

''مہاراج تمہارا دل ابھی صاف نہیں ہوا؟'' میں نے اسی عجزی سے پوچھا۔

''کرشن کمار، میں نے کہا نا کہ تمہاری پرکشا کا سمے پورا ہو چکا ہو۔'' موہن لال نے اکھڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

''پرنام مہاراج۔'' میں نے ہاتھ جوڑ کر موہن لال کو نمسکار (سلام) کیا پھر جانے کے لیے پلٹا ہی تھا کہ وہ مجھے روک کر بولا۔

''سنو کرشن کمار! جاتے جاتے میری ایک بات اور سنتے جاؤ۔۔دوسری بار ممکن ہے کہ ہم دونوں اس طرح نہ مل سکیں، کسی اور روپ میں ملیں سمے آ رہا ہے۔۔۔سمے آ رہا ہے۔ جاؤ تم جاؤ۔'' وہ مضطرب ہو کر بولا۔

''اور کچھ مہاراج۔''

''ہاں۔۔ایک بات اور گرہ سے باندھ لو۔'' موہن لال قہر آلود نگاہوں سے گھورتے ہوئے بولا ''تم صرف اسی سمے تک محفوظ رہ سکتے ہو جب دیوی کے پوتر استھان پر ہو۔ وہاں سے پلٹنے کے بعد تمہیں میرے ہاتھوں سے کوئی بھی شکتی نہیں بچا سکے گی۔''

میں نے غصے سے موہن لال پر ایک نظر ڈالی اور الٹے قدموں تہ خانے سے باہر نکل گیا۔ سونا گھاٹ کے پراسرار پجاری کے آخری جملے کا مطلب کیا تھا یہ میں بہت سوچ وچار کے بعد بھی نہ جان سکا۔

پرانے مندر سے نکل کر میں آبادی کی طرف جانے والے

راستے پر ہولیا۔ میں اس وقت بہت سکون محسوس کرر ہا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میں اپنی پر کشا میں کامیاب ہو چکا ہوں۔ اب دیوی مجھے درشن دے گی۔ مجھے یہ بھی یقین تھا کہ میں دیوی کے استھان پر اسی طرح پہنچ جاؤں گا جس طرح اب تک میں مختلف مقامات پر پہنچتا رہا ہوں مگر مجھے کیا معلوم تھا کہ ابھی ہولناک پر کشا کا ایک اور مرحلہ باقی رہ گیا ہے۔ یہ مرحلہ سب سے زیادہ اذیت ناک تھا۔ آپ تصور کریں کہ آپ نے اپنے کسی محبوب کو منانے کے لیے ایسی اذیتیں برداشت کی ہوں جو میں نے کی تھیں اور جب آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ آپ کا محبوب اب آپ سے من گیا ہے اور اب اس کا دیدار جلد نصیب ہو جائے گا اور پھر دیدار نہ ہو سکے اور آپ اس کی تلاش میں مارے مارے پھر رہے ہوں۔ کبھی یہاں کبھی وہاں۔ کبھی اس گلی میں، کبھی اُس گلی میں۔ میرے اوپر یہ قیامت بھی گزری۔ میں چلتا رہا چلتا رہا۔

یہاں تک کہ میرے پاؤں میں چھالے پڑ گئے مگر مجھے کہیں دیوی کا استھان نظر نہیں آیا۔ پاربتی کا نام لے لے کر میری زبان خشک ہو گئی مگر میں بھٹکتا رہا۔ پاربتی کا استھان کہاں تھا۔ وہ مجھے کہیں نظر نہیں آیا۔

دیوی کا اس میں کیا بھید اور کیا مصلحت تھی۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ میری پر کشا میں کوئی کھوٹ رہ گئی تھی جو دیوی نے مجھے اپنے استھان نہیں بلایا۔ شاید وہ میرے صبر کا امتحان لینا چاہتی تھی۔ میں مندروں میں گیا اور پاربتی کے مجسمے کے سامنے گڑ گڑا کر پوجا کی۔

میں ہندوستان کے مختلف علاقوں میں خانہ بدوشوں کی طرح گھومتا رہا میں اپنی سرگزشت کو مختصر کرتا ہوں۔ مجھے دیوی کی استھان ڈھونڈنے میں کوئی ڈیڑھ سال لگ گیا۔

ڈیڑھ سال میں نے کس طرح کاٹا۔ کس کس مہان پجاری سے میں

نے پاربتی کے استھان کا پتا پوچھا ہوگا اور کس کس نے مجھے مایوس کیا ہو گا۔ لوگ مجھے پاگل سمجھتے تھے۔ میں ایک بار سونا گھاٹ گیا مگر وہاں مجھے سونا گھاٹ کے پجاری موہن لال کا تابوت خالی ملا۔ میں حیران و پریشان پھر ایک مندر میں پاربتی کی پوجا اور گیان دھیان میں لگا رہا ان ڈیڑھ سالوں میں اپنی ذہنی کیفیت لفظوں میں بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ ایک عجیب بے دلی، بے یقینی اور بے کیفی کی حالت تھی۔ پاربتی کی یہ سزا اپچھلی تمام سزاؤں سے زیادہ تکلیف دہ تھی، اس میں تو اضطراب ہی اضطراب تھا۔

پھر امید بیم کی کیفیت میں، میں اپنی قسمت پر شاکر ہو گیا۔ قسمت میں جو کچھ لکھا ہے، وہ پورا ہوگا۔ میں مندر مندر جاتا رہا اور گھنے جنگلوں اور اونچے پہاڑوں پر دھونی جما کر پاربتی کا جاپ کرتا رہا۔ اس کے سوا میں کیا کر سکتا تھا۔

سونا گھاٹ کا پُجاری (قسط ۷)

آخری بار جب میں اجودھیا کے قریب ایک ویران مقام پر گیان دھیان میں مگن تھا تو وہی ہوا جس کی مجھے ڈیڑھ سال سے توقع تھی۔ ایک صبح جب میں سو کر اٹھا تو میں اپنے استھان پر نہیں تھا۔ میں نے جلدی جلدی اپنی دونوں آنکھیں ملنا شروع کر دیں پھر جب دوبارہ آنکھ کھولی تو مجھے یقین آ گیا کہ یہ خواب نہیں حقیقت ہے۔ میں اس وقت پاربتی دیوی کے پوتر استھان کے اس خوب صورت کمرے میں تھا جو شیو جی مہاراج کے لیے جاپ کرتے وقت دیوی نے مجھے دیا تھا میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے ہر چیز کو دیکھ رہا تھا کہ اچانک صندلی خوشبو کی تیز مہک میرے ذہن کو معطر کر گئی۔ میرے دماغ میں ہلکی ہلکی غنودگی طاری ہونے لگی۔ میں اس وقت ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے آسمان میں اڑا جا رہا ہوں۔ جیسے میں بادلوں میں تیر رہا ہوں۔ اور پھر سامنے ایک دروزاہ آہستگی سے کھلا میں مضطرب ہو کر اس کی

طرف دیکھنے لگا۔

میرے سامنے طاقت کی عظیم دیوی پاربتی تمام تر حسن و جمال کے ساتھ اما کے روپ میں کھڑی تھی۔

ڈیڑھ سال کے مشقت آزما امتحان کے بعد میں نے پاربتی کو اما (شفیق) کے روپ میں اپنے روبرو دیکھا تو میری مسرت کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ صندلی خوشبو کی تیز مہک میرے دل و دماغ کو معطر کر رہی تھی پھر آگے بڑھ کر اضطراب سے میں نے دیوی کے مقدس قدم چھوئے اور تمام تر انکساری سے بولا۔

''دیوی اپنے داس پر دیا کر۔''

پاربتی نے آہستہ سے جھک مجھے اٹھایا اور اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھ کر مجھے آشرواد دیا پھر اپنی آواز میں سارے جہاں کی رعنائیاں سمیٹتے ہوئے بولی۔

''کرشن کمار' تم سپھل ہو گئے جو ہونا تھا' سو ہو گیا۔ مجھے معلوم ہے تمہارے من میں کھوٹ نہیں ہے۔ اب تم میرے سچے سیوک بن گئے ہو۔''

''یہ سب تیری کرپا ہے دیوی۔'' میں نے پاربتی کو عقیدت بھری نظروں سے دیکھ کر کہا ''پرنتو ابھی ایک بات ایسی باقی ہے جو میرے من کو بے چین کیے ہوئے ہے۔''

''گزری ہوئی ساری باتوں کو بھول جاؤ کرشن کمار' تمہیں شادی جا چکی ہے۔'' دیوی نے اپنے ہونٹوں پر سندر مسکان بکھیر کر جواب دیا۔ ''تم نے کٹھن تپسیاؤں میں سپھل ہو کر پھر سے ایسی مہان شکتی پراپت کر لی ہے جو دیوتاؤں کو پراپت ہوتی ہے۔ تمہاری لگن سچی تھی۔ سچی لگن اوش سپھل ہوتی ہے۔ تم نے پھر دیوی کو جیت لیا ہے۔''

عظیم پاربتی مجھ سے ہم کلام تھی۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں

کوئی حسین خواب دیکھ رہا ہوں۔ بادلوں کے درمیان اڑ رہا ہوں۔ دیوی کی مترنم آواز میرے کانوں میں رس گھول رہی تھی۔ نہ جانے کب تک میں اس عالم مدہوشی سے دوچار ہا پھر اس وقت چونکا جب دیوی نے میرے شانوں پر اپنا نازک ہاتھ رکھ کر کہا۔

''کرشن کمار تم نے یہ کیا روپ دھار رکھا ہے۔''

میں نے اپنے حلیئے پر نظر ڈالی تو شرم سے نظریں نہ اٹھا سکا۔ میرے جسم پر میل کی موٹی موٹی تہیں جمی ہوئی تھیں۔ میرا لباس جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا اور اس سے سڑاند پھوٹ رہی تھی۔ ناخن بری طرح بڑھ آئے تھے اور سر کے بال جھاڑ جھنکار کی مانند بکھرے ہوئے تھے۔ یہ سوچ کر کہ اس سے اتنی گندی حالت میں پاربتی کے سامنے کھڑا ہوں' سرتاپا لرز اٹھا لیکن پاربتی نے میرے دل کی بات بھانپ لی اور پیار سے کہا۔

''کرشن کمار، تمہیں اب ان باتوں کی چنتا نہیں کرنی چاہیے۔ تم اب یوگی سمان ہو اور یوگیوں کو اپنے بھگوان اور دیوی دیوتاؤں کے سوا کسی بات کا دھیان نہیں رہتا۔ تن کی سج دھج تو منش کا کام ہے۔''

''دیوی میں سب کچھ تیری بدولت ہوں۔'' میں نے دیوی کے گن گاتے ہوئے کہا۔

''پیار امر ہوتا ہے کرشن کمار، سچا پیار ہو تو منش دیوتا بن جاتا ہے۔ پجاری سیوک اور یوگی بن جاتے ہیں۔''

دیوی کے جملوں کی مٹھاس نے مجھے بے خود کر رکھا تھا۔ مجھے اعتراف ہے کہ میرے دل کی دھڑکن عظیم دیوی کے مقدس نام کا ورد کر رہی تھی ابھی میں اسی کیفیت سے دوچار تھا کہ پاربتی نے مجھے مخاطب کیا۔

''کرشن کمار، تم اب جہاں چاہو جا سکتے ہو۔ جاؤ اور دیوی کا پیار منش کے ہردے میں بٹھاؤ۔''

''دیوی۔''میں نے جلدی سے کہا''تیری آ گیا پر میں بلیدان پرنتو اب تیرے چرنوں میں جیون تیاگ کر مجھے جو سکھ اور چین مل سکے گا' وہ سارے سنسار میں کہیں اور نہیں مل سکتا۔''

''تم اگر اس استھان پر رہنا چاہتے ہو تو رہو اور گیان دھیان میں مگن رہو۔''

پاربتی کا جواب سن کر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے قارون کا خزانہ میرے ہاتھ آ گیا ہو۔ میری یہی خواہش تھی کہ میں اپنی باقی زندگی پاربتی کے مقدس استھان پر گزار دوں۔ ڈیڑھ سال تک میں نے دیوی کو تلاش کرنے میں جو مصائب جھیلے تھے' وہ رائیگاں نہیں گئے تھے۔ مجھے میری پریشانیوں کا پھل دیوی کے روپ میں مل چکا تھا۔ طاقت کی عظیم اور سندر دیوی جس کو پانے کے لیے میں نے خود کو کھو دیا تھا۔ چند لمحے تک میں خاموش کھڑا پاربتی کو تکتا رہا پھر بولا۔

''دھنے ہو دیوی۔تو نے مجھے اپنے چرنوں میں رہنے کی جگہ دے کر میرا امان رکھ لیا۔''

''تم جب تک من چاہے یہاں رہو۔'' دیوی پھر کچھ توقف سے بولی ''پرنتو ان باتوں کی چنتا میرے مہان سیوکوں کے لیے فضول ہے۔ دیوی ہر جگہ موجود ہوتی ہے کرشن کمار۔تم میرے استھان سے دور رہ کر بھی جب من کی گہرائیوں سے میرا نام لو گے میں تمہیں درشن دینے آجاؤں گی۔''

پاربتی خاصی دیر تک میرے ساتھ باتیں کرتی رہی پھر وہ جانے لگی تو میرا دل تڑپ گیا۔ مجھے اب ایک پل کے لیے بھی دیوی کی جدائی منظور نہیں تھی۔ دیوی کے وقار نے جیسے مجھ پر سحر کر دیا تھا۔ میں اس سحر میں کھو کر رہ گیا تھا۔ پاربتی کے جانے کے بعد بڑی دیر تک میں اسی دھیان میں ڈوبتا رہا پھر رات آئی تو آرام کرنے کی خاطر لیٹ گیا۔

دیوی کے استھان پر رہ کر مجھے جو سکون ملا اور جو بھگت میری ہوئی اس کا تذکرہ الفاظ میں بیان کرنا میرے بس سے باہر ہے۔ یہاں مجھے مختلف تجربات ہوئے اور میں نے دیوتاؤں کو بڑے قریب سے دیکھا۔ میرا یہ سارا زمانہ مذہب اور وید کی اکتساب میں صرف ہوا۔ پہلی بار مجھے اندازہ ہوا کہ حرم کا یہ ایک منظم سلسلہ ہے۔ تین سال تک میں دیوی کے پاس رہا اور مجھے دیوی کا قرب اپنی مرضی کے مطابق حاصل رہا۔ دیوی کے استھان کی دیوداسیاں اور گنیش دیوتا سب ہی میرا بے حد خیال رکھتے تھے۔ میں ہمہ وقت دیوی کی پوجا اور دیوتاؤں کے جاپ میں مگن رہتا لیکن تین سال کا طویل عرصہ گزرنے کے ساتھ ساتھ اس یکسانی سے میرا دل اکتانے لگا۔ دیوی کے کہنے کے انوسار میں نے ایسی شکتی پراپت کر لی تھی جس کے آگے ہنومان کی شکتی بھی ہیچ تھی۔ اس کے علاوہ دیوی نے مجھے اجازت دے رکھی تھی کہ

جہاں میرا من چاہے جاؤں اور جو جی میں آئے کروں چنانچہ ایک روز جب میری اکتاہٹ بڑھ گئی تو میں نے ڈرتے ڈرتے پاربتی سے کہا۔

''دیوی اگر تیری آ گیا ہو تو میں۔۔۔''

پاربتی نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا ''میں جانتی ہوں کہ اس سمے تمہارے من میں کیا ہے۔ سارا سنسار تمہارا ہے تم جہاں چاہو جاؤ اور منشوں کو پاپ سے بچاؤ۔ انہیں شانتی دو۔''

''تیرا دیوگ (جدائی' فراق) مجھے گوارا نہیں۔ پرنتو میں چاہتا ہوں کہ اپنے ساتھیوں سے مل آؤں۔ میں بہت جلد واپس آؤں گا۔''

''سدھارو کرشن کمار' دیوی کو معلوم ہے کہ تم کب واپس آؤ گے یا نہیں آؤ گے۔''

پاربتی سے اجازت مل جانے کے بعد میں اس کے استھان سے باہر آ گیا۔ اس وقت میرے اوپر کچھ عجیب وغیریب کیفیت طاری تھی۔

اگر آپ کے پاس دولت ہو تو اس کے اظہار کے لیے آپ کا جی تڑپے گا۔ میری شکتی میری دولت تھی اور میرا جی اس کے اظہار کے لیے تڑپ رہا تھا۔ میں سب کچھ بھول گیا تھا کہ ماضی میں شکتی کے لیے میں کن تباہیوں سے دوچار ہوا تھا۔ اب پھر اس بات نے مجھ پر غرور کا نشہ طاری کر دیا تھا کہ میں نے وہ طاقت حاصل کر لی ہے جو بڑے بڑے سورماؤں کے پاس بھی نہیں۔ اب دیوی نے مجھے کھلی چھٹی دے رکھی تھی۔ آپ ذرا سوچئے کہ آپ کو یہ احساس ہو کہ آپ دھرتی پر بسنے والے تمام انسانوں سے زیادہ بلوان اور عظیم ہیں تو آپ کی کیا کیفیت ہو گی۔ میں اپنی کیفیت بتاتا ہوں۔ مجھے انسانوں سے اب کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میرے نزدیک اب ان کی حیثیت کھلونوں سے زیادہ نہ تھی۔ انسان یوں بھی دیوتاؤں کا کھلونا ہوتے ہیں۔ مجھے اس بات کا شدید احساس تھا کہ اب میں ناقابلِ تسخیر طاقت کا حامل

ہوں۔ وہ لوگ جو کبھی مجھے مضر سمجھتے تھے، میں ان کو مناسب سبق دینے کا متمنی تھا۔ غرض کہ میری حالت اس بدمست ہاتھی جیسی تھی جو دیوانگی کی حالت میں پہاڑوں کو بھی اپنے سامنے ہیچ سمجھنے لگتا ہے۔

سچی بات یہ ہے کہ میں پاربتی کے قرب سے دور ہو کر ایسا محسوس کر رہا تھا جیسے میرے اوپر کوئی شکتی نہیں ہے۔ اپنی دھن میں مست میں آگے بڑھ رہا تھا کہ معاً مجھے اپنے بنارس والے دوست جواد علی خاں کا خیال آ گیا جس کی بیوی کو میں نے بیماری کی آفت سے نجات دلائی تھی۔

جواد علی خاں سے میرے خاندانی مراسم تھے۔ وہ میرا بہترین دوست تھا۔ اس لیے میں نے سوچا کہ سب سے پہلے مجھے اسی کے پاس جانا چاہیے، اس خیال کے تحت میں مشرق کی سمت چل پڑا۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ میں کتنے عرصے میں بنارس پہنچ گیا۔ میرے لیے فاصلے کوئی اہمیت نہیں رکھتے تھے۔

میرے دوست جواد علی نے ایک عرصے بعد مجھے دوبارہ دیکھا تو خوشی سے دیوانہ ہو کر لپٹ گیا۔ بڑی دیر تک ہم دونوں ادھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے پھر جب میں نے اس کی بیوی کے بارے میں پوچھا تو جواد علی نے رنجیدہ ہو کر جواب دیا۔

''افضل بیگ' تمہاری بھابی کا انتقال ہو گیا ہے۔ ڈھائی سال سے میں بالکل ویران زندگی گزار رہا ہوں۔ انہی پریشانیوں میں میری ملازمت بھی جاتی رہی۔''

جواد کی بیوی کی موت کی خبر سن کر مجھے بے حد دکھ ہوا۔ میں نے مناسب الفاظ میں اظہارِ تعزیت کیا پھر پوچھا۔

''آج کل تمہاری گزر اوقات کیسے ہو رہی ہے۔ کیا دوسری ملازمت کر لی ہے؟''

''درمیان میں کچھ عرصے کے لیے ایک ملازمت مل گئی تھی لیکن اب وہ

بھی جاتی رہی۔'' جواد مجھے اپنی رام کہانی سنانے لگا۔ اس کی حالت واقعی قابل رحم تھی چنانچہ جب وہ سب کچھ کہہ چکا تو میں نے مسکرا کر کہا۔

''جو کچھ تم پر بیت چکی ہے اسے بھول جاؤ۔ اب تمہارا دوست آ گیا ہے تو تمہیں کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوگی۔''

جواد میری طاقت کا کرشمہ ایک بار پہلے بھی دیکھ چکا تھا اس لیے پہلے تو وہ میرے بارے میں دنیا جہان کی باتیں دریافت کرتا رہا پھر بولا۔

''افضل بیگ، تمہارے آنے کی کس قدر خوشی ہوئی ہے یہ میرا دل جانتا ہے لیکن۔''

''مجھے خبر ہے کہ آج کل تمہاری حالت پتلی ہے۔'' میں نے جواد کے دل کا حال پڑھتے ہوئے تیزی سے کہا ''مگر میرے آنے کے بعد تمہاری مفلسی کے دن ختم ہو چکے ہیں اس لیے کنجوسی سے کام نہ لو اور

میرے لیے شاندار بھوجن کا بندوبست کرو۔"

جواد میرے جملے کا مفہوم سمجھنے سے قاصر تھا۔ اس لیے کچھ دیر تک وہ حیرت بھری نظروں سے مجھے دیکھتا رہا پھر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"افضل بیگ، تم میرے عزیز دوست ہو۔ تم سے میرا حال ڈھکا چھپا بھی نہیں ہے پھر بھی تم کو یقین دلاتا ہوں کہ آج کل میں کوڑی کوڑی کا محتاج ہوں۔"

میں نے جواد کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ہاتھ تھام کر اسے اٹھایا اور اپنے ساتھ اس کمرے میں گھسیٹ لایا جہاں اس کی بیوی رہتی تھی کمرے کا ساز و سامان بالکل ویسا ہی تھا جیسا پہلے دیکھ چکا تھا مگر اب ساری چیزوں پر ویرانی اور اداسی برس رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے میں اداس ہو گیا پھر میں نے جواد کو مخاطب کر کے پوچھا۔

"بھابی کا صندوق کہاں رکھا ہے؟"

جواد اب بھی کچھ نہ سمجھ سکا۔ میں خوب سمجھ رہا تھا کہ اس وقت اس کے دل پر کیا گزر رہی ہے۔ بہر حال جب اس نے ایک مقفل صندوق کی طرف اشارہ کیا تو میں نے مسکرا کر کہا۔

''کیا تم نے اس صندوق کو کبھی کھول کر دیکھا ہے؟''

''نہیں۔'' جواد کی آواز رندھ گئی ''میں اپنے زخموں کو اپنے ہاتھوں سے نہیں کریدنا چاہتا۔ مجھے تمہاری بھابی کے کپڑے دیکھ کر دکھ ہوتا ہے۔''

''تم غلط سمجھے۔'' اس صندوق میں بھابی کے کپڑوں کے بجائے اور بھی بہت کچھ ہے۔ اسے کھولو تو۔'' میں نے سنجیدگی سے کہا۔

جواد نے میری سمت ایسی نظروں سے دیکھا جیسے اسے میری باتوں پر یقین نہ آرہا ہو۔ لیکن پھر جب اس نے میرے اصرار پر صندوق کھولا تو فرطِ حیرت سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ صندوق ہیرو

جواہر سے بھرا ہوا تھا۔ اس کا بندوبست میرے بیروں نے اسی وقت کر دیا تھا جب جواد مجھے اپنی مفلسی کی رام کہانی سنا رہا تھا۔ خاصی دیر تک جواد مجھے ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا پھر بولا۔

''افضل بیگ تم سچ مچ جادوگر بن گئے ہو۔ تم نے اتنے دنوں میں واقعی بہت کچھ حاصل کیا ہے۔''

''یہ سب میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے جواد۔'' میں نے بڑی بے پروائی سے کہا ''میرے اندر کتنی طاقت ہے اس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ شاید کبھی موقع پڑے اور تم اپنی آنکھوں سے دیکھو۔''

جواد کے یہاں ٹھہرے ہوئے مجھے دو ماہ گزر گئے اس عرصے میں، میں نے بنارس میں اپنی شکتی دل کھول کر مظاہرہ کیا لیکن صرف اسی حد تک کہ جہاں مجھے کوئی مظلوم نظر آیا۔ میں اس کی مدد کو فوراً آمادہ ہو گیا۔ اس کے برعکس ظالموں کو میں نے ایسی سزا دی کہ انہوں نے ظلم کرنے

سے توبہ کرلی۔ میں ان واقعات کی تفصیل بیان کرنے بیٹھوں تو سیکڑوں صفحات سیاہ کرسکتا ہوں لیکن یہاں اس کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ آپ بھی اس قسم کی سرگزشتوں میں نہ جانے کیسے کیسے واقعات پڑھ چکے ہونگے۔ اب اس کی تکرار مناسب معلوم نہیں ہوتی بس یوں سمجھئے کہ میں ایک بادشاہ تھا جس کے ساتھ میں اس کی مملکت کے تمام ذرائع ورسائل موجود تھے اور وہ جو چاہے کرسکتا۔ میں نے کھل کر اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا۔ جواد کو عجب شوق تھا کہ وہ روز کوئی نہ کوئی مسئلہ آ کر بیان کرتا۔ ہم خاموشی سے موقع پر پہنچتے اور لوگوں کو حیرت زدہ کردیتے پھر سب سے زیادہ جواد کو ان پراسرار تماشوں میں مزہ آتا تھا۔ وہ میری شکتی کا بری طرح قائل ہو چکا تھا اور میرا بہت خیال رکھتا تھا۔ ہم دونوں نے بنارس چھوڑ دیا اور ہم ہندوستان کے ہر کونے تک پہنچے۔ جہاں گئے وہاں خوب ہنگامہ برپا کیا۔ جواد کو پارتی

کے نام سے اُنس ہو گیا تھا مگر مختلف جگہوں پر میرا ہندوؤں میں جانا اور ہندو دھرم سے عقیدت کا اظہار کرنا اسے پسند نہیں تھا۔ میں اس بات کو محسوس کرتا تھا مگر جواد سے اس سلسلے میں میری کوئی بات نہیں ہوئی۔ جواد کے لیے جو کچھ مجھ سے ہو سکا میں نے کیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جواد دولت مند ہو گیا۔ مجھے خوشی تھی کہ وہ اپنے دکھ درد بھول کر خوش حال زندگی گزار رہا تھا مگر بزرگوں کا یہ قول سچ ثابت ہوا کہ انسان جب بے انتہا دولت کا مالک بن جاتا ہے تو اس کو ہری ہری سوجھتی ہے۔ وہ گناہ کی طرف راغب ہونے لگتا ہے۔ جواد کی حالت بھی کچھ ایسی ہی ہو گئی تھی۔

دولت مند بن جانے کے بعد اس نے ہاتھ پاؤں نکالنے شروع کر دیے تھے۔ اس نے بری عورتوں کے ساتھ رنگ رلیاں منانا اور کوٹھوں پر آنا جانا بھی شروع کر دیا تھا۔ مجھے ان باتوں سے کوئی

سروکار نہیں تھا۔ میں تو ایک پجاری تھا۔ ایک سادھو جس کا کام دھیان گیان تھا۔ میں اپنے دوست کہ خوش دیکھنا چاہتا تھا۔ خود میں بھی شکتی کے گھمنڈ میں مغرور ہو چکا تھا۔ عورت اور دولت میرے لیے کوئی وقعت نہیں رکھتے تھے۔ ہر وقت میں اپنی دھن میں مست رہتا تھا۔ اس لیے مجھے جواد کے مشغلوں پر بھی کوئی اعتراض نہ تھا۔ لیکن کلکتہ میں ایک روز ایک ایسا حادثہ پیش آیا جس نے پورے شہر میں میری شکتی کی دھوم مچا دی۔ اس حادثے کا میری زندگی پر کیا اثر پڑا یہ میں آگے چل کر بتاؤں گا۔

اس روز میں حسب معمول جب دن بھر کی آوارہ گردی سے واپس آیا تو خلاف توقع جواد کو گھر پر دیکھ کر حیران رہ گیا۔

جواد کے چہرے پر الجھن اور پریشانی دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ وہ کچھ فکر مند ضرور ہے۔ میں نے وجہ پوچھی تو ٹال مٹول کرنے لگا لیکن

جب میں نے زیادہ اصرار کیا تو اس نے کہا۔
افضل بیگ، میں تمہیں ان معاملات میں الجھانا نہیں چاہتا تھا لیکن اب جب تم اصرار کر رہے ہو تو مجبوراً مجھے یہ سب کچھ بتانا پڑھ رہا ہے مگر اس شرط پر کہ تم میری مدد ضرور کرو گے۔
''کہو تو سہی، آخر معاملہ کیا ہے؟'' میں نے بے پروائی سے پوچھا۔
''میرے دوست، آج ایک دو کوڑی کی طوائف نے بھری محفل میں میری بے عزتی کر دی۔ اگر میرے اندر تمہارے جیسی قوت ہوتی تو میں اسے مزا چکھائے بغیر واپس نہ آتا۔''
''اگر وہ دو کوڑی کی ویشیا تھی تو تم اس کے کوٹھے پر کس لیے گئے تھے۔'' میں نے مسکرا کر پوچھا تو جوادلا جواب ہو گیا۔ کچھ دیر تک میں جواد کو یونہی چھیڑتا رہا پھر بولا ''تم نے یہ بات کہہ کر میرے دل کو دکھ پہنچایا ہے کہ تم مہان شکتی کے مالک ہوتے تو ویشیا کو سزا دیے بغیر

نہ آتے۔ کیا میں اور تم الگ الگ ہیں۔''

''یہ بات نہیں افضل بیگ۔'' جواد جلدی سے بولا ''میں مفت میں تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا۔''

''میری پریشانی کی بھی بھلی کہی تم نے۔'' میں نے خم ٹھونک کر کہا ''اس دھرتی پر سوائے پاربتی' شیو شنکر مہاراج اور دیوتاؤں کے کوئی اور نہیں جو مجھ سے آنکھیں ملا کے بات کر سکے۔ تم اگر کہو تو میں اس کسی کو ابھی یہاں آنے پر مجبور کر دوں۔

میرے بیر اسے چٹیا سے تھام کر گھسیٹتے ہوئے لا کر تمہارے قدموں میں ڈال دیں گے۔

''نہیں افضل بیگ۔'' جواد نے جوش میں آ کر کہا ''اگر تم نے اسے یہاں بلا کر سزا دی تو مزا نہیں آئے گا۔ اس کم بخت عورت نے بھری محفل میں میری بے عزتی کی تھی۔ میں چاہتا ہوں کہ اس طرح بھری

محفل میں اس کی بے عزتی ہو۔''

''تم جو چاہتے ہو وہی ہوگا۔ میں کل ہی تمہارے ساتھ چلوں گا اور ایسا تماشا دکھاؤں گا کہ تم بھی دنگ رہ جاؤ گے۔''

''افضل بیگ، لیکن ایک بات کا خیال رکھنا۔ کہیں غصے میں بے قابو ہو کر تم اس عورت کو کوئی ایسی سزا نہ دے بیٹھنا کہ وہ کسی کو صورت دکھانے کے قابل نہ رہ جائے۔''

''اچھا تو بہت سندر ہے وہ ودیشیا کیوں۔''

''سندر۔'' جواد نے معنی خیز انداز میں کہا'' مجھے تو اس بات کا خطرہ ہے کہ کہیں تم اسے دیکھ کر اپنے جنتر منتر ہی نہ بول جاؤ اور وہیں کے ہو رہو۔''

''تم کیا جانو جواد کہ سندرتا کسے کہتے ہیں۔'' میں نے جواد کو مخاطب کیا پھر پاربتی کے دھیان میں گم ہو گیا۔

دوسرے دن میں جواد کے ساتھ اس عورت کے گھر پہنچ گیا۔ جہاں میں نے اس کے ساتھ جانے کا وعدہ کیا تھا۔ اس ناچنے والی کا کوٹھا دوسری طوائفوں سے الگ تھا پھر بھی اس کے کوٹھے کے نیچے جھلملاتی گاڑیوں کی لائن لگی ہوئی تھی۔ اوپر سے گانے بجانے کی آوازے آرہی تھیں۔ جواد اس وقت بہترین لباس میں تھا مگر میں نے کھدر کا پاجامہ اور کرتہ پہن رکھا تھا۔ زینوں سے گزر کر ہم اوپر پہنچے تو ایک پٹھان نما چوکیدار نے ہمیں روک لیا اور سخت لہجے میں بولا اندر جگہ نہیں ہے۔"

"تم اس کی فکر مت کرو خان صاحب ہم اپنی جگہ خود بنالیں گے۔"

میں نے نرم لہجے میں کہا تو وہ اور گرم ہو گیا اور آنکھیں نکال کر بولا۔

"خو.... ہم تم کو بولا کہ جگہ نہیں ہے۔ تھوڑی دیر سے آنا۔"

جواد نے میری طرف ایسی نظروں سے دیکھا جیسے دریافت کر رہا

ہو کہ اب کیا ہوگا۔ میں نے جواد کی بات کا جواب دینے کی بجائے چوکیدار کو ایک بار پھر سمجھانے کی کوشش کی لیکن جب وہ کسی طرح نہ مانا تو مجھے مجبوراً ایک جنتر آزمانا پڑا۔ میرے بیروں نے اسے بے بس کر دیا تو میں نے جواد کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ ایک تنگ سی غلام گردش کو عبور کر کے ہم اس بڑے حال میں پہنچ گئے جہاں گانے کی محفل جمی ہوئی تھی۔ چوکیدار کا بیان غلط نہیں تھا۔ اندر تل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ میرے لئے اپنی شکتی کا مظاہرہ کرنے کا یہ بہترین موقع تھا۔ چنانچہ میں بے دھڑک ہال میں داخل ہو گیا۔ جہاں بڑے شرفا اپنی بہترین پوشاکوں میں براجماں تھے۔ جواد میرے ساتھ تھا۔ میری نظر ویشیا پر پڑی تو میں دنگ رہ گیا۔ وہ حقیقتاً بڑی سندر تھی۔ مجھے نرملا پجارن یاد آ گئی جس نے میرے ساتھ بے وفائی کی تھی۔ ابھی میں نرملا کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کا ایک نائکا اٹھ کر تیزی سے

ہمارے قریب آئی اور جواد کو گھور کر بڑے کرخت لہجے میں بولی۔

''میں نے تم کو کل منع کیا تھا کہ دوبارہ اس کوٹھے کا رخ نا کرنا۔ سیدھی طرح اپنے ساتھی کو لے کر واپس چلے جاؤ ورنہ آج تمہارے ساتھ شرفا جیسا برتاؤ نہیں کیا جائے گا۔''

''ہم ناچ رنگ دیکھے بنا واپس نہیں جائے گے۔'' میں نے نائکا کو نفرت سے گھور کر دیکھا ''ویشیا کا کوٹھا کسی کے لیے مخصوص نہیں۔ تمہیں اگر دولت چاہیے تو ہم تمہیں منہ مانگے دام دینے کو تیار ہیں۔''

''بڑا آیا کہیں سے منہ مانگے دام دینے والا۔ کبھی اپنی صورت بھی دیکھی ہے آئینے میں۔ موا کنگلا کہیں کا۔''

میرے دل میں یہی آئی کہ انگلی کی ایک جنبش سے اس ذلیل عورت کو جلا کر بھسم کر دوں لیکن اس طرح بات بگڑ جانے کا خدشہ تھا۔ اس لیے میں نے نائکا کو دوبارہ مخاطب کر کے کہا۔

''تم میرے حلیے پر نہ جاؤ بڑی بی۔ دھن کی ضرورت ہے تو دھن لو۔ استاد دھن کہ جو کبھی تمہیں خواب میں بھی نصیب نہ ہوا ہوگا۔''

''چل دفع ہو یہاں سے بڑا آیا دھن والا کہیں کا۔''

مجھ سے اب برداشت نہیں ہو سکا۔ ہال میں بیٹھے ہوئے دوسرے افراد بھی ہماری گفتگو سن کر ہماری طرف متوجہ ہو چکے تھے۔ میں نے ایک نظر نائکا پر ڈالی پھر ایک منتر پڑھ کر چھت کی طرف پھونک دیا۔ میرا منتر پڑھنا تھا کہ چھت بڑے بڑے نوٹوں کی بارش شروع ہوگئی۔ حسین و جمیل نائیکا ناچتے ناچتے ایک دم سے ٹھٹک کر رک گئی۔ محفل میں بیٹھے ہوئے لوگوں پر جیسے سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ سازندوں نے پاگلوں کی طرح نوٹوں کو سمیٹنا شروع کر دیا۔ نائکا پھٹی پھٹی نظروں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ میں نے محفل کا رنگ اڑتے دیکھا تو گرج کر بولا۔

''تم سب چلتے پھرتے نظر آؤ۔ آج کی محفل میں ہمارے سوا اور کوئی نہیں رہے گا۔''

نوٹوں کی بارش دیکھ کر لوگ پہلے ہی حیرت زدہ تھے۔ میری خداداد اور جلالی آواز سن کر کچھ لوگ تو بولے بغیر اٹھ کر رخصت ہو گئے جو باقی رہ گئے انھیں میرے بیروں نے دھکے مار کر زینے سے نیچے دھکیل دیا۔ ہال خالی ہوا تو میں نے جواد کا ہاتھ تھاما اور آگے بڑھ کر گاؤ تکیے کے سہارے بیٹھ گیا۔

''ناچ شرع کرو۔'' میں نے حکم دیا ''اگر ہمارے من کو تمہارا ناچ بھایا تو ہم تمہیں اور دھن دیں گے۔ پرنتو اگر ایسا نہ ہوا تو تم سب کو جلا کر بھسم کر دیں گے۔''

''مہاراج۔'' نائکا نے لپک کر میرے چرن تھام لیے اور گڑگڑا کر بولی ''ہمیں معاف کر دیجیے مہاراج۔ ہم سے بڑی بھول ہوئی جو ہم

آپ کو پہنچان نہ سکے۔ آپ ہمارے کوٹھے پر آ کر ہماری عزت افزائی کی ہے۔"

میں نے نفرت سے پاؤں کھینچے تو نائکا سہم کر پیچھے ہٹ گئی۔ سازندوں نے خوف کے مارے تال چھیڑ دی اور طوائف کے سندر پاؤں حرکت میں آ گئے۔ وہ سرتاپا قیامت تھی۔ جواد نے صحیح کہا تھا۔ پارہ صفت اس کا جسم تھا۔ آنکھیں اس کی ہوس انگیز تھیں اور ادائیں ہوش ربا۔ وہ تھرک رہی تھی اور جواد کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں۔ لیکن اصل میں، میں اس سمے نرملا پجارن کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ جس سے میں نے پیار کیا تھا۔ جس کے کارن میں نے اپنا دھرم بدلا جسے پانے کے لیے میں نے گنیش دیوتا کا جاپ کیا تھا لیکن نرملا ارجن مہاراج کا دل بہلانے میں مگن تھی۔ اس نے میرے ساتھ دغا کیا تھا۔ جس کے نتیجے میں، میں نے اس کے شریر کی سندرتا کی بگاڑ

دیا تھا۔

میں نہ جانے کتنی دیر تک نرملا کے بارے میں سوچتا رہا۔ مجھے طوائف کے روپ میں نرملا نظر آ رہی تھی۔ جو نہ جانے کہا اپنی ہڈیوں کا پنجر لیے گھوم رہی ہو گی۔ میرے اوپر بے خودی طاری تھی کی جواد نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔

''افضل بیگ' یہی ہے وہ ستم شعار جس کی وجہ سے میری بے عزتی ہوئی تھی۔ اگر اس بد بخت نے شہناز (طوائف کا نام) کی طرف داری نہ کی ہوتی تو بات آگے نہ بڑھتی۔''

میں نے جواد کے اشارے پر گھوم کر دیکھا تو میری بائیں جانب ایک ہٹا کٹا ہندو دھوتی باندھے بیٹھا تھا۔ سفید کرتے کے اندر سے اس کا چھریرا بدن جھلک رہا تھا۔ اس کے چہرے پر بلا کا اعتماد تھا۔ ہونٹوں کے درمیان سگریٹ دبائے وہ بڑے بازاری انداز میں رقص

کرتی ہوئی طوائف کی جانب دیکھ رہا تھا۔ وہ کب محفل میں آیا تھا۔ میں نہیں دیکھ سکا تھا۔ چند لمحوں تک میں اسے گھورتا رہا پھر میں نے نائکا کو مخاطب کر کے اونچی آواز میں کہا۔

''میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ جب تک ہم یہاں ہیں کوئی دوسرا ہمارے رنگ میں بھنگ ڈالنے نہیں آئے گا پھر یہ گستاخ کون ہے جو اندر گھس آیا ہے۔''

''مہاراج۔'' نائکا نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا ''یہ کلکتے کے بڑے مانے ہوئے پنڈت ہیں اور لچھمن داس کے نام سے مشہور ہیں۔ میں بھلا کسی پجاری کو۔''

''اپنی زبان بند کرو ثیشیا۔'' میں گرج کر بولا ''ہم کسی ایسے پجاری کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں جو ڈنڈوت کئے بنا ہماری سبھا میں گھس آئے اور ہماری آگیا کے بغیر براجمان ہو۔ ہم ایسے مَیش کو پجاری نہیں بلکہ

اپرادھی کہیں گے۔"

"لچھمن داس میری بات سن کر آگ بگولا ہو گیا۔ میں نے اس کی نظروں کو دیکھا تو فوراً بھانپ گیا کہ اسے بھی دو چار جنتر منتر آتے ہیں چنانچہ میں نے اسے مزید بھڑکانے کے لیے غصیلی زبان میں کہا۔

"لچھمن داس، تم کون ہو یہ میں نہیں جانتا، پرنتو اتنا اوش جانتا ہوں کہ تم نے ہماری سبھا میں آ کر ہمارا اپمان کیا ہے۔ تمہارے لیے کیول ایک ہی راستہ ہے کہ اٹھ کر میرے چرن چھوؤ اور ڈنڈوت کر کے شما چاہو۔"

لچھمن داس جس کے بارے میں بعد میں مجھے پتا چلا تھا وہ کلکتے کا سب سے مہان پجاری سمجھا جاتا تھا۔ میری بات سن کر بولا۔

"تم اس شہر میں کوئی نئے پکھیرو دکھائی دیتے ہو۔ اگر تمہیں اپنا جیوان پیارا ہے تو چپ چاپ اٹھ کر یہاں سے دفع ہو جاؤ ورنہ میں

تمہیں ایسا شراپ دوں گا کہ تمہاری آتما بھی تڑپ اٹھے گی۔"

لچھمن داس کو آپے سے باہر ہوتا دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی۔ میں نے بیٹھے بیٹھے اسے مسکرا کر جواب دیا۔

"مہاشے! اگر تم پجاری ہوتے تو یہ اوش جان لیتے کہ اس سمے تم کس سے بات کر رہے ہو۔"

"کیا نام ہے تمہارا؟" لچھمن داس نے ہونٹ چباتے ہوئے سوال کیا۔

"نام جان کر کیا کرو گے مہاشے۔" "اپنے کام سے کام رکھو پرنتو تمہیں میری آگیا کا پالن اوش کرنا ہوگا۔ اس کے بغیر تمہاری مکتی نہیں ہو سکتی۔"

"زبان کو لگام دو اجنبی۔" لچھمن داس غرایا "تم ایک پجاری کا اپمان کر رہے ہو۔ گرو کی سوگند اگر تم ترنت اٹھ کر نہ چلے گئے تو میں

تمہیں سارا جیون شما نہیں کروں گا"

"اچھا۔ تو آپ نے کوئی گرو بھی پال رکھا ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا "کیا میں آپ کے گرو گھنٹال کا نام جان سکتا ہوں۔"

"اپرادھی تو نے میرے گرو موہن لال کا بھی اپمان...."

"موہن لال۔" میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ قبل اس کے کہ لچھن داس اپنا جملہ پورا کرتا میں نے گرج کر پوچھا "کیا تم سونا گھاٹ والے موہن لال کے چیلے ہو۔"

"ہاں مجھے وشواس تھا کہ میرے گرو دیو کا نام سن کر تم ضرور چونکو گے۔"

"لچھن داس تم نے میرے سامنے موہن لال کا نام لے کر میرے سینے میں سلگتی چنگاری کو ہوا دی ہے۔ میں تمہیں کشٹ دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔" اتنا کہہ کر میں نے آگم کا ایک منتر جاپ کر کے لچھن داس کی

سمت پھونک ماری۔ لچھمن داس کو اس بات کا گمان نہیں تھا کہ میں اس سے زیادہ شکتی کا مالک ہوں۔ اس لئے وہ سنبھل بھی نہ پایا تھا کہ میرے منتر کے ایک بیر نے ایک سانپ کے روپ میں سامنے آ کر اسے ڈس لیا۔ سانپ کا ڈسنا تھا کہ لچھمن داس کے منہ سے نیلے نیلے رنگ کی جھاگ نکلنے لگی۔ کسی کٹے ہوئے درخت کی طرح اس نے ایک دو ہچکولے لیے پھر زمین پر الٹ گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کا پورا جسم نیلا ہو گیا۔ اس حادثے نے طوائف اور اس کے سازندوں کو اتنا خوف زدہ کر دیا تھا کہ وہ پتھر کی مورتیوں کی طرح جم کر رہ گئے۔ نائکا کس سمے حال سے نکل بھاگی۔ اس کا مجھے علم نہ ہو سکا اس لیے کہ میں لچھمن داس کی طرف متوجہ تھا۔

پھر موہن لال کا نام آیا۔ موہن لال کا نام سنتے ہی مجھے جوش آ گیا۔ پاربتی کا استھان چھوڑنے کے بعد مجھے پہلی بار احساس ہوا کہ ابھی

مجھے اپنے سب سے بڑے دشمن سے انتقام لینا ہے جس نے ایک عرصے تک مجھے اذیت ناک مصائب سے دو چار کر رکھا تھا۔ مجھے وہ تکلیفیں ایک ایک کر کے پھر یاد آنے لگیں جو موہن لال نے اپنی شکتی کے گھمنڈ میں مجھے پہنچائی تھیں۔ میں اب ان اذیتوں کا انتقام لینے کے بارے میں پوری طرح سنجیدہ ہو چکا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اب میں سونا گھاٹ کے پراسرار پجاری کو زیر کرنے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔

لچھمن داس کا جسم برابر اکڑتا جا رہا تھا۔ میری نظریں اس کے جسم پر مرکوز تھیں لیکن دماغ موہن لال کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ابھی میں اپنے خیال میں کھویا ہوا تھا کہ پولیس کے چار جوان ایک انسپکٹر کے ساتھ ہال میں گھس آئے اور مجھے گھیر لیا۔ میں نے نائکا کو ساتھ دیکھا تو سمجھ گیا کہ اسی نے پولیس کو میرے بارے میں اطلاع دی

ہو گی۔ چاروں سپاہیوں نے لپک کر مجھے جکڑا اور ہتھکڑی پہنا دی‘ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے جسم سے حقیر چوہے لپٹ گئے ہوں۔ لوہے کی زنجیر مجھے کسی کھلونے کے مانند نظر آ رہی تھی۔ میں نے نظر اٹھا کر انسپکٹر کی طرف دیکھا وہ کرخت لہجے میں بولا۔

’’تم یقیناً افضل بیگ ہو۔ وہی افضل بیگ جس نے حیدر آباد دکن میں اپنے بھائی کو جان سے مارنے کی کوشش کی تھی اور ہمارے محکمے کے ایک ایس پی ماتھر کی ہلاک کیا تھا۔

تمہاری تصویر ہمارے پاس بہت دنوں سے محفوظ ہے۔ تمہاری گرفتاری پر حکومت کی جانب سے ایک بڑا انعام ملنے کی پوری پوری توقع ہے۔‘‘

تمہارے یہ سپنے کبھی پورے نہیں ہوں گے۔‘‘ میں نے گھور کر انسپکٹر کو کہا‘ ’’میرا کہا مانو تو یہ کھلونا جو تمہارے آدمیوں نے مجھے پہنایا ہے

اسے اتار دو ورنہ تمہیں مفت میں پچھتانا پڑے گا۔''

''شٹ اپ۔'' انسپکٹر نے ڈپٹ دیا'' اس قسم کی گیدڑ بھکیاں میں پہلے بھی بہت سن چکا ہوں۔''

اچانک میری ذہنی رو بھٹکنے لگی۔ موہن لال کا تصور میرے دل و دماغ میں چکرا رہا تھا۔ میں طے کر چکا تھا کہ پہلی فرصت میں سونا گھاٹ کے پجاری کو ٹھکانے لگاؤں گا۔ ایسی صورت میں پولیس والوں کی مداخلت کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ میرا دل چاہا کہ ان سب کو جلا ڈالوں لیکن جواد کا خیال کر کے مجبوراً مجھے خون کے گھونٹ پینا پڑے۔ سپاہی نے دھکا دیا تو میں خاموشی سے اس کے پیچھے ہو لیا۔ مجھے خوشی تھی کہ ابھی تک جواد سے کوئی باز پرس نہیں ہوئی تھی۔ زینے سے اترتے وقت میں نے جواد کو آنکھوں سے اشارہ کیا کہ وہ چپ چاپ کھسک لے۔ جواد میرا اشارہ پاتے ہی ایک لمحے کے لیے جھجکا پھر وہ

نیچے اترتے ہی کترا کر نکل گیا۔ میرے لیے اب راستہ صاف تھا۔ نیچے سڑک پر لوگوں کا ہجوم تماشہ دیکھنے کے لیے جمع ہو چکا تھا۔ جیپ کے قریب پہنچ کر میں رک گیا۔ تو انسپکٹر نے ہجوم کے سامنے اپنی بہادری کا سکہ جمانے کے لیے بھرپور آواز میں کہا۔

''سیدھی طرح گاڑی میں بیٹھ جاؤ ورنہ چمڑی ادھیڑ کر رکھ دوں گا۔''

''سنو مہاشے ' میں تم کو ایک اور موقع دیتا ہوں۔ مکتی چاہتے ہو تو اس کھلونے کو میرے شریر سے الگ کر دو ورنہ اگر مجھے جلال آ گیا تو تمہیں اپنے جیون سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔''

''اس حرام زادے کو دھکے مار کے اندر پھینک دو' انسپکٹر نے بید کے اشارے سے سپاہیوں کو حکم دیا۔

سپاہیوں نے حکم کی تعمیل میں مجھے دھکیلنے کی کوشش کی تو میری کھوپڑی گرم ہو گئی۔ میں نے غصے میں ایک جھٹکا مارا تو سپاہی اچھل کر دور جا

پڑے۔ چوتھا سپاہی جس نے ہتھکڑی کا دوسرا سرا اپنے ہاتھ میں باندھ رکھا تھا جھول کر میرے قدموں پر الٹ گیا۔ انسپکٹر نے میری جسمانی طاقت کا اندازہ لگایا تو اپنا سروس ریوالور نکال لیا۔ میں اسے دیکھ کر مسکرایا اور میں نے ایک منتر پڑھ کر خود کو محفوظ کیا پھر ایک جھٹکا دے کر کلائی مروڑی تو لوہے کی زنجیر کڑ کڑا کر ٹوٹ گئی۔ اب میں بالکل آزاد تھا۔

''خبردار ' اگر تم نے بھاگنے کی کوشش کی تو گولی مار دوں گا۔'' انسپکٹر نے مجھ سے دو قدم پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

ہجوم ہکا بکا مجھے اور انسپکٹر کو دیکھ رہا تھا۔ میں نے جلدی سے ایک منتر پڑھ کر انسپکٹر کی طرف پھونکا۔ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل کر دور جا پڑا۔ دوسرے ہی لمحے میرے بیروں نے انسپکٹر کو گولی بھر کر اوپر اٹھا لیا۔ میرے بیر چونکہ نظر نہیں آ رہے تھے اس لیے انسپکٹر بظاہر ہوا میں

معلق نظر آ رہا تھا۔ خود کو غیر مرئی قوت سے نجات دلانے کی خاطر وہ بچوں کی طرح ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ ہجوم نے میری شکتی کا تماشہ دیکھا تو بھگدڑ مچ گئی۔ مجمع کائی کی طرح چھٹ گیا۔ پوری سڑک پلک جھپکتے ہی ویران ہوگئی۔

''مہاراج ' بھگوان کے لیے شما کرو۔'' انسپکٹر نے رندھی ہوئی آواز میں کہا تو میں مسکرا کر بولا۔

''میں نے تم کو پہلے ہی سمجھایا تھا مجھے مت چھیڑو، پرنتو تم نے میری بات نہیں سنی' اس لیے اب تمھیں اس کی تھوڑی بہت سزا تو ہر حال میں بھگتنی ہوگی۔''

''دیا کرو مہاراج''

''مورکھ ' پجاریوں کو چھیڑ کر اب دیا کی بھکشا مانگ رہا ہے۔'' میں نے حقارت سے کہا پھر گھوم کر ایک طرف چل دیا۔

میرا ذہن موہن لال میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ آپ نے یہ طویل سرگزشت پڑھی ہے۔ آپ کو یاد ہو گا کہ میں نے اس خارزار میں محض موہن لال کی وجہ سے قدم رکھا تھا۔ میں موہن لال کی آتما کا راز جاننے کے لیے سونا گھاٹ سے روانہ ہوا تھا۔ موہن لال سے کئی بار میری مڈبھیڑ ہوئی۔ میں نے دیوی کی ناراضگی مول لی اور اپنی مہان شکتی موہن لال کی وجہ سے کھو بیٹھا۔ گزشتہ ملاقات میں میں موہن لال سے معافی مانگ چکا تھا۔ اس سے کہہ چکا تھا کہ اب میرے دل میں اس کے لیے کوئی کدورت باقی نہیں ہے۔ تین سال دیوی کے استھان پر رہنے کے بعد بھی مجھے موہن لال کا خیال نہیں آیا۔ اور نہ ہی دیوی نے اس سلسلے میں کوئی ذکر کیا۔ اصل میں میں نے جب بھی موہن لال سے انتقام لینے کی سوچی میرے اوپر مصیبتیں نازل ہوئیں۔ اصل بات یہ تھی کہ موہن لال پجاریوں میں سب سے مہان

اور بلوانوں میں سب سے بلوان، غیر معمولی قوتوں کا مالک ایک عجیب و غریب پجاری تھا۔ میں نے ہمیشہ اس کی شکتی کا تخمینہ غلط طور پر کیا اور ہر بار اپنی عجلت اور جذباتی طبیعت کی وجہ سے نقصان اُٹھایا۔ میں نے معافی مانگ لی تھی اور اصولاً اب مجھے سونا گھاٹ کے پجاری کا خیال دل میں نہیں لانا چاہیے تھا لیکن اب بات دوسری تھی۔ میں عمر کا قیمتی حصہ شکتی حاصل کرنے، اسے کھونے، اور پھر حاصل کرنے اور ریاضت میں لگا چکا تھا۔ اب میرے اندر اعتدال بھی آ چکا تھا اور نوجوانی کی وہ سرکشی اور باغیانہ انداز بھی رخصت ہو چکا تھا۔ جس نے مجھے اتنے پراسرار حالات سے دوچار کیا تھا۔ میں اب موہن لال سے کم شکتی کا مالک نہیں تھا چنانچہ اچانک اُس کا نام سن کر میرے دل میں شدید نفرت جاگ اُٹھی۔ اور میں اس سے ایک آخری معرکہ کرنے کی سوچنے لگا۔ اگر میں اس سے انتقام نہ لیتا تو پھر یہ سارا کھیل بیکار

تھا۔ ان سطور کو لکھنے کی ضرورت یوں پڑی کہ میں آپ کو سونا گھاٹ کے پجاری سے اپنا انتقام بتانا چاہتا تھا۔ معاملہ خالص جذباتی تھا اور یہ میری انا کا معاملہ تھا۔

سو میں اپنی دھن میں مست' تیز تیز قدم اُٹھاتا آگے بڑھتا رہا۔ پھر ایک جگہ رُک کر میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور شیو جی مہاراج کا جنتر پڑھنے لگا۔ کچھ دیر بعد میں نے آنکھیں کھولیں اور مجھے یوں لگا جیسے شریر کی تمام شکتی سمٹ کر میری آنکھوں میں آ گئی ہو۔ میں نے پاربتی کا نام لے کر دوبارہ آنکھیں موند لیں اور موہن لال میری آنکھوں کے سامنے تھا۔ اس سمے وہ ایک خوبصورت اور نازک بدن لڑکی کے ساتھ رنگ رلیاں منانے میں مصروف تھا۔ موہن لال کو اس حالت میں دیکھ کر میرا خون کھول اُٹھا بے اختیار میری زبان سے نکلا۔

''پاپی' اب تیرے بُرے دن آ چکے ہیں۔ اب میں تجھے ایسا کشٹ

دوں گا جسے تُو سارا جیون یاد رکھے گا۔"

"میری زبان سے یہ شبد نکلے ہی تھے کہ میں نے موہن لال کو چونکتے دیکھا۔ وہ خوبصورت لڑکی کو ایک جھٹکے سے پھینک کر غضب ناک انداز میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ مجھے اس بات پہ کوئی اچنبھا نہیں ہوا کہ موہن لال نے مجھ سے سینکڑوں میل دُور ہونے کے باوجود میری آواز کیسے سُن لی تھی۔ دیویوں اور دیوتاؤں کے جاپ کرنے کے بعد پجاریوں میں ایسی شکتی پیدا ہو جانا کہ وہ سینکڑوں میل دور سے بھی سب کچھ دیکھ اور سُن سکیں کچھ حیرت کی بات نہ تھی۔ چنانچہ میں دیکھ رہا تھا کہ میری آواز سننے کے بعد موہن لال کسی بپھرے ہوئے زخمی درندے کی مانند اُٹھا اور پرانے مندر کے تہہ خانے میں کھڑا اپنے ہونٹ کاٹ رہا تھا۔ اس کا بھاری بھرکم چہرہ خون کی تمازت سے تپ کر دہکتے ہوئے سرخ لوہے کی مانند ہو گیا تھا۔ اچانک اس نے سینکڑوں میل دور سے میری

طرف خون خوار نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

’’کرشن کمار تم۔۔۔۔تم بھول گئے کہ تم یہاں کیا کہہ کر گئے تھے۔‘‘

اتنا کہہ کر موہن لال نے نہ جانے کیا منتر پڑھ کر میری طرف ہاتھ اُٹھایا کہ ہمارے درمیان سیاہی کی چادر تن گئی۔ پرانے مندر کے تہہ خانے کا سارا منظر تاریکی میں مدغم ہوگیا۔ میں نے تلملا کے آنکھیں کھول دیں اور پاربتی کا شبھ نام لے کر آگے بڑھنے لگا۔ بڑھتا رہا۔۔۔۔بڑھتا رہا۔ میرے ذہن میں ایک نامعلوم سی مدہوشی طاری تھی۔ میں پاربتی کے دھیان میں اتنا مست تھا کے مجھے اور کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ لیکن جب یہ کیفیت دور ہوئی تو میں نے خود کو اُسی سونا گھاٹ کے پرانے مندر میں کھڑا ہو پایا جہاں پہلی بار میری اور موہن لال کی ملاقات ہوئی تھی۔ پرانے مندر کو جو موہن لال کا مسکن تھا کو دیکھ کر میری نگاہوں سے شعلے نکلنے لگے۔ میں لپکتا ہوا تہہ خانے

میں پہنچا تو تہہ خانہ خالی تھا۔ میں نے موہن لال کے صندلی تابوت میں جھانکا مگر وہ وہاں بھی نہیں تھا۔ مجھے خیال ہوا کہ شاید موہن لال مجھ سے ڈر کر بھاگ گیا ہے۔ میں واپسی کے ارادے سے پلٹا ہی تھا کے ٹھٹک کر رک گیا۔ سونا گھاٹ کا ہٹا کٹا پجاری دروازے پہ سینہ تانے کھڑا مجھے قہر آلود نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پا کر اس نے ٹھہرے ہوئے لہجہ میں کہا۔

''کرشن کمار، تم پھر میرے سامنے آ گئے۔ میرا خیال ہے ایک بار سوچ لو۔ اس سے پہلے کئی بار تم کشت اُٹھا چکے ہو۔ یوں بدی (اگر) تم چاہو تو میں اپنی شکتی کا تمھیں کوئی تماشہ دکھاؤں۔''

میں نے بھی سرد لہجے میں سونا گھاٹ کے پجاری کو جواب دیا۔

''موہن لال، میں تمھاری شکتی جانتا ہوں پر تمہیں معلوم ہے کہ میں اب پہلے جیسا کرشن کمار نہیں، اب وہ بات بھی نہیں جو پہلے تھی۔ ہم

دونوں یہاں ہیں اور یہ کس طرح ممکن ہے کے ہم دونوں ایک ساتھ اس سنسار میں رہیں۔اپنی شکتی کو آزماؤ۔ میں تم سے انتقام لینے اور تمھیں ختم کرنے آیا ہوں۔"

موہن لال کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھری۔وہ کہنے لگا۔

"مجھے پتا ہے کرشن کمار کے اب شکتی کے معاملے میں تم میرے برابر آچکے ہو۔ مجھے سب پتا ہے اور میں خود نہیں پسند کرتا کے موہن لال جیسی شکتی کا مالک کوئی پجاری اس سنسار میں رہے۔ میں بھی تمھیں ختم کرنا چاہتا ہوں اور میرے لیے یہ آسان کام ہے۔تم نے کئی موقعوں پہ مجھے آزمایا ہے۔تم یہ سیدھی سادھی بات کیوں بھول رہے ہو کے برابر شکتی والے جب ٹکراتے ہیں تو وجے (فتح) کسی ایک کی اوش ہوتی ہے۔ جو سمجھ بوجھ سے زیادہ کام لیتا ہے اور سمجھ بوجھ سے وہی کام لیتا ہے جس کا جیون تجربوں میں بیتا ہو۔"

''کھل کر کہو موہن لال آخر چکر کیا ہے۔'' میں نے موہن لال سے آنکھیں ملاتے ہوئے کہا۔ پہلے تو تم نے اس طرح کی باتیں نا کی تھیں۔''

''صرف اس لیے کہ پہلے تم میرے چرنوں کی دُھول بھی نہیں تھے۔''

''اوہ۔'' میں نے پر اعتماد انداز میں کہا۔ ''یہ کیوں نہیں کہتے کہ اب تم میری شکتی سے خوفزدہ ہو۔''

''بالکوں جیسی باتیں کیوں کر رہے ہو کرشن کمار۔''

موہن لال بڑی سنجیدگی سے بولا ''تم نے افضل بیگ سے کرشن کمار بننے میں کتنے پاپڑ بیلے ہیں' یہ میں خوب جانتا ہوں۔ پرنتو تم شاید بھول رہے ہو کہ میں جنم جنم سے مہان پجاری ہوں۔ میں نے گھاٹ گھاٹ کا پانی پیا ہے۔ سنسار کا کونا کونا چھان مارا ہے۔ دھرتی کے سارے عیش کیے۔ میری بات مان لو تم ابھی بھی بالک ہو۔ مہان

شکتی کے گھمنڈ نے سوچنے سمجھنے سے محروم کر دیا ہے۔ لیکن یہ تمہاری بھول ہے کرشن کمار۔ میں تمہیں موقع دیتا ہوں۔ ابھی سنسار میں کچھ دن اور جی لو۔ ابھی تم نے سنسار میں دیکھا ہی کیا ہے۔ جاؤ اور اپنی شکتی کا مزہ لوٹو۔"

"موہن لال۔" میں نے قدرے برہمی سے کہا۔ "اتنی لمبی چوڑی باتوں سے تمہیں کچھ حاصل نہ ہوگا۔ میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ جب تک تمہیں شکست نا دوں گا چین سے نہ بیٹھوں گا۔ ہم دونوں دیوی کے مہان پجاری ہیں، بہتر ہے کہ آج فیصلہ ہو جائے کہ ہم میں سے بلوان کون ہے۔ اور کون دیوی کے زیادہ قریب ہے۔ یوں بھی ایک میان میں دو تلواریں نہیں رہ سکتیں۔"

پھر سوچ لو کرشن کمار، کہیں ایسا نا ہو کہ تمہیں اپنے فیصلے پر پچھتانا پڑے۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کے تم پہلے بھی کئی بار حملے کر چکے

ہواور کشٹ اُٹھا چکے ہو۔"

"یہ تو آنے والا سمے تمھیں بتائے گا موہن لال کہ کون پچھتا تا ہے۔" میں نے سینہ تان کر کہا تو موہن لال کے چہرے پہ گہری سنجیدگی طاری ہو گئی۔ وہ مجھے خون خوار نظروں سے گھورتا رہا پھر ٹھہری ہوئی آواز میں بولا۔

"میں سمجھ رہا ہوں کرشن کمار کے تم کیا چاہتے ہو۔ میں بھی دیوی پر تمھارا ادھیکار نہیں چاہتا۔ پرنتو بلوانوں میں لڑائی ہے۔ سو میں ایک بار تم سے یہی کہوں گا کہ آگ سے کھیلنے کی کوشش مت کرو ورنہ جل کر بھسم ہو جاؤ گے۔"

"اس بات کی چنتا نا کرو موہن لال۔ کیا تمھیں اب اپنی جیت پر وشواس نہیں رہا۔"

مجھے ہر بات پر وشواس ہے کرشن کمار پر مجھے تمھاری جوانی پر ترس بھی

آرہا ہے۔اس لیے ضد نا کرو میرا کہا مانو اور میرے سامنے سے ہٹ جاؤ۔اسی میں تمہاری مکتی ہے۔''

''موہن لال۔'' میں نے گرج کر کہا۔''دیوی کی کرپا سے میں نے اتنی شکتی پرایت کر لی ہے کہ من کا بھید جان سکوں۔ میں جانتا ہوں کہ تم مجھے دھوکے میں رکھ کر مارنا چاہتے ہو۔ پرنتو تمہاری یہ آشا کبھی پوری نا ہوگی۔آج کوئی فیصلہ ہو کر رہے گا۔''

''اچھا، اگر تم نہیں مانتے تو تمہاری مرضی۔''

''موہن لال میں پہل نہیں کروں گا۔تم باتیں ختم کرو اور اپنا تماشہ شروع کرو۔''میں نے غضب ناک لہجے میں کہا۔

اتنا سُن کر موہن لال کے ہونٹ تیزی سے ہلنے لگے۔وہ کسی جنتر کا جاپ شروع کر چکا تھا۔اور میں اس بات کا منتظر تھا کہ وہ مجھ پہ حملہ کرے اور میں اسے مزہ چکھاؤں۔تہہ خانے میں غضب ناک سناٹا

چھایا رہا پھر موہن لال نے اپنا جاپ ختم کر کے مجھ پہ پھونک ماری۔ بھڑ کتے شعلے نمودار ہو کر میری طرف لپکے لیکن میں اس کا پہلے ہی توڑ کر چکا تھا۔ چنانچہ آگ کے شعلے میرے شریر سے ٹکرا کر ٹھنڈے ہو گئے۔ میں کسی آہنی چٹان کی طرح اپنی جگہ جما کھڑا رہا۔ موہن لال نے جھلا کر اپنے پاؤں زمین پر مارے۔ یہ وہی عمل تھا جس کا مظاہرہ وہ پہلے بھی ایک بار کر چکا تھا۔ جس جگہ پاؤں مارے تھے وہاں سے دو کوڑیالے ناگ نمودار ہو کر میری طرف بڑھے۔ میں نے پاربتی کا نام لے کر ایک منتر پڑھا اور شہادت کی انگلی اُٹھا کر جھٹک دی۔ میرا اُنگلی جھٹکنا تھا کہ دونوں ناگ درمیان سے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک لمحے کے لیے وہ بچتہ فرش پر تڑپتے رہے پھر غائب ہو گئے۔ میں نے موہن لال کو چھیڑنے کی خاطر کہا۔

''موہن لال، تم یہ جو کھیل تماشے کر رہے ہو اس کا توڑ تو چھوٹے

موٹے مداری اور سپیرے بھی کر لیتے ہیں۔ مجھ سے ٹکرانے کے لیے تمھیں کوئی ایسا وار کرنا ہوگا جو میرے شایان شان ہو۔"

موہن لال نے اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لیے۔ میرا جملہ سن کر اس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا تھا۔

مجھے موہن لال کی کسمساہٹ سے لطف آیا چنانچہ میں نے اسے مزید چڑانے کے لیے کہا۔

"تم اداکاری اچھی کر لیتے ہو۔ اگر مندروں کے بجائے تم کسی نوٹنکی میں ہوتے تو بہت بڑے کلاکار بن سکتے تھے۔"

موہن لال نے اس بار میری بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ خاموش کھڑا میری سمت دیکھتا رہا۔ میں اپنی جگہ یہی سمجھ رہا تھا کہ موہن لال مجھ سے مقابلہ کرنے سے کترانا چاہتا ہے۔ اس خیال نے مجھے اور بے پرواہ بنا دیا میں اس کی حالت پہ دل کھول کے قہقہے لگانا چاہتا تھا لیکن

مجھے اس کی مہلت نہ ملی۔ جس جگہ میں کھڑا تھا اس کی چھت سے اچانک کھولتے ہوئے بدبودار پانی کی بارش ہوگئی۔ حملہ اس قدر اچانک تھا کہ میں کوئی توڑ نا کر سکا۔ خود کو حملہ سے بچانے کے لیے جلدی سے ایک سمت ہٹا لیکن اتنی دیر میں میرے جسم پر لاتعداد آبلے پڑ چکے تھے۔ جن کی اذیت ناک تکلیف نے مجھے دیوانا بنا دیا۔ میں نے منتر پڑھ کر پھونک ماری تو میرے خطرناک بیروں نے خون آشاپ بھیڑیوں کے روپ میں نمودار ہوکر موہن لال کو گھیر لیا۔ مجھے وشواس تھا کے اب موہن لال میرے بیرکوں کے ہاتھوں نہ بچ سکے گا مگر موہن لال نے ایک جست لگائی اور اچھل کر بھیڑیوں کے نرغے سے نکل گیا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے کوئی منتر پڑھ کر پھونکا تو میرے بیر آناً فاناً جل کر بھسم ہوگئے۔ میں نے دوسرا حملہ کیا مگر وہ بھی کارگر ثابت نہ ہوا۔ تیسری بار میں نے آگم بتیال کا ایک انتہائی

خطرناک منتر پڑھ ڈالا۔ منتر کا جاپ جیسے ہی ختم ہوا اس کے بیر نے موہن لال کی پشت سے نمودار ہو کر اس کی کولی بھری اور اس کو اتنی زور سے زمین پر پٹخا کے موہن لال درد سے چلا اُٹھا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے وہ بجلی کی سی تیزی سے بل کھا کر اُٹھا اور اپنا بایاں ہاتھ میرے بیر کی طرف جھٹک دیا۔ میرے بیر نے بچاؤ کی کوشش کی لیکن موہن لال کے ہاتھ سے نکلے ہوئے شعلون نے اسے جلا کر بھسم کر دیا۔

ہم دونوں میں دیر تک اسی طرح معرکہ آرائی ہوتی رہی۔ ہم دونوں ایک دوسرے پہ جنتر منتر آزماتے رہے۔ تہہ خانوں میں کبھی خطرناک جانوروں کی آوازیں گونجنے لگتیں۔ تو کبھی آگ کے شعلے بلند ہونے لگتے۔ رات گزر گئی مگر دونوں میں سے کوئی کسی کو شکست دینے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ ہم نے نفسیاتی لڑائی بھی کی۔ میں موہن لال کو اور وہ مجھے ڈراتا رہا۔ صبح تک ہم تھک چکے تھے۔

علی الصبح میں نے ایک دوسرا منتر پڑھنا شروع کر دیا لیکن قبل اس کے کے میں اپنا منتر پورا کرتا۔ موہن لال نے پلٹ کر انتہائی سرعت سے مجھ پر وار کر دیا۔ میں نے منتر چھوڑ کر اپنا بچاؤ کرنا چاہا لیکن موہن لال کے بیر کوں نے ڈراؤنی صورتوں میں نمودار ہو کے مجھے جکڑ لیا۔ ان کی گرفت اس قدر سخت تھی کے مجھے اپنا دم گھٹتا ہوا محسوس ہوا۔ مجھے اپنی پسلیاں ٹوٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ میں نے اس تکلیف کو بھول کر توڑ کرنے کے لیے ایک منتر پڑھنا چاہا لیکن موہن لال میرے ارادے کو بھانپ چکا تھا اس نے جلدی سے اپنے سینے کا ایک بال اکھاڑ کر میری طرف اچھال دیا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میرے لیے حیرت انگیز تھا۔ میرے ہونٹ اس طرح ایک دوسرے سے چپک کر رہ گئے جیسے انہیں سی دیا ہو۔ ہونٹوں کے علاوہ میری زبان بھی تالو سے چپک کر رہ گئی۔ میں ابھی یہ سوچ رہا تھا کے اس کا کوئی

تدارک کروں کہ موہن لال کے خطرناک بیروں نے مجھے رسیوں سے جکڑ کے فرش پر ڈال دیا۔

اب میں پوری طرح بے بس ہو چکا تھا۔ موہن لال نے اپنا پاؤں مجھے بے بس دیکھ کر زمین پر مارا تو اس کے بیر غائب ہو گئے۔ مندر کے تہہ خانوں میں اب سوائے میرے اور موہن لال کے کوئی تیسرا نہ تھا۔ وہ مجھے بڑی کینہ توز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ میں اس کے سامنے قربانی کے بے زبان بکرے کی طرح بندھا پڑا ہوا تھا۔ ہونٹ اور زبان بند ہو جانے کے بعد اب نہ تو میں کوئی منتر پڑھ سکتا تھا نہ کچھ بول سکتا تھا۔

''کیوں کرشن کمار ۔۔۔۔۔ میں نے تم سے کہا تھا نہ کے جیت ہمیشہ اسی کی ہوتی ہے جو سمجھ سے کام لے۔'' موہن لال نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔

میں نے حقارت سے نظریں پھیر لیں تو موہن لال کی آواز پھر میری سماعت سے ٹکرائی۔

''تم اس لمحے میری دیا کے محتاج ہو کرشن کمار۔'' دشمن پہ دیا کھانا میرے اصولوں کے خلاف ہے۔ میں اگر چاہوں تو ایک لمحے میں تمھیں نرکھ میں دھکیل سکتا ہوں۔ لیکن میں ایسا نہیں کروں گا۔ تم نے مجھے بہت دکھ دیے ہیں لیکن اس بار تمھیں شما نہیں کی جائے گی۔ میں تمھیں سسکا سسکا اور تڑپا تڑپا کے ماروں گا۔ ایسا شراپ دوں گا کے تمھاری آتما بھی تڑپ اُٹھے گی۔''

میں جانتا تھا کے موہن لال کبھی بھی مجھ پر دیا نہیں کرے گا لیکن اس وقت نہ تو مجھے اپنی موت کا خوف تھا اور نا ہی اپنے بے بس ہونے کا ملال تھا۔ میں نے پاربتی کے معاملے میں سوچنا شروع کر دیا تھا۔ جس کو حاصل کرنے کے لیے میں نے دنیا کو تیاگ کر صرف اسی کی پوجا

کی تھی۔ مجھے سونا گھاٹ آنے سے پہلے پوراوشواس تھا کے میں موہن لال کوٹھکانے لگا کر بلاشرکت غیرے پاربتی کا دعوے دار بن جاؤں گا اور پھر اپنا پورا جیون اس کے استھان پہ گزاردوں گا لیکن حالات نے مجھے اس قدر بے بس کر دیا تھا کہ میں اپنی زبان ہلانے سے بھی قاصر تھا۔ میرے ذہن میں موت کے بھیانک تصور سے زیادہ رہ رہ کر یہی آشا مچل رہی تھی کے ایک بار دیوی کے درشن کرلوں۔ میرے دل کی دھڑکن اس لمحے پاربتی کا شبھ نام جپ رہی تھی۔ میں ابھی دیوی کے دھیان میں مست تھا کے موہن لال نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔

''کرشن کمار! کیا مرنے سے بیشتر تم اپنی آخری خواہش کا اظہار نہیں کروگے۔''

موہن لال کا جملہ سن کر میں نے حسرت بھری نگاہوں سے اس کو دیکھا پھر ایک سرد آہ بھر کر آنکھیں موندلیں۔ تو موہن لال میری بے

بسی کا مذاق اُڑاتے ہوئے بولا۔

''دیکھ لیا تم نے۔ میں نہ کہتا تھا سوچ لو۔ اب پھر تمہارے چہرے پہ یہ کرب کیسا ہے۔ اپنے بیروں کو آواز کیوں نہیں دیتے کرشن کمار۔''

میں جواب دینے کے بجائے آنکھیں بند کیے پڑا رہا۔ میرا ذہن ایک بار پھر پاربتی کے تصور میں گم ہو گیا۔ دیوی کے درشن کی آشا نے مجھے ایسا مدہوش کیا کہ میرے ذہن پہ غنودگی طاری ہونے لگی۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کے جیسے میرا ذہن گہرائیوں میں ڈوبتا جا رہا ہے۔ مجھ پر ایک عجیب سی کیفیت طاری تھی اور پھر اچانک صندلی خوشبو کی تیز مہک میرے دل و دماغ کو معطر کر گئی۔ مدہوشی کے عالم میں میں نے دیکھا کے طاقت کی عظیم دیوی میرے سامنے کھڑی ہے۔ لیکن اس کے چہرے پہ الجھن اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات دیکھ کے میرا دل تڑپ اُٹھا۔ میں نے پاربتی کو آج پہلی بار اس قدر ملول دیکھا تھا۔ وہ

کسی گہری سوچ میں غرق نظر آ رہی تھی۔اس کی مدبھری آنکھیں میرے چہرے پہ جمی ہوئی تھیں۔ابھی میں دیوی کی من موہنی صورت کو جی بھر کے دیکھ بھی نہ پایا تھا کہ اس کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

''کرشن کمار' تم نے میرے لیے کٹھن پرکشا کی ہے۔اسی کارن میں اس سمے تمہیں موہن لال کے کشٹ سے بچا کر کہیں اور پہنچانے کے لیے آئی ہوں۔پرنتو کل کیا ہوگا۔وہ تمہارے بھاگ میں لکھا جا چکا ہے۔اس لکھے کو کوئی نہیں مٹا سکتا۔''

پاربتی دیوی کے اس جملے کے بعد میرا ذہن اندھیروں میں ڈوبتا چلا گیا۔

سونا گھاٹ کے پراسرار پجاری نے مجھے پراسرار منتروں کے زور سے اتنا بے بس کر دیا تھا کہ نہ تو میں زبان ہلا سکتا تھا نہ ہی ہونٹوں کو جنبش

دینے کے قابل تھا۔ پاربتی نے عین وقت پر میری مدد نہ کی ہوتی تو میرا اختتام یقینی تھا۔ جب میری آنکھیں کھلیں تو میں نے اپنے آپ کو متھرا کی ایک بارونق سڑک پر پڑا ہوا پایا۔ پاربتی نے ایک بار پھر میرے حال پر ترس کھایا اور مجھے موذی موہن لال کے شکنجے سے بچا کر یہاں پہنچا دیا۔ میں نے یہ بہت غنیمت جانا ورنہ اس داستان کا لکھنے والا ہی اس دنیا میں موجود نہ ہوتا۔

سونا گھاٹ کے پرانے مندر کے تہہ خانے میں میرے ساتھ جو گزری تھی اس کا ایک منظر میری آنکھوں کے سامنے گھومنے لگا۔ مگر مجھے اس بات پہ بڑی حیرت تھی کے طاقت کی عظیم دیوی' شیو شنکر مہاراج کی دھرم پتنی' گنیش دیوتا' گنیش دیوتا کی خالق اور اما' بھیروی' امبیکا' ستی' کالی اور درگا جیسی متعدد وصف اسما کی حامل پاربتی جب مجھ پر مہربان تھی تو آخر وہ کون سی طاقت تھی جو مجھے موہن لال

کے مقابلے میں ہمیشہ شکست سے دوچار کرتی تھی۔؟

کیا موہن لال نے یہ بات صحیح کہی تھی کے میں مہان شکتی پراپت کرنے کے باوجود ابھی تک نا پختہ کار ہوں؟

میں جزباتی ہوں اور جلد مشتعل ہو جاتا ہوں۔ میں نے ابھی تک اس لڑائی میں اپنی نادانیوں کی وجہ سے منہ کی کھائی ہے! معاً پاربتی کے کہے ہوئے آخری جملے میرے ذہن میں گونج اُٹھے۔

''جو کچھ تمہارے بھاگ میں لکھا ہے وہ اوش پورا ہوگا۔''

مگر میرے بھاگ میں کیا لکھا تھا؟

میں سڑک کے کنارے ان باتوں پر غور کرتا رہا پھر یوں ہی ایک سمت قدم اُٹھانے لگا۔ میں بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کے اب میرا اگلا قدم کیا ہونا چاہیے۔ موہن لال سے شکست کھانے کے بعد اب میرا دوبارہ اس سے مقابلے کو جانا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔

پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟

ابھی میں اپنے بارے میں کوئی آخری فیصلہ نہ کر پایا تھا کہ کسی نے مجھے پشت سے میرا نام لے کر پکارا۔ میں نے تیزی سے مُڑ کر دیکھا تو میرے محکمے کا ایک پُرانا ساتھی روی شنکر تیز تیز قدم اُٹھاتا میری طرف بڑھتا چلا آ رہا تھا۔ قریب پہنچ کر اس نے مجھے اوپر سے نیچے تک بغور دیکھا پھر مسکرا کے بولا۔

"افضل بیگ تم! ہمیں تو یہ خبر ملی تھی کہ تم سونا گھاٹ سے پُراسرار طور پر غائب ہو گئے تھے۔ بھانت بھانت کی باتیں مشہور ہوئیں تمہارے بارے میں۔ کچھ متروں (دوستوں) نے تو یہ تک مشہور کر دیا کہ تم سونا گھاٹ کے مہان پجاری موہن لال جی مہاراج سے ٹکرانے کے لیے وہاں گئے تھے۔ لیکن پجاری مہاراج کی آتما نے تمہیں جان سے مار ڈالا۔ کہاں رہے اتنے دن؟"

میری کہانی بڑی طویل ہے شنکر جی اطمینان سے سناؤں گا۔ میں نے سرد آہ بھر کر جواب دیا پھر پوچھا۔

''تم سناؤ کیسی گزر رہی ہے؟''

''بھگوان کی دیا ہے'' روی شنکر نے سنجیدگی سے کہا پھر میرے چہرے کے تاثرات کو بغور دیکھتا ہوا بولا۔

''کیا بات ہے افضل بیگ تم مجھے اس سمے کچھ بیاکل نظر آتے ہو''

ہاں! میں آج کل پریشان ہوں''

''متھرا کب آنا ہوا؟''

''آج ہی آیا ہوں۔'' میں نے روکھے لہجے میں جواب دیا۔'' ایک ضروری کام تھا۔''

''ٹھہرے کہاں ہو؟''

روی شنکر کے اس سوال پر میں کوئی جواب نہ دے سکا۔ میرا ذہن بُری

طرح اُلجھا ہوا تھا۔ روی شنکر نے مجھے خاموش دیکھا تو مُسکرا کر کہا۔
''متروں سے کیا پردہ افضل بیگ! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم پریشان ہو۔ میرا غریب خانہ حاضر ہے۔ تم جب تک چاہو آرام سے رہ سکتے ہو۔ چنتا کی کوئی بات نہیں ہے۔
روی شنکر نے زیادہ اصرار کیا تو میں اس کے ساتھ جانے کو تیار ہو گیا۔ مجھے خوشی تھی کے سکون سے کچھ دن گزارنے کا بندوبست ہو گیا۔ راستہ بھر روی شنکر ادھر اُدھر کی باتیں کرتا رہا اور میں اسے اپنے بارے میں گول مول جواب دیتا رہا۔ گھر پہنچ کر اس کا رویہ کچھ اور نرم ہو گیا۔ اگر میں عام حالات میں روی شنکر سے ملا ہوتا تو اس بات پر یقیناً مجھے تعجب ہوتا کہ روی شنکر جو محکمے میں انتہائی بدمزاج' اکھڑ اور بدگفتار افسر مشہور تھا۔ مجھ سے اس قدر مہربانی سے کیوں پیش آ رہا ہے۔ لیکن اس وقت میرا ذہن منتشر تھا اس لیے میں نے ان باتوں پہ کچھ خاص

توجہ نہیں دی۔ میں اس کے خوبصورت ڈرائنگ روم میں بیٹھا باتیں کر رہا تھا کے اچانک روی شنکر نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔

''میں نے یہ بھی سنا ہے کہ تم افضل بیگ سے کرشن کمار بن گئے ہو۔ کیا یہ سچ ہے؟''

''ہاں''میں نے آہستہ سے جواب دیا۔

''کیا یہ بھی سچ ہے کہ تم نے موہن لال جی مہاراج سے مقابلے کی ٹھان لی تھی؟''

میں نے چونک کر ایک نظر روی شنکر پر ڈالی۔ پھر نظریں نیچی کر کے سوچنے لگا کے آخر ان باتوں کا علم اسے کیسے ہوگیا۔ ابھی میں اس سوال کا جواب سوچ ہی رہا تھا کہ دوسرا سوال کیا گیا۔

''کس وچار میں گُم ہو کرشن کمار؟''

مجھے ایسا محسوس ہوا کے جیسے میرے سر پر چھت آن پڑی ہو۔ وہ آواز

روی شنکر کی نہیں تھی۔ میں نے تیزی سے نظریں اُٹھائیں تو بو کھلا گیا۔ روی شنکر کے بجائے اس وقت میرے سامنے سونا گھاٹ کا ہٹا کٹا پجاری موہن لال چہرے پہ طنزیہ مسکراہٹ لیے پورے دبدبے کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

''تم۔۔۔۔۔'' میں گھبراہٹ میں اٹھ کھڑا ہو گیا مجھے یوں لگا کے جیسے کوئی بھیانک خواب دیکھ رہا ہوں لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی۔ میں سمجھ گیا کے موہن لال نے اپنی شکتی کا روپ دھار کر روی شنکر کی شکل میں مجھے پھانسنے کی کوشش کی ہے۔

''گھبراؤ نہیں کرشن کمار'' موہن لال نے مسکراتے ہوئے بڑے دوستانہ لہجے میں کہا۔

ہم دونوں اب مہان شکتی کے مالک ہیں مگر میں تمہاری طرح بزدل نہیں ہوں۔ ہمیں بلوانوں کی طرح ایک دوسرے سے مقابلہ کرنا

چاہیے۔ میں اگر چاہتا تو تمہیں سڑک پر ہی اچانک ختم کر دیتا پر یہ بات مہان پجاری کو شوبھا نہیں دیتی۔ اس کارن میں تمہیں روی شنکر کے روپ میں یہاں لے آیا ہوں۔ بیاکل مت ہو۔۔۔ آرام سے بیٹھ کر باتیں کرو۔ مقابلہ تو ہمارا تمہارا ہونا ہی ہے۔"

"موہن لال" میں نے جی کڑا کر کے کہا "میں تمہارے راستے سے ہٹ جاتا ہوں۔ کیا یہ ممکن ہے؟"

"پھر وہی بالکوں جیسی باتیں کرشن کمار' اب باتوں کا سمے بیت چکا ہے۔ یہ فیصلہ اب تو اوش ہوگا کہ دیوی کا مہان سیوک کون ہے۔ پرنتو اس سے پہلے میں تم سے ضرور پوچھوں گا کے تم کس منتر کا جاپ کر کے میری نظروں سے اوجھل ہو گئے تھے۔"

"وشواس کرو موہن لال کہ مجھے پاربتی کے سوا جیون میں کوئی اور چیز نہیں چاہیے۔ میں جانتا ہوں کے میں بھٹک جاتا ہوں۔ تم مجھ سے

زیادہ تجربہ کار ہو۔'' میں موہن لال کی بات نظر انداز کر کے بولا'' تمہاری طرف سے میرے من میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔تم تو من کی باتیں پڑھ لیتے ہو۔''

''میں سب کچھ جانتا ہوں کرشن کمار۔'' موہن لال نے اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے کہا۔پھر مجھے گھورتے ہوئے بولا۔

''تم ایک بار مجھے جل دینے میں سپھل ہو گئے تھے۔پرنتو اب تمہارا بچاؤ مشکل ہے۔میں اس موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دوں گا۔''

موہن لال کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ مجھ سے ہر قیمت پر لڑنے کو آمادہ ہے اور پوری طرح تیار ہو کر آیا ہے۔میں پوری طرح اس کے بچھائے ہوئے جال میں پھنس چکا تھا۔فرار ہونے کے تمام راستے بند ہو چکے تھے۔میری عقل جواب دیتی جا رہی تھی۔بزدلوں کی طرح مارے جانا مجھے منظور نہ تھا اور سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ

میں چاروناچار مقابلے کے لیے تیار ہو جاتا۔ چنانچہ میں نے بگڑے ہوئے تیور سے سونا گھاٹ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

''موہن لال تم جانتے ہو کہ ہم دونوں کی لڑائی میں کوئی ایک ضرور مارا جائے گا۔ میں تمہیں موقع دیتا ہوں کے ایک بار پھر اپنے فیصلے پر غور کرلو کہیں تمہیں بعد میں پچھتانا نہ پڑے۔''

''اس کی چنتا مت کرو کرشن کمار' جب دو پہلوان یدھ (جنگ) کرتے تو وجے (فتح) کیول ایک کی ہی ہوتی ہے۔'' موہن لال نے مزاحیہ لہجے میں کہا۔ جیسے مجھے وہ حقیر سمجھ رہا ہو۔

''شیشے کا بال اس وقت تک نہیں مٹ سکتا جب تک اسے چکنا چور نہ کر دیا جائے۔ اس لیے میں تمہیں شما نہیں کر سکتا۔''

میں نے پھر اور کچھ نہ سوچا۔ پاربتی کا نام لے کر ایک منتر کا جاپ کیا اور موہن لال کی طرف پھونک ماری۔ موہن لال نے اگر پھُرتی

سے کام نہ لیا ہوتا تو وہ یقیناً اس غار میں دفن ہو جاتا۔ جو میرے منتروں کے بیروں نے اس کے نیچے بیدار کر دیا تھا۔ بجلی کی طرح وہ چمک کر اُچھلا اور زمیں میں نمودار ہونے والی غار سے دور ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا تھا۔ میں نے دوسرا وار کیا' تیسرا' چوتھا لیکن موہن لال انہیں بھی بچا گیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے کسی منتر کا جاپ کر کے اپنی گردن زور سے جھٹکی۔ میری قسمت اچھی تھی کہ میں نے موہن لال کو گردن جھٹکتے دیکھ کر ہی جست لگائی۔ اور ایک طرف ہو گیا۔ اگر ایک پل کی بھی دیر ہو جاتی تو میرا جسم جل کر بھسم ہونا یقینی تھا۔ موہن لال کے بیر کڑکتی بجلی کی طرح اس جگی ٹوٹ پڑے تھے جس جگہ میں کھڑا ہوا تھا۔ میں نے جوابی حملہ کیا لیکن موہن لال جو کہ پوری طرح تیار تھا بڑی خوبصورتی سے میرا وار بچا گیا۔

میں تفصیل سے گریز کرتا ہوں۔ ہم دونوں کے درمیان بڑی دیر تک

آنکھ مچولی ہوتی رہی۔ مجھے جتنے منتر یاد تھے میں نے ایک ایک کر کے تمام موہن لال پر آزما ڈالے۔ لیکن موہن لال برابر اپنا بچاؤ کرتا رہا۔ اس کے بعد وہ جوش میں آ گیا اور شعلہ بار نگاہوں سے گھور کر بولا۔

''کرشن کمار اور کچھ رہ گیا ہے (کوئی اور منتر) یا پھر میں شروع کروں؟''

اس جملے کے ختم ہوتے ہی اس ابلیس صفت شخص نے نہ جانے کیا منتر پڑھ کر پھونکا کہ میری قوت گویائی سلب ہو گئی۔ ساتھ ہی میرے جسم کے اندر جیسے آگ کے شعلے بھڑک اُٹھے۔ جن کی شدت سے میں نڈھال ہو کر زمین پر لوٹنے لگا۔ میرا جسم پھنکا جا رہا تھا۔ میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا پھیلنے لگا۔ ابھی میں اس کیفیت سے دو چار تھا کہ موہن لال نے گرج کر کہا۔

''کیوں کرشن کمار،اب تم اپنے بچاؤ کے لیے کیا اوپائے کرو گے؟''

میری حالت اس قدر ابتر تھی کہ مجھے کچھ سوجھائی نہ دیتا تھا۔ میں کسی دم مرتے ہوئے جانور کی طرح ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ میرے حلق میں جیسے سینکڑوں کانٹے پڑ گئے تھے۔ موت کا تصور میرے کرب میں اضافہ کرر ہا تھا۔

''اپنی مہان شکتی سے کام کیوں نہیں لیتے کرشن کمار؟'' موہن لال نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

''اگر دیوی دیوتاؤں سے وشواس اٹھ گیا ہے تو اپنے پیر پیغمبروں کو آواز دو۔ شاید وہ اس سمے تمہاری مدد کو آجائیں۔''

موہن لال کے اس جملے نے میرے ذہن کو تڑپا دیا۔ ایک عرصہ بعد مجھے اس بات کا شدت سے خیال آیا کے کبھی میں مسلمان تھا۔ لیکن اب ہندو بن گیا ہوں۔ میں نے حسرت بھری نظروں سے موہن لال

کی طرف دیکھا۔لیکن زبان سے کچھ نا کہہ سکا۔اس وقت نہ تو مجھے پاربتی کا خیال آیا نہ ہی دیوتاؤں کا خیال ذہن میں ابھرا۔میں بڑی بے بسی کی حالت میں زمین پہ پڑا ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔

میری جسمانی قوت ہر لمحہ جیسے گھٹتی جا رہی تھی۔موہن لال سینہ تانے کھڑا مجھے حقارت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے میری کسم پُرسی پہ اسے روحانی خوشی مل رہی ہو۔"

"بتاؤ کرشن کمارؔ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں۔جو تم کہو گے وہی کروں گا۔"

موہن لال نے فاتحانہ انداز میں کہا پھر بڑبڑانے لگا۔

"موت۔۔۔۔۔مگر یہ تو کوئی سزا نہ ہوئی۔۔۔۔۔ہاں ہاں۔"

وہ اچھل کر بولا"میں تمہیں موت کے گھاٹ اُتارنے کے بجائے اندھا اور لنگڑا کر کے آزاد کر دوں گا۔تا کہ تم سارا جیون بھکاریوں کی

طرح سنسار میں مارے مارے پھرو۔''

موت کے سرد ہاتھ ہر لمحہ اپنا حلقہ میرے لیے تنگ کیے جا رہے تھے۔ مجھے سونا گھاٹ کے پجاری کی آواز کہیں دور سے آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ موہن لال نے مجھے جو کچھ کہا تھا میں اس کے تصور سے ہی بلبلا اُٹھا تھا۔ اس موذی نے جو سزا میرے لیے تجویز کی تھی اس سے تو بہتر تھا کہ وہ مجھے ایک ہی وار میں مار ڈالتا۔ میں چاہتا تھا کہ موہن لال کے سامنے ہاتھ جوڑ کر پراتھنا کروں کہ وہ مجھے ایک ہی کشٹ میں ختم کر دے۔ مجھے اپنی بے چارگی پہ بڑا رونا آیا۔ کاش میں اس جھگڑے میں نہ پڑتا۔ میں ایک سیدھا سادا مسلمان رہتا۔ موت کے اس دردناک وقت میں مجھے اپنا ماضی یاد آیا۔ شروع سے آخر تک کے تمام واقعات۔ مجھے اپنی ماں کا چہرہ نظر آیا۔ اپنے باپ کا۔۔۔۔۔ میری اداس ماں۔ غمزدہ باپ! غیر اضطراری طور پر مجھے

اپنا بچپن یاد آنے لگا۔ میں موہن لال کے دردناک عذاب میں گرفتار تھا اور بلبلا رہا تھا کہ اچانک میرے چاروں طرف مشک اور گلاب کی تیز خوشبو پھیلنے لگی۔ اس کے جھونکے نے مجھے مدہوش کر دیا۔ میرے رگ و پے میں ہونے والی جلن آہستہ آہستہ ختم ہونے لگی۔ اور پھر ایک اور آواز میرے کانوں میں گونجی۔

''اُٹھو افضل بیگ! آنکھیں کھولو۔ موہن لال کی گندی قوت میری موجودگی میں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔''

یکلخت مجھے ایسا لگا جیسے میری زائل ہوتی ہوئی قوت میرے جسم میں واپس لوٹ آئی ہو۔ میں ہمت کر کے تیزی سے اٹھا۔ وہ مردانہ شفیق آواز کس کی تھی۔ میں یہ نہ جان سکا۔ لیکن یہ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی کہ سونا گھاٹ کا پجاری پاگلوں کی طرح دیدے پھاڑے چاروں طرف بوکھلا بوکھلا کر دیکھ رہا تھا۔ اچانک اس نے بڑی خوفناک اور

بلند آواز میں کہا۔

"کرشن کمار، تم جہاں کہیں بھی ہو میرے ہاتھ سے نہ بچ سکو گے۔ راکشس میں اب تمہیں بڑی بے دردی سے ماروں گا۔"

مجھے بڑی حیرت تھی کے میرے سامنے ہوتے ہوئے بھی موہن لال مجھے دیکھنے سے قاصر ہے۔ معا مجھے خیال آیا کے ممکن ہے کہ دیوی نے اپنے کسی سیوک کو میری سہائتا کے لیے بھیجا ہو۔ مشک اور گلاب کی خوشبو بدستور میرے اطراف میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس خیال کے ذہن میں آتے ہی میں لپک کر مکان سے نکلا اور بے تحاشہ بھاگنے لگا۔ اب مجھے وشواس تھا کے جب پاربتی مجھ پہ مہربان ہے تو دنیا کی کوئی شکتی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ خوشبو کا جھونکا برابر میرے ساتھ تھا میں منزل کا تعین کئے بغیر بے تحاشہ دوڑتا رہا۔ اور تیز۔۔۔۔۔۔ اور تیز۔۔۔۔۔۔ اور پھر مجھے یوں محسوس ہوا کے جیسے میں ہوا میں تیر رہا ہوں۔ میرے

ذہن پہ غنودگی کا غلبہ طاری ہونے لگا۔

نہ جانے میں کب تک چلتا رہا۔ کتنے دنوں تک میں بھاگتا رہا۔ میری حالت پاگلوں جیسی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں دم لینے کے لیے رُکا تو مجھے حیرت ہوئی کہ میں ہفتوں چلتے چلتے بھاگتے بھاگتے بنارس میں اپنے دوست جواد علی کے گھر کے سامنے کھڑا ہوں۔ میرے ذہن نے کہا کے یہ سب دیوی کی کرپا کے کارن ہوا ہے۔ میں دل ہی دل میں دیوی کا شکریہ ادا کرتا ہوا جواد علی کے گھر میں داخل ہوگیا۔ جواد اس وقت گھر پر ہی تھا۔ مجھے اچانک دیکھ کر دوڑ کر مجھ اسے لپٹ گیا اور بولا۔

"افضل بیگ! تم اچانک کیسے آ گئے۔ یقین کرو میں اُس روز سے بہت مضطرب تھا جس روز سے پولیس تمہیں پکڑ کر لے گئی تھی۔ تمہارا اشارہ پا کر میں چلا تو آیا لیکن میرا ضمیر مسلسل مجھے ملامت کرتا رہا۔

تم بتاؤ تمہارے اوپر کیا گزری؟ اس کے بعد میں تمہیں ایک خوشخبری سناؤں گا۔"

"جواد میں اس وقت بہت زیادہ پریشان ہوں۔ میں ہفتوں سے پیدل چل رہا ہوں۔ اس وقت تم مجھ سے کوئی بات مت کرو۔" میں نے جھنجلا کر کہا۔ "اگر ہو سکے تو میرے نہانے کا بندوبست کر دو۔ میں پاربتی کے لیے ایک جاپ کرنا چاہتا ہوں۔"

"افضل بیگ' کیا تم نے واقعی ہی یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ تم ہمیشہ اپنے مذہب سے دور رہو گے۔ میں تمہارا دوست ہوں اور سچی بات کہوں گا کے مجھے تمہارا یہ روپ قطعی پسند نہیں ہے۔"

"جواد دھرم کی باتوں کو تم مجھ سے زیادہ نہیں سمجھ سکتے۔ دیوی دیوتاؤں کی شکتی مہان ہے۔"

"مجھے معلوم ہے افضل بیگ کے تم بہت دور جا چکے ہو۔ لیکن میں اتنا

ضرور کہوں گا کہ تم نے ایک غلط راستے کا انتخاب کیا ہے۔ میرا عقیدہ ہے کہ اسلام ایک مکمل مذہب ہے۔ خدا کے سوا کوئی قابل پرستش نہیں ہے۔ تم بہک گئے ہو افضل بیگ۔ میرے دوست یہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟''

میں مسکرا کے اس کی بات ٹالتا رہا پھر بولا ''یہ بتاؤ کہ وہ خوش خبری کیا تھی؟''

''افضل بیگ' تمہارے جانے کے بعد کلکتے میں تمہاری بڑی دھوم مچی۔ وہ طوائف تو ریشہ خطمی ہوگئی۔ میں ایک بار تمہاری عدم موجودگی میں اس کے ہاں گیا۔ وہ مجھ سے اس قدر مرعوب ہوگئی تھی کہ میں نے جونہی اس سے اس کو اس کی زندگی چھوڑنے اور اپنے ساتھ شادی کرنے کو کہا۔ افضل بیگ حیرت ہے' وہ دو تین ملاقاتوں کے بعد تیار ہوگئی۔ میں لڑ جھگڑ کر اسے گھر لے آیا۔ میں نے اس سے نکاح کیا اور

اب وہ تمہاری بھابھی کی حیثیت سے اس گھر میں موجود ہے۔ اس کی تو زندگی بدل گئی۔ وہ پانچوں وقت نماز پڑھتی ہے اور با قاعدہ پردہ کرتی ہے۔ سچ جانو میری زندگی میں خوشیاں لوٹ آئی ہیں۔ میں اس سے بے حد محبت کرتا ہوں۔ یہ سب تمہاری بدولت ہوا ہے ورنہ میں تو بہت مایوس زندگی گزار رہا تھا۔

''اچھا یہ تو بڑی حیرت انگیز خبر ہے۔ مگر وہ اتنی جلدی کیسے راضی ہوگئی؟ وہ تو تم سے نفرت کرتی تھی''

''ہاں۔۔۔۔۔۔ مگر پیار سے لگن سچی ہو تو سخت سے سخت دل بھی بدل جاتے ہیں۔ میں اس کے پاس گیا اور میں نے اس کی توجہ موجودہ زندگی کے برے عواقب کی طرف دلائی۔ اور کہا کہ تمہارے حُسن کی زندگی چند روزہ ہیں۔ اس کے بعد اندھیرے تمہارا مقدر ہیں۔ بات چونکہ دل سے کہی گئی تھی اس لیے اس کی سمجھ میں آ گئی اور وہ اپنی سابقہ

زندگی پہ لعنت بھیج کر میرے ساتھ چلی آئی۔ وہ بہت عظیم ہے افضل بیگ۔ مجھے بہت خوشی ہے کہ میں نے ایک عورت کو پابند شرع کیا۔ میں نے اسے مسلمان بنایا اور اب وہ میرے دل کی رانی ہے۔''
جواد نے جوشیلے انداز میں کہا جیسے وہ کوئی بہت بڑا مبلغ ہو۔
''جواد! جاپ کے بعد میں بھابھی سے ملوں گا۔ تم میرے لیے نہانے کا بندوبست کرو۔ اس کے بعد تفصیل سے باتیں کروں گا۔ اور سنو! میرے جاپ میں مخل نہ ہونا چاہے کتنے ہی دن کیوں نہ ہو جائیں۔
جواد دیر تک مجھے نصیحتیں کرتا رہا لیکن میں نے اس کی کسی بات پہ بھی دھیان نہ دیا۔ پاربتی کی مہان شکتی کے آگے تمام شکتیاں ہیچ معلوم ہونے لگیں تھیں۔ چنانچہ میں نے جواد کی باتوں کو نظر انداز کر کے جلدی سے اشنان کیا اور باہر کی بیٹھک کو اندر سے بند کر کے دیوی کے لیے جاپ شروع کر دیا۔

مجھے وشواس تھا کہ جب تک میں جاپ میں مشغول رہوں گا موہن لال میرا کچھ نابگاڑ سکے گا اور میں پاربتی کے درشن سے اپنے من کی پیاس بھی بجھانا چاہتا تھا۔ میں کتنے دنوں تک بھوکا پیاسا دیوی کے لیے جاپ کرتا رہا مجھے یاد نہیں۔ بہر حال جب میں نے جاپ ختم کیا تو طاقت کی عظیم دیوی پاربتی میرے سامنے کھڑی تھی۔ صندلی خوشبو کی تیز مہک میرے دل و دماغ کو معطر کر رہی تھی۔

میں عالم بے خودی میں دیوی کے درشن کر رہا تھا۔ لیکن مجھے اس بات کا تعجب تھا کے پاربتی کے حسین و جمیل چہرے پر وہ پہلے جیسی شگفتگی کیوں نہیں ہے جو میں ہمیشہ دیکھتا تھا۔ اس وقت وہ کسی سوچ میں مگن تھی۔

کچھ دیر کمرے میں مکمل خاموشی کا راج رہا پھر پاربتی کی آواز میری سماعتوں سے ٹکرائی جیسے گھنٹیاں بج اُٹھی ہوں۔ جیسے فضا میں کسی نے موسیقی گھول دی ہو۔ مجھے ایسا محسوس ہوا۔

''کرشن کمار' تم نے من کی گہرائیوں سے میرے درشن کی آشا کی تھی۔اس لیے میں تمہارے سامنے کھڑی ہوں۔ پرنتو جو کچھ تمہارے بھاگ میں لکھا ہوا ہے وہ اوش پورا ہوگا۔''

''دیوی'' میں نے گڑگڑا کر کہا۔''تیرا سیوک دھرتی کے سارے کشٹ برداشت کرسکتا ہے۔لیکن تیرا ویوگ (جدائی) مجھے منظور نہیں۔ میں تیری بھگتی کو اپنا دھرم سمجھتا ہوں۔ مجھ پہ دیا کرو۔اور مجھے اپنے چرنوں میں اپنا جیون بتانے کی آگیا دو۔اس کے سوا مجھے کچھ نہیں چاہیے۔''

''کرشن کمار' پاربتی نے میری حالت دیکھ کر قدرے نرم لہجے میں کہا۔''تمہارے من کے اجلے پن سے میں بہت زیادہ خوش ہوں۔ پرنتو اب تم میرے استھان پر نہیں رہ سکتے۔''

''دیوی۔۔۔۔۔۔دیوی۔۔۔۔۔ایسا نہ کہہ دیوی'' میں نے آگے بڑھ کر دیوی کے پاؤں چھونے چاہے۔تو وہ تیزی سے مجھ سے دور

ہوگئی اور روکھی آواز میں بولی۔

''کرشن کمار! اب تم آزاد ہو۔ جو جی میں آئے کرو۔''

''نہیں دیوی نہیں۔ تمہیں شیو جی مہاراج کی سوگند ایسا نہ کہہ'' میں نے تڑپ کر کہا''تیری خاطر میں نے بہت کشٹ اُٹھائے ہیں۔ بڑی بڑی کٹھنائیوں کو ہنسی خوشی جھیلا ہے۔ اس لیے نہیں کہ تجھے پانے کے بعد کھودوں۔''

''بھاگ کا لکھا اٹل ہوتا ہے کرشن کمار'' پاربتی نے خشک آواز میں جواب دیا۔ پھر اچانک وہ میری نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

اس وقت جو میرے دل پہ گزری تھی وہ میں ہی جانتا ہوں۔ اس خیال سے وحشت ہو رہی تھی کے اب پاربتی کے استھان پر کبھی نہ جاسکوں گا۔ میرا دل لرزنے لگا۔ میں دیوانوں کی مانند چیخنے لگا۔ میری آنکھوں سے بے تحاشی آنسو رواں تھے۔ میری چیخ و پکار سن کر دروازے پہ کسی

نے زور سے دستک دی۔ میں نے اُٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ جواد علی نے مجھے سر سے پاؤں تک بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

''اتنے دنوں تک تم بیٹھک میں بند کیا کرتے رہے ہو۔ میں نے کئی بار دروازہ کھٹکھٹایا لیکن کوئی جواب نہ ملا۔ اور یہ تم نے اپنی حالت کیا بنا رکھی ہے اور تم رو کیوں رہے ہو اور تم اپنی بھابھی سے بھی نہیں ملے۔''

''مجھے میرے حال پر چھوڑ دو جواد علی، تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے۔'' میں نے بجھی آواز میں جواب دیا تو جواد چراغ پا ہو گیا۔

''افضل بیگ اب تک تم نے اپنی من مانی کر لی۔ لیکن اب میں تمہیں غلط راستے پر نہیں چلنے دوں گا۔ ایک اچھے دوست کی حیثیت سے یہ میرا فرض ہے کہ میں تمہیں غلط راستے پہ چلنے سے روکوں۔''

جواد نہ جانے کیا کچھ بکتا رہا لیکن میں نے اس کی بات پر دھیان نہیں

دیا اور دیتا بھی کیسے۔ جب کہ پاربتی کے فراق کے تصور نے مجھے نیم مردہ کر دیا تھا۔ میں اپنے خیالوں میں ڈوبا آسمان کو تک رہا تھا کے جواد کی کربناک چیخ نے مجھے چیخنے پہ مجبور کر دیا۔ میں نے اس کی طرف نظریں گھما کر دیکھا تو ششدر رہ گیا۔ جواد دونوں ہاتھوں کو اپنے گلے پر رکھے خوفناک آواز میں چلا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر شدید کرب نظر آ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں حلقوں سے اُبلی پڑ رہی تھیں۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ سمجھ سکتا' جواد کسی کٹے ہوئے شہتیر کی طرح میرے سامنے فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ ایک لمحے تک وہ موت سے جان بچانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارتا رہا لیکن پھر اس کا جسم اکڑ گیا۔ میرا عزیز دوست مر چکا تھا۔ جواد کی بیوی اس کی ہولناک چیخ سن کر دوڑی ہوئی اندر آئی اور اس کی حالت دیکھ کر بین کرنے لگی۔ وہ مجھ سے بُری طرح لپٹ گئی۔

''انہیں کیا ہو گیا' سادھو مہاراج انہیں کیا ہو گیا'' وہ اپنا سر پیٹنے لگی۔'' میں انہیں آپ سے لوں گی''

میں سکتے کی حالت میں کھڑا اپنے دوست کی لاش کو آنکھیں پھاڑے دیکھ رہا تھا کہ ایک گرج دار آواز اُبھری۔

''کرشن کمار' اب سنسار کی کوئی شکتی تمہیں میرے ہاتھوں سے نہیں بچا سکتی۔''

میں نے نظریں اُٹھا کر دیکھا تو موہن لال اپنے ہیبت ناک چہرے کے ساتھ میرے سامنے کھڑا تھا۔ مجھے یہ سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ جواد کے اچانک مرنے میں کس کا ہاتھ ہے۔ میرے دوست کا قاتل اس وقت میرے سامنے موجود تھا۔ میں ایک لمحے کے لیے بھول گیا کہ موہن لال دوبار مجھے بے بس کر چکا ہے۔ صرف ایک ہی خیال میرے ذہن میں کچوکے لگا رہا تھا۔ ''موہن لال جواد کا قاتل

ہے۔'' میری رگوں میں دوڑنے والے خون کی حدت تیز ہو گئی۔ میری آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ میں نے بڑی نفرت سے موہن لال کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

''موہن لال' بلوان کبھی دھوکے سے کسی پر وار نہیں کرتا۔ تم کمینے ہو موہن لال' تم نیچ ہو۔ تمہیں میرے بے گناہ دوست پہ چوری چھپے حملہ کرتے ہوئے لاج بھی نہ آئی۔ کیا مہان پجاری ایسے ہی اُٹھائی گیرے ہوتے ہیں۔''

''کرشن کمار' دھیرج سے کام لو۔'' موہن لال نے معنی خیز انداز میں کہا۔ ''میں جانتا ہوں کہ تمہیں اپنے متر کے مرنے سے بہت دکھ پہنچا ہے۔ لیکن گھبراؤ نہیں میں تمہاری آتما کو بھی تمہارے متر کے پاس پہنچائے دیتا ہوں۔ اور اس خوبصورت ویشیا کو بھی جسے تمہارا دوست اُٹھا لایا تھا۔ تم تینوں نرکھ میں سُکھ سے رہو گے۔''

""موہن لال' تم پجاری نہیں بلکہ راکشس ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔پاپی۔۔۔ مہا پاپی۔"میں تلملا کر بولا۔میں نے جواد کی بیوی کو اپنے سینے سے ہٹایا۔اور اسے دوسرے کمرے میں جانے کا حکم دیا۔"میں اس سے نمٹتا ہوں۔"میں نے غصے سے کہا اور آگم بتیال کا ایک منتر پڑھ کر موہن لال پہ پھونک ماری۔جواد کی بیوی لرزتی اور روتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔

موہن لال پوری طرح ہوشیار تھا لیکن اس سے پہلے کہ وہ میرے منتر کا کوئی توڑ کر پاتا میرے بیروں نے اسے گھیر لیا۔اور اسے سر سے بلند کر کے پختہ فرش پر دے مارا۔موہن لال کی کربناک چیخ سنائی دی تو میں غصے سے اور دیوانہ ہو گیا۔میں نے فوراً ہی دوسرا جاپ شروع کر دیا۔موہن لال زمین سے اُٹھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ قلابازی کھاتے ہوئے دیوار سے جا ٹکرایا۔

میں نے اسے سنبھلنے کی مہلت نہ دی اور تیسرا منتر پڑھ کر پھونکا۔ جس جگہ موہن لال پڑا ہوا تھا وہاں کی چھت کا ایک وزنی پتھر ٹوٹ کر نیچے گرا لیکن اتنی دیر میں حیرت انگیز پھرتی سے موہن لال خود کو بچا گیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ اچھل کر میرے پاس آیا اور مجھ سے گدھ گیا۔ جسمانی طور پر وہ مجھ سے کہیں زیادہ طاقتور تھا اس لیے جب اس نے مجھے اپنے آہنی شکنجے میں جکڑا تو مجھے یوں لگا جیسے میری پسلیاں چیخ رہی ہوں۔ سانس سینے میں گھٹنے لگا۔ وہ منتر کو چھوڑ کر جسمانی جنگ پر اتر آیا تھا۔ اسے وشواس تھا کہ اس طرح وہ مجھے پچھاڑ دے گا۔ لیکن یہی اس کی بھول تھی جس سے میں نے فائدہ اٹھایا اور ایک منتر پڑھ کر پھونک ماری۔ تو میرے بیرکوں نے خطرناک صورتوں میں نمودار ہو کر موہن لال پر پشت سے اس قدر شدید حملہ کیا کہ وہ بلبلا اٹھا۔ مگر فوراً ہی پلٹ کر اس نے میرے حملے کا توڑ کر دیا۔ میرے بیر ایک ایک کر

کے ختم ہونے لگے۔ موہن لال کسی شیر کی طرح دھاڑ رہا تھا۔

جواد کی موت نے مجھے اس قدر متاثر کیا تھا کے میں اپنے آپے میں نہیں تھا۔ میں نے ابھی اس کی نوجوان بیوی کی آہ و زاری دیکھی تھی۔ میں نے طے کرلیا تھا کے اب موہن لال سے دوٹوک فیصلہ کرنا ضروری ہے۔

ایک آخری معرکہ۔ چنانچہ میں اپنی جگہ کسی آہنی چٹان کی مانند کھڑا رہا۔ موہن لال میرے بیرکوں کو ٹھکانے لگانے کے بعد میری طرف پلٹا تو میں نے سخت لہجے میں کہا۔

''موہن لال' تم نے میرے عزیز دوست جواد کو دھوکے سے مار کر پجاریوں کے نام پر کلنک کا ٹیکہ لگایا ہے۔ یوں بھی جھگڑا میرا اور تمہارا تھا نہ کہ میرے دوست کا۔ اب تک میں تم سے صرف اس لیے دور بھاگتا رہا کہ مجھے دیوی کے سوا کسی اور بات کی چنتا نہیں تھی۔ پرنتو

اب میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔'' میں نے دانت کچکچا کر کہا۔

''کرشن کمار' میری آشا بھی یہی ہے کہ ہم دونوں میں سے کوئی ایک زندہ رہے۔ پرنتو یاد رکھو۔ وجے اس پراپت ہوگی جو تجربہ کار ہوگا۔ تم مہان ہو پر ابھی بالک ہو۔''

موہن لال کے اس جملے نے مجھے چونکا دیا۔ میں بظاہر اسے دیکھتا رہا لیکن میں نے دل ہی دل میں ایک ایسے منتر کا جاپ کر کے اپنے گرد حصار کر لیا جس کے اندر سونا گھاٹ کے پجاری کی شکتی اور اس کے بیر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ چند لمحے تک موہن لال مجھے خونخوار نظروں سے دیکھتا رہا پھر حقارت سے بولا۔

''کیا وچار ہیں کرشن کمار' کیا تمہیں اپنی جیت کو وشواس نہیں ہے۔؟''

''غلط سوچ رہے ہو تم۔'' میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔''

تمہاری طرح اگر میرے من میں بھی کھوٹ ہوتا تو میں تمہیں اسی سمے ٹھکانے لگا دیتا جب تم بیروں سے لڑ رہے تھے۔ پرنتو دھوکا دے کر مارنا بلوانوں کو شوبھا نہیں دیتا۔ میں چاہتا ہوں کہ پہلے تم اپنے جنتر منتر آزما لو پھر میں تمہیں بتاؤں گا کے زیادہ تجربہ کار کون ہے۔"

"آگے نہ بڑھو کرشن کمار" موہن لال نے زہر خند سے بولا۔ لیکن میں نے کسی جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ بڑی سنجیدگی سے اس کی سرخ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

"تم مجھ پہ وار کرنے سے جھجک کیوں رہے ہو موہن لال' آج فیصلے کا دن ہے۔ تم یا میں۔۔۔۔"

موہن لال میرا جملہ سن کر بھڑک اٹھا اور میں یہی چاہتا تھا کہ وہ آپے سے باہر ہو جائے۔ ایسی صورت میں ظاہر تھا کہ وہ اناپ شناپ حرکتیں کرتا جس کا توڑ میں پہلے ہی کر چکا تھا۔ چنانچہ جب موہن لال

نے غصے میں پہلا وار کیا تو اس کا کوئی اثر مجھ پہ نہ ہوا۔ موہن لال نے تلملا کر دوسرا منتر پڑھ کر میری طرف پھونکا۔ اس کے منتر کے خطرناک تیر نمودار ہو کر میری طرف لپکے لیکن حصار سے ٹکرا کر بھسم ہو گئے۔ موہن لال چونکہ غصے کی حالت میں تھا اس لیے حصار کے امکانات پہ غور کرنے کے بجائے یہی سمجھ بیٹھا کے میں کسی جنتر منتر سے اس کے حملے کا توڑ کر رہا ہوں۔ چنانچہ وہ جھلا کر اور جلد بازی میں مجھ پہ پہ در پہ حملے کرنے لگا۔ لیکن اسے اپنے مقصد میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ مجھے جہاں اس بات کی خوشی تھی سونا گھاٹ کا پجاری میرے سامنے کمزور پڑ رہا ہے وہاں اس بات کا افسوس بھی تھا کے حصار کا خیال پہلے میرے ذہن میں کیوں نہیں آیا۔ خیر میں اپنی جگہ سینہ تانے کھڑا رہا۔ موہن لال جب اپنے سارے منتر آزما چکا تو میں نے اسے مزید تاؤ دلانے کے لیے مسکرا کر کہا۔

''کیوں موہن لال' اب کیا وچار ہیں تمہارے۔میری نا تجربہ کاری تم نے دیکھی۔اب تو تمہیں اپنے چیلے پر مان کرنا چاہیے۔''

موہن لال چپ چاپ کھڑا جواب دینے کے بجائے مجھے زہر پا نظروں سے دیکھتا رہا۔اس وقت وہ شدید غصے کی حالت سے دوچار تھا۔اس کا بدن کپکپا رہا تھا۔میں نے اس کی ہنسی اُڑاتے ہوئے کہا۔

''مہاراج' اپنے ہونٹوں کو کیوں کشٹ دے رہے ہو۔' مانا کے تم گرو ہو کر اپنے چیلے سے ہار تسلیم کر رہے ہو۔تم نے تو اپنا سارا جیون دیوی دیوتاؤں کی سیوا کرنے میں تیاگ دیا ہے۔لاکھوں جنتر منتر اور بیر بلاؤں کے مالک ہو۔پھر یہ تمہارے چہرے پر ناکامی کا راج کیوں مہاراج۔یہ نراشا کیوں موہن لال جی مہاراج۔''

موہن لال نے تڑپ کر پھر مجھ پہ حملے کرنے شروع کر دیے۔لیکن میں چونکہ حصار میں تھا اس لیے اس بار بھی موہن لال کے سارے منتر

بیکار گئے۔ معاً خیال آیا کے دشمن کے ساتھ رعایت برتنا دانش مندی کے منافی ہے۔ میرا مقابلہ اس وقت کسی معمولی پنڈت یا پجاری سے نہیں بلکہ سونا گھاٹ کے مہان پجاری سے تھا۔ وہی موہن لال جس نے مجھے ایک عرصہ تک جسمانی اور روحانی اذیتوں میں گرفتار رکھا تھا۔ چنانچہ اس خیال کے آتے ہی میں نے تیور بدل کر اسے مخاطب کیا۔

''بس بس۔۔۔۔۔۔ بہت ہو چکا مہاراج' تمہاری جھولی میں جو کچھ تھا تم اسے آزما چکے۔ اب میری باری ہے۔''

اتنا کہہ کر میں نے ایک منتر پڑھ کر پھونکا تو میرے بیرکوں نے اس بٹے کٹے پجاری کو اٹھا کر زمین پہ دے مارا۔ موہن لال تڑپ کر اٹھا لیکن پیشتر اس کے کہ وہ کوئی توڑ کرتا میں نے دوسرا حملہ کر دیا۔ موہن لال میرے پہلے حملے کا توڑ کر ہی رہا تھا کہ میرے دوسرے حملے نے

اسے بے بس کر دیا۔ وہ تیورا کر زمین پر گرا۔ اس کی ناک اور منہ سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا۔ میں نے اس موقع کا فائدہ اٹھا کر موہن لال پہ تیسرا حملہ کیا۔ موہن لال پر دہکتے ہوئے انگاروں کی بارش شروع ہو گئی۔ مجھے یقین تھا کہ موہن لال اب میرے بیروں سے نجات حاصل نہ کر سکے گا لیکن موہن لال نے منہ ہی منہ میں نہ جانے کیا منتر پڑھا کہ وہ ایک لمحے کے لیے میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اس کے غائب ہوتے ہی میرے بیر بھی غائب ہو گئے۔

میں ایک لمحے تک ششدر کھڑا رہا۔ موہن لال کے غائب ہو جانے کا مطلب یہی تھا کہ وہ وقتی طور پر مجھ سے ڈر کر بھاگ گیا ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں تھا کہ وہ آئندہ بھی مجھ سے خوفزدہ رہے گا۔ چنانچہ فوری طور پر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ جتنی جلدی ہو سکے اسے ٹھکانے لگا دیا جائے۔ مبادا وہ کوئی تیاری کر سکے۔ اپنے حصار سے باہر میں اس لیے

نہیں نکلا کے مجھے شبہ تھا کے کہیں موہن لال کو منڈل کا راز نہ معلوم ہو گیا ہو اور وہ کہیں قریب ہی چھپا ہوا اس بات کا منتظر ہو کے میں حصار سے باہر آؤں اور وہ مجھ پہ بھر پور حملہ کر سکے۔ حالات کا تقاضہ یہی تھا کے میں حصار سے باہر آنے سے پہلے یہ معلوم کر لوں کے موہن لال اس وقت کہاں ہے۔ چنانچہ میں نے پاربتی کا شبھ نام لے کر اپنا جاپ شروع کیا اور اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

سونا گھاٹ کا پُجاری (قسط ۸)

آنکھیں بند کرتے ہی کچھ دیر تک اندھیرا طاری رہا پھر تاریکی کے بادل چھٹے تو میں نے دیکھا کے موہن لال بنارس ہی میں گنگا کے کنارے بیٹھا اپنے زخم دھونے میں مصروف ہے۔اس کے چہرے پہ اس وقت غضب ناک اثرات موجود تھے۔وہ اپنے آپ میں محو تھا لیکن جیسے ہی میرے اور اس کے درمیان اندھیرے چھٹے وہ یوں چونکا جیسے اسے کسی بچھو نے کاٹ لیا ہو۔

''موہن لال۔۔۔۔۔۔'' میں نے اپنی ماورائی قوت بروئے کار لاتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔'' کیا تمہیں اس بات پر وشواس ہے کے تم زیادہ دنوں تک میرے کشٹ سے مکتی حاصل کر سکو گے؟''

جواب دینے کے بجائے موہن لال نے کوئی منتر پڑھ کر پھونکا تو ہمارے درمیان اندھیرا پھیل گیا۔مجھے ایک بار پھر اپنی حماقت کا احساس ہوا۔اگر میں نے اسے مخاطب کرنے کے بجائے خاموشی

سے اسے جالیا ہوتا تو اپنے مقصد میں باآسانی کامیاب ہوسکتا تھا۔ لیکن اسے چوکنا کر کے یقیناً مجھ سے بھول ہوگئی تھی۔ کچھ دیر تک میں اپنے کیے پر پچھتا تا رہا پھر اپنے حصار سے باہر آ گیا۔ اور اس سمت چل دیا جہاں میں نے موہن لال کو دیکھا تھا لیکن جیسا کہ مجھے یقین تھا کے موہن لال مجھے وہاں نہیں ملا۔ میں نے ایک بار پھر وہی عمل کیا جس کے ذریعے میں پہلے موہن لال کو دیکھ چکا تھا حالانکہ مجھے قطعی امید نہ تھی کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکوں گا۔ لیکن یہ دیکھ کے مجھے خوشی ہوئی کے میرا عمل ضائع نہیں ہوا۔ موہن لال اس وقت پرانے مندر میں بیٹھا۔ کسی جاپ میں مصروف تھا۔ میں نے مندر کے جائے وقوع پر غور کیا اور پھر فوراً ہی آنکھیں کھول دیں۔ اب میں پوری طرح سونا گھاٹ کے پراسرار پجاری سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر کے مندر کی سمت روانہ ہو گیا۔

سونا گھاٹ کا پُجاری (قسط ۸)

جس وقت میں مندر کے دروازے پہ پہنچا اس وقت بھی موہن لال اپنے جاپ میں مشغول تھا۔ میں نے خاموشی سے شیو جی مہاراج کا شبھ نام لے کے وہی منڈل اپنے گرد قائم کیا جس کے اندر سنسار کی کوئی شکتی میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتی تھی۔ خود کو محفوظ کرنے کے بعد میرا جی چاہا کے ایک ہی وار میں موہن لال کا کام تمام کر دوں۔ مگر میرا ضمیر اس پر آمادہ نہ ہوا۔ چنانچہ میں نے موہن لال کو للکار کر سرد لہجے میں کہا۔

''اٹھو مہاراج' تمہارا ابرا سمے آچکا ہے۔ اب کوئی جاپ یا جنتر منتر تمہارے کام نہ آئے گا۔ موہن لال میری آواز سن کر فوراً اٹھ کھڑا ہوا اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ پتلیوں کے اندر گندے بیروں کا شیطانی رقص جاری تھا۔ وہ مجھے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے اس پر اپنی برتری کا اظہار کرنے کے لیے کہا۔

''کیا دیکھ رہے ہو مہاراج' میں وہی کرشن کمار ہوں جس کو تم نے اندھا اور لنگڑا کر کے سنسار میں بھیک مانگنے پر مجبور کر دینے کے سپنے دیکھے تھے۔''

''کرشن کمار' موہن لال کسی خونی آشام درندے کی طرح چیخ اُٹھا۔ ''میں تمہیں ایسا کشٹ دوں گا کے دیوتاؤں کی آتما بھی تڑپ اٹھے گی۔ میں نے تجھ جیسے پاپی پر دیا کر کے اب تک بھول کی تھی۔ پرنتو اب دیوی کی شکتی بھی تجھے میرے ہاتھ سے نہیں بچا سکتی۔''

موہن لال غصے میں اناپ شناپ بکتا رہا۔ اس نے دیوی کو بھی غصے میں برا بھلا کہہ ڈالا۔ میں جو دیوی کا سچا سیوک تھا موہن لال کی باتوں کو برداشت نہ کر سکا اور آگ بگولہ ہو کر ایک منتر پڑھ کر اس کی طرف پھونکا۔ میرا پھونکنا تھا کہ سونا گھاٹ کا پجاری اچھل کر زمین پہ گرا اور کربناک انداز میں دھاڑنے لگا۔ پیشتر اس کے کے وہ اپنے

بچاؤ کا کوئی او پائے کرتا میں نے دوسرا وار کیا۔ موہن لال پہ دہکتے ہوئے شعلوں کی بارش شروع ہو گئی۔ اس کی دلدوز چیخیں سن کر میرا دل بھی لرز اُٹھا۔ کچھ دیر بعد شعلوں کی بارش ختم ہوئی تو میں نے دیکھا کے سونا گھاٹ کا پجاری فرش پر پڑا اپچھاڑیں کھا رہا تھا۔ اس کے تمام جسم پر کوڑھ کے دھبے نمودار ہو گئے تھے جن سے خون اور پیپ بہہ رہے تھے۔ مندر میں تعفن پھوٹ رہا تھا۔ اس کا چہرہ اس قدر کریہہ ہو گیا کے میں نے اپنا منہ دوسری طرف موڑ لیا۔ ٹھیک اسی وقت موہن لال کی دردناک آواز اُبھری۔

''کرشن کمار' مجھے شما کر دو۔ میں ہاتھ جوڑ کر بنتی کرتا ہوں کہ اپنا کشٹ واپس لے لو۔ میں تم سے دیا کی بھکشا مانگتا ہوں۔ تم سچ مچ مہان ہو۔ میں دیوی کی سوگند کھا کر تمہیں وچن دیتا ہوں کے اب ہمیشہ تمہیں اپنا گرو مانوں گا۔ سارا جیون تمہارے پوتر چرنوں کو دھو دھو کر پیوں گا۔

میں تمہیں شیو جی مہاراج کی مہان شکتی کا واسطہ دیتا ہوں اپنا شراپ مجھ سے واپس لے لو۔"

موہن لال مجھ سے گڑگڑا کر رحم کی درخواست کر رہا تھا لیکن میرے کان جیسے بہرے ہو چکے تھے۔ مجھے وہ تمام اذیتیں یاد تھیں جو اس بد بخت شخص نے مجھے پہنچائی تھیں۔ اس کے بعد مجھے یہ خیال بھی تھا کے موہن لال کے مرنے کے بعد میں پاربتی کا تنہا سیوک رہ جاؤں گا۔ میں اپنی شکتی سے جو چاہوں گا کروں گا۔ موہن لال کے قول و فعل کا بھی مجھے اعتبار نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے اس کی نیت پہ کوئی دھیان نہیں دیا البتہ اس کو کرب میں دیکھ کر میں نے یہ فیصلہ کیا کے اس کو اس عذاب سے نجات دلا دوں۔ اس خیال کے ذہن میں ابھرتے ہی میں نے ایک منتر پڑھ کر اس کی جانب پھونک دیا۔ موہن لال کے حلق سے نکلنے والی چیخ اس قدر بھیانک تھی کے دھرتی تک لرز اٹھی۔

سونا گھاٹ کا پُجاری (قسط ۸)

اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ مرضی کے عین مطابق تھا۔ سونا گھاٹ کا پجاری ایک لمحے تک ہاتھ پاؤں مارتا رہا لیکن پھر اس کا جسم اکڑ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ اس کی آتما اس کے شریر سے اپنے سارے سمبندھ توڑ چکی تھی۔ میں نے موہن لال کی لاش پہ آخری نظر ڈالی اور پھر باہر آ گیا۔ اپنی جیت پر جتنا بھی گھمنڈ کرتا کم تھا۔ میں نے ایسے موذی کو مارا تھا جس نے دیوی دیوتاؤں کی سیوا میں اپنا سارا جیون تیاگ دیا تھا۔ اس کی موت کے بعد میں آزاد تھا۔ اب دھرتی پہ کوئی ایسا نہیں بچا تھا جو مجھ سے ٹکرانے کی ہمت کر سکتا۔ اب کوئی میرا دشمن نہ تھا۔ میرے راستے کی تمام رکاوٹیں دور ہو چکی تھیں۔ میں پوری طرح سے آزاد تھا۔ دیوی اور شیو جی مہاراج کے علاوہ پورا سنسار اب میری مٹھی میں تھا۔ میں جسے چاہتا اپنی پلکوں کی ایک جنبش سے تہس نہس کر سکتا تھا۔ موہن لال کو ٹھکانے لگانے کے بعد میں سیدھا جواد علی کے مکان پر

واپس آیا۔ میری کامیابی میں جواد غریب کی موت کا سب سے زیادہ دخل تھا۔ موہن لال نے میرے بے قصور دوست کو مار کر میری غیرت کو للکارا تھا۔ اس کے گھر پہنچ کر میں بڑی دیر تک اس کی لاش کو بڑی عقیدت بھری نظروں سے دیکھتا رہا۔ اس کی نوجوان بیوی کو صبر کی تلقین کی۔

وہ بار بار بے ہوش ہوئے جاتی تھی۔ میں نے اسے اپنے ساتھ چلنے کو کہا مگر اس نے انکار کر دیے کہ وہ عدت کے بعد ہی یہاں سے جا سکتی ہے۔ وہ اپنے شوہر سے کس قدر محبت کرتی تھی اس کا اندازہ مجھے اس وقت ہوا جب وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ اس نے اپنا سب کچھ چھوڑ کر جواد کو اپنایا تھا لیکن وہ خوشی کے چند دن ہی دیکھ سکی تھی۔ میں نے اسے کافی رقم دی اور کہا کے جب میں سونا گھاٹ سے واپس آؤں گا تو اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ ماتمی لباس میں اس کا سوگوار حُسن

مجھے تڑپائے ڈالتا تھا۔ میں خود کو مجرم سمجھ رہا تھا۔ میں نے چھپتے چھپاتے جواد کی تجہیز و تدفین کروائی اور سونا گھاٹ کی طرف روانہ ہو گیا۔ میں وہاں کے پجاریوں کو باور کروانا چاہتا تھا کہ موہن لال جسے وہ اپنا مہان دیوتا اور نجات دہندہ سمجھتے تھے میرے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر چکا ہے۔

سونا گھاٹ پہنچ کر فاتحانہ انداز میں میں اسی پرانے مندر میں گیا جسے موہن لال نے اپنا مسکن بنا رکھا تھا۔ مندر کے بڑے پجاری کو میں نے موہن لال کی موت کی خبر سنائی تو وہ یوں آنکھیں پھاڑ کر میری طرف دیکھنے لگا جیسے اسے میری بات پر یقین نہ آیا ہو۔

''میری بات کا وشواس کرو پجاری' موہن لال اب اس دنیا میں موجود نہیں ہے۔'' میں نے پجاری سے سخت لہجے میں کہا۔

''مہاراج' میں تمہاری بات پہ وشواس کر لیتا ہوں پرنتو اس مندر کے

دوسرے پجاری کبھی نہ مانیں گے۔"

"اچھا۔" میں نے کچھ سوچ کر کہا۔ "تم آج سورج ڈھلنے کے بعد اس مندر کے تمام پجاری اور دھرماتماؤں کو اکٹھا کر لو۔ میں ان مورکھوں کو بتاؤں گا کے وہ اب تک جس کو مہان سمجھ کر اس کی پوجا کرتے تھے وہ اب مر چکا ہے۔"

مندر کا بوڑھا پجاری خاموشی سے میرے سامنے سے چلا گیا۔

موہن لال کی موت کی خبر نے سونا گھاٹ کی بنیادیں تک ہلا دیں۔ کسی کو اس بات پر یقین نہیں آیا تھا کے میں نے موہن لال کو شکست دی ہے۔ بہرحال بڑے پجاری کے کہنے پر سورج ڈھلتے ہی بڑے مندر کے وسیع و عریض چبوترے پر تمام پجاری اور سادھو جمع ہو گئے۔ مندر کے سامنے لوگوں کا ہجوم کھڑا تھا۔ بڑے پجاری نے جب مجھے بتایا کے میرے حکم کی تعمیل ہو چکی ہے تو میں بڑی شان سے سینہ تانے

بڑے تہ خانے سے باہر آیا جہاں موہن لال کی موت پر چہ مگوئیاں ہو رہی تھیں۔ لیکن میری صورت دیکھتے ہی سب پر جیسے سانپ سونگھ گیا۔ مجمع پر گہرا سناٹا طاری ہو گیا۔ لیکن ان نگاہوں میں میرے لیے نفرت و حقارت کا جذبہ جھلک رہا تھا۔

میں مجمع پر ایک سرسری نظر ڈالتا ایک اونچے مقام پر جا کھڑا ہو گیا۔ میں نے مختصر لفظوں میں اور پر اسرار انداز میں موہن لال کی موت کے بارے میں ان کو بتایا تو پجاریوں میں سنسنی دوڑ گئی۔ چند لمحوں تک کوئی کچھ نہ بولا پھر ایک عمر رسیدہ پجاری میرے سامنے آ کر کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

''مہاراج' تم نے جو کچھ کہا ہم نے سن لیا لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ موہن لال جی مہاراج کا خاتمہ ہو گیا ہے۔''

میں نے سن رسیدہ پجاری کا بڑی حقارت کی نظر سے دیکھا۔ اس کی

سونا گھاٹ کا پُجاری (قسط ۸)

گستاخی پر میرا جی چاہا کے اسے بھسم کروں۔ لیکن پھر اس خیال سے
کہ میرا اور اس کا کیا مقابلہ' میں نے اسے معاف کر دیا۔ اس کے بعد
میں نے ایک جنتر شروع کیا۔ جتنی دیر تک جاپ کرتا رہا سارا مجمع
خاموش رہا۔ پھر اس وقت مجمع میں کھلبلی مچ گئی جب اچانک انہوں
نے موہن لال کی لاش کو چبوترے پہ پڑا ہو پایا۔ میرے منتر کے بیر
پلک جھپکتے میں موہن لال کی لاش کو بنارس سے اٹھا کر سونا گھاٹ لے
آئے تھے۔ پنڈت' پجاری اور سادھوؤں پہ جیسے سکتہ طاری ہو
گیا۔ ان کی پتھرائی ہوئی نظریں موہن لال کی اکڑی ہوئی لاش پر جمی
ہوئی تھیں۔ کافی دیر تک یہی کیفیت رہی پھر تمام پجاریوں اور
پنڈتوں نے آگے بڑھ کر مجھے گھیر لیا۔ میرے نام کی جے جے کار
شروع ہوگئی۔ میں ایک فاتح کی حیثیت سے ان نعروں کو سنتا رہا۔
مجھے یوں لگ رہا تھا کے جیسے دھرتی پے رینگنے والے یہ حقیر پنڈت اور

پجاری میری مہان شکتی سے پناہ مانگ رہے ہیں۔ کچھ دیر تک میں ان نعروں کو سنتا رہا پھر ان پر ایک نفرت اور حقارت کی نگاہ ڈالتے ہوئے تہ خانے میں آ گیا۔ پنڈت پجاریوں نے میری آ گیا حاصل کر کے سونا گھاٹ کے پر اسرار پجاری موہن لال کی ارتھی کو مرگھٹ لے جا کر چتا کے حوالے کر دیا۔

جواد کی بیوی کی عدت کی مدت پوری ہونے تک میں سونا گھاٹ میں رہا۔ سونا گھاٹ کے باسی میرے درشن کو جوق در جوق آنے لگے۔ میں پھر سونا گھاٹ سے روانہ ہو کر بنارس آ گیا۔ جہاں جواد کی بیوی اپنے شوہر کے غم میں مسلسل نوحہ خواں تھی۔ میں نے اپنے بیروں کے ذریعے اس کے لیے ہر آسائش و آرائش کا انتظام کیا۔ میں اس کے لیے اور کیا کر سکتا تھا۔ وہ میری توجہ اور شفقت سے بہت متاثر معلوم ہوتی تھی۔ میں نے اس کے لیے اتنے روپوں کا انتظام کر دیا کہ وہ تا

زندگی خوشحال رہے۔ میں اس کے ساتھ نہیں رہتا تھا لیکن اس کے پاس ملازموں کی ایک پوری فوج تھی۔ میں اکثر اس کو دیکھنے جاتا تھا۔ ان کاموں سے نمٹنے کے بعد میں نے شیوشنکر اور پاربتی کے لیے جاپ کیا۔ جاپ پورا کرنے کے بعد میں ایک عرصہ تک مختلف شہروں کے چکر لگاتا رہا۔ اس دوران میں نے بے شمار ایسے لوگون کو سخت سزائیں دیں جو دوسروں کو پریشان کرتے تھے۔ بہت سے ایسے پجاریوں کو جہنم رسید کیا جو ابھی تک موہن لال کا کلمہ پڑھتے تھے۔ غرض میں ایک لمبے عرصہ تک اپنی شکتی کا مظاہرہ کرتا رہا۔ میں جہاں بھی جاتا سیوکوں کی ایک بڑی تعداد میرے گرد جمع ہو جاتی۔ میرے سیوکوں کی تعداد بھی ہزاروں تک پہنچ گئی۔ میں جو چاہتا کر گزرتا اور جو سوچتا پورا ہو جاتا۔ مجھے کوئی چنتا یا کوئی پریشانی نہیں تھی۔

دو سال تک میں اپنے آپ میں مگن رہا پھر ایک دن پاربتی کا دھیان

آ گیا۔ موہن لال کی موت کے بعد سے اب تک مجھے پاربتی کے درشن نصیب نہیں ہوئے تھے۔ مجھے حیرت تھی کے دیوی نے مجھ سے منہ کیوں موڑ لیا ایسی صورت میں جب میں موہن لال کی موت کے بعد اس کا واحد سیوک تھا۔

پاربتی کا دھیان آیا تو اس کے شریر کی کوملتا اور روپ کی سندرتا میرے ذہن میں گھوم گئی۔ میں نے اسی وقت غسل کیا اور پاربتی کا جاپ کرنے لگا۔ مجھے یقین تھا کے جو جاپ میں کر رہا ہوں اس کے پورے ہوتے ہی دیوی مجھے اپنے درشن اوش دے گی۔ جیسے جیسے دن گزرتے گئے میری بے چینی بڑھتی گئی پھر جب میں نے جاپ پورا کیا تو دیوی میرے سامنے موجود تھی۔

طاقت کی عظیم دیوی پاربتی کے درشن ہوتے ہی جاپ کی ساری تھکان دور ہوگئی۔ پاربتی اپنی تمام من موہ لینے والی سندرتا کے ساتھ میرے

سامنے موجود تھی لیکن اس کی آنکھوں میں سنجیدگی اور ویرانی تھی۔ وہ مجھے ایسی نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے میں اس کا سیوک نہیں بلکہ کوئی اجنبی تھا۔ میں نے دیوی کی آنکھوں میں اجنبیت دیکھی تو تڑپ اُٹھا اور لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

''دیوی۔۔۔۔۔ تیری شکتی مہان ہے پرنتو کیا تیرے سیوک سے کوئی بھول ہوگئی جو آج تو اتنی بدلی بدلی نظر آ رہی ہے؟''

دیوی کوئی جواب دینے کے بجائے مجھ پہ نظریں جمائے رہی پھر میں نے کچھ سوچ کر کہا۔

''دیوی۔۔۔۔ کیا تجھے موہن لال کی موت کا دکھ ہے؟''

''نہیں۔'' پاربتی نے ٹھوس آواز میں جواب دیا۔

''دیوی دیوتا سیوکوں کے جیون اور مرتیو سے بلند ہوتے ہیں۔ ان سے ان پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ موہن لال کو اس کے کیے کا پھل اوش ملنا

تھا۔ اس نے خود کو دیوتاؤں سے ادھک اور مہان شکتی کا مالک سمجھ کر پاپ کیا تھا۔"

"پھر۔۔۔۔تیری موہنی نظروں میں میرے لیے وہ پیار کیوں نہیں ہے دیوی۔ جس کے کارن میں نے سنسار کی ساری کٹھنائیوں کو برداشت کیا۔"

"کرشن کمار' اب تم مہان شکتی کے مالک ہو۔ تم نے موہن لال جیسے مہان پجاری کو نیچا دکھایا۔ کیا تم شکتی کے زور سے نہیں جان سکتے کے کل کیا ہونے والا ہے؟"

"دیوی مجھے تیرے پیار کے سوا کچھ نہیں چاہیے۔ کل کیا ہوگا اس کی چنتا آج کرنا بیکار ہے۔"

"یہی تمہاری بھول ہے کرشن کمار' بھاگ کا لکھا اٹل ہوتا ہے اور بھاگ کے لکھے کو دیوی دیوتاؤں کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا۔ تم بھی

نہیں۔''

''پرنتو میرے بھاگ میں کیا لکھا ہے۔''میں نے بے چین ہو کر پوچھا تو پاربتی مسکرا کر بولی۔

''کرشن کمار' اگر منش کو معلوم ہو جائے کے کل کیا ہونے والا ہے تو پھر جگدیشور اور دیوی دیوتاؤں کی پوجا کرنے والا کوئی ایک بھی نہ رہے۔''

پاربتی کی باتیں مجھے سمجھ نہ آ رہی تھیں۔ میں اس کے چہرے کو خالی نگاہوں سے دیکھتا رہا پھر میں نے تیزی سے پوچھا۔

''ہاں۔۔۔۔۔دیوی نے تو ایک بار کہا تھا کے اب میں تیرے پوتر استھان پر کبھی نہ آ سکوں گا؟''

''ہاں' جو کہا گیا وہ ٹھیک کہا گیا۔'' دیوی نے سپاٹ چہرے اور سپاٹ لہجے میں کہا۔

''مجھ پر دیا کرو دیوی مجھے اپنے چرنوں میں جیون بتانے کی آ گیا دو۔''
میں نے بظاہر یہ جملہ دیوی کو خوش کرنے کی خاطر کہا تھا ورنہ موہن لال کو زیر کر لینے کے بعد مجھے دیوی کا خیال کم ہی آیا تھا۔
میرا جواب سن کر دیوی نے مجھے غور سے دیکھا اور پھر ایک سرد آہ بھر کر بولی۔
''کرشن کمار' دیوتاؤں کو اب ہمارا انجوگ پسند نہیں۔ تمہیں یہ جان کر بھی دکھ ہوگا کہ اب تم کبھی میرا درشن نہیں کر سکو گے۔''
''پر اس کا کارن کیا ہے؟'' میں نے تڑپ کر پوچھا۔
'' کارن تو تم نہیں جان سکتے کرشن کمار' پرنتو آنے والا سمے تمہیں سب کچھ بتا دے گا۔''
دیوی کی پراسرار باتوں نے مجھے الجھن میں ڈال دیا تھا۔ میرے دل میں یہ خیال بھی مچل رہا تھا کہ اگر دیوی مجھے یہ بتا دے کہ کل کیا

ہونے والا ہےاور میرے بھاگ میں کیا لکھا ہےتو میں اپنی شکتی کے زور سے اپنی قسمت کے لکھے کو بدل دوں۔لیکن اس سے پہلے کے میں دیوی کو اپنے ڈنڈوت سے خوش کرسکتا اور اس سے کچھ معلوم کر پاتا دیوی میری نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ نہ جانے کیوں پاربتی کے اچانک غائب ہونے سے میرے اوپر لرزہ طاری ہوگیا......یہ کیفیت زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکی۔میں جلد ہی پرسکون ہوگیا اور پھر میں نے سوچا۔

کیا اب بھی مجھے پاربتی کے آشیرواد کی ضرورت ہے۔ میں نے اپنی لگن اور دیوتاؤں کے جاپ سے ایسی طاقت حاصل کرلی ہے جس کے سامنے ساری شکتیاں ہیچ ہیں۔میں جو چاہوں کرسکتا ہوں۔جو مانگوں مل سکتا ہے۔میرے ایک اشارے پر بڑی بڑی چٹانیں فنا ہو سکتی ہیں۔پھر اب مجھے دیوی کے استھان پر رہنے اور اس کے درشن

کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ دیوی کے استھان پر جا کر میں دنیا کی بہت ساری لذتوں سے بھی محروم ہو جاؤں گا۔

میں دیر تک انہی خیالات میں محو رہا۔ اپنا مذہب بدل کر ہندو ہو جانے کے باوجود بھی میرا عقیدہ یہی تھا کے موت برحق ہے اور زندگی چند روزہ ہے۔ چونکہ اب میں بے پناہ پراسرار قوتوں کا مالک بن چکا تھا چنانچہ اپنی زندگی پوری طرح عیش و عشرت کے ساتھ گزارنا چاہتا تھا۔ اور دنیا کی ان تمام رنگینیوں کو جی بھر کر دیکھنا چاہتا تھا جن سے اب تک میں محروم تھا۔ چنانچہ میں پاربتی کے خیال کو ذہن سے جھٹک کر سرمستی کے عالم میں، کالی کے اس مندر پہ ایک اچٹتی نگاہ ڈالتا ہوا باہر آ گیا جہاں بیٹھ کر میں نے پاربتی کے درشن کے لیے جاپ کیا تھا۔ میں اب جواد کی بیوی سے ملنے جا رہا تھا۔ کسی مست ہاتھی کی طرح میرے قدم اُٹھ رہے تھے۔ میں کرشن کمار' ایک مہان پجاری' غیر

معمولی قوتوں کا مالک۔۔۔۔میری مسرتیں آپ کے تصور میں نہیں آسکتیں۔میں اسے بیان کرنے کے قابل نہیں اور آپ اسے تصور نہیں کر سکتے۔

سونا گھاٹ کے پجاری سے اپنے انتقام کی آگ سرد کرنے کے بعد میں پوری طرح آزاد تھا۔کرہ ارض پر اب کئی دوسرا شخص نہیں تھا جو میرے سامنے خم ٹھونکنے کی جرأت کر سکتا۔میرے راستے کی تمام رکاوٹیں موہن لال کے مرتے ہی یکے بعد دیگرے ختم ہو گئیں تھیں۔دیوتا میرا مان کرتے تھے۔میں اب جسے چاہتا انگلی کے ایک اشارے سے تہس نہس کر سکتا تھا۔چنانچہ جب پاربتی نے مجھے آشیرواد دینے سے انکار کیا اور یہ کہہ کر چلی گئی کے اب میں کبھی دیوی کے درشن نہ کر سکوں گا تو صرف چند لمحے کے لیے مجھ پہ اداسی کا غلبہ ہوا لیکن دوسرے ہی لمحے میں نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔میں نے سوچا کے

مجھے اب دیوی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میں کالی کے اس مندر سے اٹھ کر باہر آ گیا جہاں بیٹھ کر میں نے پاربتی کے درشن کے لیے جاپ کیا تھا۔

میں اب جواد کی بیوی سے ملنے جا رہا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کے اب زندگی کو زندگی کی طرح گزاروں گا۔ میں ان تمام لذتوں سے آسودہ ہوں گا جن سے اب تک محروم تھا۔ میں زندگی کے تمام رنگوں سے کھیلنا چاہتا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کے زندگی کے باقی دن شاہانہ انداز میں گزارے جائیں گے۔ اسی لیے میں نے پاربتی کا خیال ذہن سے جھٹک دیا اور کسی مست ہاتھی کی طرح اپنی طاقت کے نشے میں چور جواد کے گھر کی سمت بڑھنے لگا۔

میں اپنی داستان مختصر کرتا ہوں جواد کی حسین اور نوجوان بیوی نے مجھے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ شاید اس لیے کہ میں نے جواد کی موت کے بعد اسے

دولت سے مالا مال کر دیا تھا اور اسے ہر آسائش بہم پہنچائی تھی۔ میری اس فیاضی کے بعد وہ میری بڑی احسان مند دکھائی دیتی تھی۔ اس نے بڑے حسین انداز میں میرا استقبال کیا اور اپنے ملازموں سے میرے لیے ایک کمرہ ٹھیک کرنے کو کہا۔ میں بہت تھکا ہوا تھا اس لیے میں نے پہلے اشنان کر کے کپڑے تبدیل کیے اور پھر سو گیا۔ آج نہ جانے کیوں نرملا پجارن کی یاد مجھے رہ رہ کر ستا رہی تھی۔ میں سوتے میں بھی اسی کے سپنے دیکھتا رہا۔

شام کو میری آنکھ کھلی تو میں نے جواد کی بیوی کو اپنے کمرے میں پایا۔ وہ شاید میرے اٹھنے کی منتظر تھی۔ اس وقت اس نے ہلکے آسمانی رنگ کی ساڑھی باندھ رکھی تھی اور اس سے ملتے جلتے رنگ کا بلاؤز پہن رکھا تھا۔ میں ایک طوائف کی حیثیت سے اسے کوٹھے پر بھی دیکھ چکا تھا لیکن آج وہ مجھے کچھ زیادہ ہی حسین نظر آ رہی تھی۔ اس کی مدبھری

آنکھوں میں مستی کے ساغر چھلک رہے تھے۔ میں آنکھیں ملتا ہوا کھڑا ہوا تو وہ بھی اُٹھ کھڑی ہوئی اور میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

''سادھو مہاراج' کیا آپ چائے نہیں پی جیے گا۔''

''میرا نام سادھو مہاراج نہیں بلکہ کرشن کمار ہے۔'' میں نے بے تکلفی سے کہا۔ ''تم مجھے افضل بیگ بھی کہہ سکتی ہو۔''

''شکریہ۔'' جواد کی بیوی (رضیہ) نے شوخی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اور کتنے روپ ہیں آپ کے.........''

مجھے اس کا یہ انداز کچھ عجیب سا لگا۔ بہر حال اس تیور میں ایسی دل کشی اور اس ادا میں اتنی وارفتگی تھی کے میں نے اس کے بارے میں کسی اور طرح سے سوچنے کا فیصلہ کیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے جواب

دیا۔

''دھیرج سے کام لو۔۔آہستہ آہستہ تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔''

رضیہ نے شام کی چائے پر بڑا اہتمام کیا۔شام کی چائے پی کر میں ٹہلنے کی نیت سے باہر چلا گیا۔اور مختلف بازاروں میں گھومتا رہا۔ راستے میں جہاں کہیں مجھے پنڈت، پجاری یا سادھو ملتے وہ جھک کر مجھے سلام کرتے۔اور نظریں جھکائے گزر جاتے۔ میں فخر سے سر بلند کر کے بازاروں میں گھومتا رہا۔رات ہونے لگی تو میں گھر واپس آ گیا۔رضیہ نے مجھے کھانا کھلایا۔

وہ دیر تک مجھ سے باتیں کرتی رہی۔اس نے مجھ سے میری قوت کا راز پوچھا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کے جیسے وہ مجھ سے بے حد متاثر محسوس ہوتی ہے۔اس کی گفتگو میں اپنائیت اور لہجے میں بے پناہ شگفتگی

تھی۔ جب وہ باتیں کرتی تھی تو بہت خوبصورت نظر آتی تھی۔ رضیہ مجھ پر حاوی ہوتی چلی جا رہی تھی۔ وہ جب اٹھ کر چلی گئی اور میں سونے کے لیے لیٹا تو نرملا پجارن کی موہنی صورت میری آنکھوں کے سامنے آ گئی۔ میں بستر پر کروٹیں بدلتا رہا۔ میرے اندر کے انسان اور شیطان میں جنگ ہو رہی تھی۔ پھر جب نرملا پجارن کی جگہ رضیہ کا خوبصورت جسم میری نظروں کے سامنے آیا تو میں ضبط نہ کر سکا۔ آہستہ سے اپنے بستر سے اٹھا اور پھر بڑی دلیری کے ساتھ قدم اٹھاتا ہوا رضیہ کے کمرے میں چلا گیا۔

رضیہ سونے کے لیے لیٹ چکی تھی اس نے اس وقت ریشمی کپڑے کا ڈھیلا ڈھالا لباس پہن رکھا تھا۔ جس کے اندر اس کا کندن جیسا جسم دمک رہا تھا۔ رضیہ نے مجھے اپنے سامنے دیکھا اور جلدی سے مسہری پر پڑی ہوئی شال اوڑھ لی۔ لیکن اس کا حسن دیکھ کر میں مضطرب ہو چکا

تھا۔ مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میرے پورے بدن میں چیونٹیاں رینگ رہی ہوں۔ چند لمحے میں بت بنا کھڑا رضیہ کو دیکھتا رہا پھر مجھے اپنے عزیز دوست جواد علی کا خیال آیا۔ تو میں نے جلدی سے اپنے من کو مار کر باہر جانے کا ارادہ کیا۔ مگر قبل اس کے کے میں باہر نکلتا رضیہ کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

''مہاراج' کیا بات ہے کیا پدھارنے کا ارادہ نہیں ہے؟''

میں نے پلٹ کر دیکھا تو رضیہ بڑے تیکھے انداز میں مجھے تک رہی تھی۔ میرے دل میں پھر ہلچل شروع ہوگئی۔ رضیہ نے میرے چہرے کے تاثرات کو بھانپتے ہوئے بڑے ہی معنی خیز انداز میں پوچھا۔

''مہاراج' کیا تم میرے کمرے میں کسی ضرورت سے آئے تھے؟''

''ہاں..... ہاں' میں نے بے خودی کے عالم میں جواب دیا۔

''اگر کوئی کام تھا تو مجھے بلا لیا ہوتا۔ تمہاری سیوا کرنا میری خوش قسمتی

ہو گی۔''

میں رضیہ کو بڑی دیر تک گھورتا رہا۔ پھر پاپ اور پن کا تصور جیسے میرے ذہن سے حرف غلط کی طرح مٹ گیا۔ رضیہ کی سندرتا نے مجھے دیوانہ بنا دیا تھا۔ میں سرمستی کی کیفیت سے دو چار گھومتا ہوا آگے بڑھا۔

پندرہ روز تک میں جواد کے مکان پر رہا۔ اس عرصہ میں جی بھر کر رضیہ کے قرب سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ اس کے نازک بدن کی مہک نے مجھے ایسی روحانی لذت سے آشنا کیا تھا جس سے میں اب تک ناواقف تھا۔ میں کسی بھونرے کی طرح پندرہ روز تک اس کے گرد منڈلاتا رہا۔ پھر جب پھول کا سارا رس ختم ہو گیا تو میرا دل رضیہ سے اوچاٹ ہو گیا۔ سولہویں روز میں نے جانے کا ارادہ کیا تو رضیہ میرے قدموں سے لپٹ گئی۔

''افضل بیگ' مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔ اب میں تمہارے بغیر زندہ نہ رہ سکوں گی۔''

''دھیرج رکھو رضیہ' میں کچھ دنوں کے لیے جا رہا ہوں جلد ہی واپس لوٹ آؤں گا۔''

رضیہ نے میری بہتیری منت سماجت کی لیکن میرے دل کا شیطان اب پوری طرح جاگ چکا تھا۔ میں نے سارے سنسار کی لذتوں سے لطف اندوز ہونے کی ٹھانی تھی پھر بھلا میں ساری زندگی رضیہ کا بن کر کیسے رہ سکتا تھا۔ چنانچہ میں اسے تسلی دے کر بنارس سے چل پڑا۔

اب میری منزل بمبئی تھی۔

میں بمبئی میں ایک سال رہا۔ اگر مجھے اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعات بتانے کی اجازت ہوتی تو میں وہ حیرت انگیز واقعات ضرور لکھتا۔ بس اتنا کہہ دوں کے بمبئی میں زندگی میں نے کسی اور ہی طرز

پر گزاری۔ لڑکیاں میرا مشغلہ تھیں اور یہ کام میرے لیے یوں بھی مشکل نہ تھا کے جو لڑکی مجھے پسند آجاتی میں اسے حاصل کر لیتا۔ میرے بیر میری مطلوبہ لڑکی کو اشارہ ملتے ہی اُٹھا لاتے۔ رحم اور رعائت کرنا میرے اصول کے خلاف تھا۔ میرے کان اب آہ و فریاد سننے کے سلسلے میں بہرے ہو چکے تھے۔ اب خودسری اور سرکشی میرا مزاج بن گئی تھی۔ میں جو چاہتا کر گزرتا۔ جو سوچتا وہ پورا ہو جاتا۔ میرے گرد میرے چیلوں کا ہجوم اکٹھا رہتا۔ وہ ہر وقت میرے لیے ڈنڈوت میں مگن رہتے۔ بمبئی میں قیام کے دوران میں نے زندگی کی مسرتوں کو بہت قریب سے دیکھا۔ لیکن پھر میرا دل یہاں سے بھی اوچاٹ ہو گیا۔ میری طبیعت جو اب سیمابی ہو چکی تھی مجھے کہیں بھی چین نہ لینے دیتی تھی۔

بمبئی سے روانہ ہو کر میں ایک بار پھر بنارس گیا جہاں چند روز رضیہ

کے ساتھ رہ کر میں متھرا روانہ ہو گیا۔ متھرا میں دیوداسیاں ہر وقت میری خدمت پر معمور رہتی تھیں۔ یہاں میرے چیلوں کی تعداد میں ہزاروں کا اضافہ ہو گیا جو میرے ایک اشارے پر زندگی قربان کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ مندروں کے پجاری بھی مجھ سے خائف رہتے تھے۔ میری کسی بات پر بھی کوئی بھی مجھ سے اعتراض کرنے کی جرات نہ کر سکتا تھا۔ لیکن ایک روز ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے مجھے مزید سنگدل اور وحشی بنا دیا۔ میں نے کوشش کی ہے کے اس واقعے کو مختصر بیان کر دوں۔ یہ محض ایک واقعہ میں خود تحریر کر رہا ہوں۔ ایسے نہ جانے کتنے واقعات کے بارے میں آپ خود تصور کر لیں۔

اس روز ہولی کا تہوار تھا۔ پنڈت، پجاری اور سادھو سبھی تاڑی اور بھنگ کے نشے میں چور تھے۔ مندروں کو دن بھر دھویا گیا اور اب ان میں لوبان سلگ رہا تھا۔ جس کی خوشبو یاتریوں کو مدہوش کر رہی تھی۔

مندر کے سب سے بڑے ہنومان مندر میں تو پورا شہر اُمڈ پڑا تھا۔ بھانت بھانت کی ناریاں موجود تھیں۔ کیٹوں میں مدھ کے پیالے چل رہے تھے۔ آج زندگی میں پہلی بار میں نے بھی اپنے چیلوں کے اصرار پر چڑھا لی تھی۔ اور نشے میں بدمست ہو رہا تھا۔ ہولی جلنے کا وقت آیا تو میں بھی اپنے چیلوں کے ساتھ اُٹھ کر کٹی کے باہر آ گیا۔ مندر میں گیا جہاں ایک سے ایک سندر تا ناریاں بھجن گانے میں مصروف تھیں۔ ان ہی سندر ناریوں میں مجھے کوشلیا بھی نظر آئی جو ہنومان کے بڑی پجاری کی بیٹی تھی۔ یہی کوئی چودہ پندرہ سال کی ہوگی لیکن اس کی بھرپور صحت دیکھ کر انیس کا اندازہ ہوتا تھا۔ بڑی ہی حسین تھی۔ میں نے اسے دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ مجھے ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی دیوی منش کی شکل میں آ گئی ہو۔ آج تک میں نے کبھی اس سے زیادہ سندر موم کی گڑیا نہیں دیکھی تھی۔ میری آنکھوں کی مستی

بڑھ گئی اندر کا شیطان مچل اٹھا۔

بڑے پجاری کو میرے آنے کی اطلاع ملی تو وہ بھجن چھوڑ کر میرے سواگت کو آ گیا۔ مجھے کوشلیا کی طرف متوجہ پایا تو جلدی سے بولا۔

''مہاراج' یہ میری بچی ہے کوشلیا۔''

''مجھے پتہ چل گیا ہے۔'' میں نے بڑے پجاری سے کہا۔

''تجھے یہ جان کر اور بھی خوشی ہو گی کے آج رات تیری بچی میری کٹی میں رہے گی''

''یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مہاراج۔'' بڑے پجاری نے مجھے حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''مورکھ' کیا تو نہیں جانتا کے تو کس سے بات کر رہا ہے؟۔ تجھے تو پرسن ہونا چاہیے کے میں تیری بیٹی کو سویکار کر کے تیرا مان بڑھا رہا ہوں۔''

''پرنتو یہ پاپ ہے مہاراج......گھور پاپ۔''

''تو تو مجھے پاپ اور پن کا فرق سمجھائے گا۔'' میں نے غصے سے تلملا کر کہا پھر میں نے ایک منتر پڑھ کر پھونکا تو بڑا پجاری مندر کے فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔ بڑے پجاری کی چیخ و پکار سن کر مندر کے دوسرے پجاری بھی وہاں آ گئے لیکن مجھے غصے میں دیکھ کر کسی کو کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوئی۔ بڑا پجاری بدستور فرش پر پرلوٹ رہا تھا۔ میں نے دوسرا منتر پڑھ کر پھونکا تو اس کے شریر میں آگ لگ گئی اور پلک جھپکتے میں میرے بیروں نے اسے جلا کر بھسم کر دیا۔ دوسرے پنڈت اور پجاری تو سکتے کے عالم میں کھڑے رہے لیکن کوشلیا اور اس کے کنبے کی دوسری عورتوں نے چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ میں نے کوشلیا کو روتے ہوئے دیکھا تو آگے بڑھ کر اس کی کلائی زور سے پکڑ لی۔ اس کی ماں آگے بڑھی تو میں نے اپنے چیلوں کو اشارہ کیا وہ اس کو پکڑ کر دوسری

طرف لے گئے۔ باقی یاتری اپنی اپنی عورتوں کو لے کر مندر سے بھاگ گئے۔ کوشلیا چیختی چلاتی رہی۔ میرے آہنی شکنجے سے بچنے کے لیے اس نے بہت ہاتھ پاؤں مارے۔ لیکن میرے بیر اسے زبردستی اٹھا کر اسے میری کٹی میں لے آئے۔ اور میں نے اس کے شاداب حسن کو اپنی ہوس کے جذبے کی بھینٹ چڑھا دیا۔

پھر اپنے چیلوں کو حکم دیا کے اس کو اٹھا کر واپس اس کے گھر پھینک آئیں۔

صبح جب میری آنکھ کھلی تو مجھے پتہ چلا کے کوشلیا نے رات میری کٹی سے جانے کے بعد خودکشی کر لی ہے۔ اس کی ماں اپنا دماغی توازن کھو بیٹھی ہے۔ لیکن میرے اوپر ان باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ کچھ روز متھرا میں قیام کرنے کے بعد میں جے پور چلا گیا۔ یہاں بھی میرے چیلوں نے میرا بھرپور خیر مقدم کیا۔ مگر جے پور سے میرا دل جلد ہی

اچاٹ ہوگیا چنانچہ میں نے دلی جانے کی ٹھان لی۔

بزرگوں کا قول ہے کہ منہ کو خون لگ جائے تو یہ عادت چھوڑنی مشکل ہو جاتی ہے۔ میری کیفیت بھی کچھ ایسی ہی تھی۔ اپنی غیر معمولی قوت کی وجہ سے اور اپنے آپ کو کرہ ارض کی سب سے طاقتور ہستی سمجھے جانے کے احساس نے مجھے انسان سے درندہ بنا دیا تھا۔ میرے بعد کی زندگی اسی قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ میں بے قابو ہو گیا تھا۔ عزت نفس کیا چیز ہوتی ہے میں تو جیسے بھول ہی گیا تھا۔ میرا کام بس یہ رہ گیا تھا کے دنیا کی خوبصورت دوشیزائیں میری آغوش کو آسودہ رکھا کریں۔

کسی خوبصورت لڑکی کو دیکھتے ہی میں اس پر بھوکے آدم خور کی طرح ٹوٹ پڑتا تھا۔ میرے بیر میری ہر خواہش کو پلک جھپکنے میں پورا کر دیا کرتے تھے۔ لیکن جہاں میں اپنے قلم سے یہ المناک اعتراف کر رہا

ہوں وہاں یہ بتانا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے کبھی ان غریبوں کو تنگ نہیں کیا جو امیروں کے ستائے ہوئے تھے۔ میں نے ان تمام لوگوں کو چن چن کر سخت سزا دی جو کمزوروں پر ظلم ڈھاتے تھے یا پریشان کرتے تھے۔ میں نے ان مہاجنوں کو بھی نہیں بخشا جن کے منہ پہ رام رام اور بغل میں چھری ہوتی تھی۔

اس تحریر کا یہ مطلب نہیں کے میں خود کے لیے آپ سے رحم کی کوئی درخواست کر رہا ہوں۔ اور غریبوں کی مدد کرنے کا اظہار کر کے آپ سے کسی رعائت کا طالب ہوں۔ میں نے صاف صاف لکھ دیا ہے کہ خوبصورت عورتوں اور لڑکیوں کے بارے میں میرے اندر چھپے ہوئے انسان نے کبھی امیر اور غریب کی تمیز نہیں کی۔ اور یہی چیز میری زندگی میں انقلاب لانے کا باعث بنی جس کا ذکر میں آگے جا کر کروں گا۔

سونا گھاٹ کا پُجاری (قسط ۸)

دہلی پہنچ کر بھی میں نے اپنی حرکتیں جاری رکھیں۔ سوچتا ہوں کے اگر میں ان تمام واقعات کو تفصیل سے لکھنے بیٹھوں تو کئی ضخیم کتابیں لکھ سکتا ہوں۔ دہلی میں مجھے قیام کیے ہوئے ابھی پندرہ بیس روز ہی گزرے تھے کے میرے ساتھ ایک عجیب وغریب واقعہ پیش آیا۔ ایک روز میں اپنے چیلوں کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا تو ایک شخص جو ذات کا برہمن تھا اور صورت وشکل سے پریشان دکھائی دیتا تھا میرے پاس آیا اور گڑگڑا کر بولا۔

''مہاراج' مجھ دکھیارے پر دیا کرو۔ میں بڑی آشائیں لے کر تمہارے تک پہنچا ہوں۔''

''کیا بات ہے؟ تم مجھے بڑے بیاکل نظر آتے ہو۔''

''مہاراج اگر آپ نے مجھ پر کرپا نہ کی تو میرے پاس جیون ہتیا کے سوا کوئی راستہ نہ رہے گا۔''

''معاملے کی بات کرو مہاشی۔ کسی نے تمہیں پریشان کیا ہے؟''

برہمن نے مجھے جو کہانی سنائی وہ عجیب و غریب تھی۔ اس نے مجھے واقعات کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''مہاراج' مہینہ بھر سے اوپر ہو گیا ہے میں ایک رات بھی چین کی نیند نہ سو سکا ہوں۔ میری پتنی کی حالت روز بروز خراب ہوتی جا رہی ہے۔ خون تھوکتے تھوکتے اب وہ آدھی بھی نہیں رہی ہے۔ رات رات بھر وہ مچھلی کی طرح تڑپتی ہے۔ میں نے تمام جتن کر ڈالے پر کوئی افاقہ نہ ہوا۔ ڈاکٹر، حکیم سب جواب دے چکے ہیں۔ پرنتو ایک سادھو نے مجھے کہا کے میری بیوی پہ کسی نے جادو کیا ہے۔ جب تک اس کا توڑ نہیں ہوتا میری پتنی کی حالت نہیں سنبھل سکتی۔''

''کیا تمہیں کسی خاص شخص پر شبہ ہے؟''

''مجھے وشواس ہے مہاراج کے یہ سب کچھ اسی عورت کا کیا دھرا ہے، جو

میرے گھر کے پاس رہتی ہے۔''

برہمن نے بڑی عقیدت سے میرے چرن دباتے ہوئے کہا۔

''ایک بار اسے میری پتنی نے برا بھلا کہا تھا اسی دن سے وہ پٹی سے لگ گئی ہے۔''

''ہوں۔ کیا نام ہے اس کلنکنی کا؟'' میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''اس کا نام رجنی ہے مہاراج۔ جب سے اس کے گندے قدم محلے میں آئے ہیں سب ہی پریشان ہیں۔ کبھی کسی کا بچہ مر جاتا ہے اور کبھی کوئی اچھا بھلا منش اپنے کپڑے پھاڑتے ہوئے گھر سے نکلتا ہے اور آپ ہی آپ ٹھیک ہو جاتا ہے۔''

برہمن نے اس عورت رجنی کے بارے میں جو تفصیلات بیان کیں وہ بڑی پراسرار تھیں۔ میں نے سب کچھ سننے کے بعد اپنے ایک چیلے کو اس کے ساتھ روانہ کر دیا۔ جس چیلے کو میں نے اس کے ساتھ روانہ کیا

تھا وہ بہت سارے جنتر منتر جانتا تھا۔ مجھے وشواس تھا کے وہ برہمن کی پریشانی دور کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی اوپائے ضرور کرے گا۔ ایسے چھوٹے موٹے کاموں کے لیے میں اپنے چیلوں کو بھیج دیا کرتا تھا لیکن میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ دو گھنٹے بعد جب میرا چیلا لوٹا تو اس کی حالت پاگلوں جیسی تھی۔ آتے ہی اس نے پر جلال آواز میں مجھ سے کہا۔

"کرشن کمار! اگر مکتی چاہتے ہو اور تمہیں اپنا جیون پیارا ہے تو ابھی سے اٹھو اور دہلی سے اپنا منہ کالا کرو۔ اگر تم نے انکار کیا تو یوں سمجھ لو کہ میں تمہاری شکتی نشٹ کر دوں گا۔ ایسا شراپ دوں گا کے تم پاگلوں کی طرح سارا جیون سڑکوں اور گلیوں میں بھاگے پھرو گے۔"

ایک لمحے کے لیے تو میرے تن بدن میں آگ لگ گئی میں نے سوچا کے انگلی کے ایک ہی اشارے سے اسے جلا کر بھسم کروں۔ لیکن پھر

میں نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ میں نے اپنی شکتی سے معلوم کرلیا کہ وہ نردوش ہے اور کسی شکتی کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے ایسی باتیں کر رہا ہے۔ چنانچہ میں کچھ دیر اسے گھورتا رہا پھر میں نے آگم بتیال کا منتر پڑھ کر ایک پھونک ماری تو میرا چیلا۔ زمین پر اکڑوں بیٹھ کر یوں جھومنے لگا جیسے اس پر نشہ طاری ہو گیا ہو۔ اس کی آنکھیں حلقوں سے ابلی پڑ رہی تھیں۔ بار بار وہ اپنے سر کو جھٹکتا بھی جاتا تھا۔

''اب بتاؤ مہاشے' تم کون ہو؟'' میں نے چیلے کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کرخت لہجے میں پوچھا۔

''میں کچھمن داس ہوں۔'' میرے چیلے نے جھومتے ہوئے جواب دیا۔

''اس منش پر تمہیں کس نے بھیجا ہے؟'' میں نے دوسرا سوال کیا۔

''رجنی نے۔ میں اس کی ہر آگیا کا پالن کرنے پہ مجبور ہوں۔ میری

آتما کو اس نے قید کر رکھا ہے۔''

''اب کیا ارادے ہیں تمہارے؟''

''میں نر دوش ہوں مہاراج۔ مجھے شما کر دو۔''

''ضرور شما کروں گا پرنتو ابھی نہیں۔'' میں نے غصیلی آواز میں جواب دیا۔ پھر ایک دوسرے منتر کا جاپ کرنے لگا۔

کچھمن داس نے میرے چیلے کے شریر پر اپنا قبضہ جما رکھا تھا۔ وہ جھوم جھوم کر اپنا سر جھٹک رہا تھا۔ اسی اثنا میں میرے منتر کے بیر رجنی کو گھسیٹتے ہوئے میرے سامنے لے آئے۔ رجنی کی عمر ستر سال سے کم کسی طرح نہیں تھی اور چہرے سے خباثت عیاں تھی۔ آنکھوں سے عیاری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی لیکن میری شکتی کا تماشہ دیکھنے کے بعد وہ میرے سامنے جھکنے پر مجبور ہوگئی۔ میری آنکھیں جیسے ہی رجنی سے دوچار ہوئیں اس کے حلق سے انتہائی کربناک چیخ بلند ہوئی۔

دوسرے ہی لمحے وہ میرے چرن چھونے کے ارادے سے آگے بڑھی لیکن میرے بیروں نے میرے اشارے پر اسے راستے میں ہی روک لیا۔

''جانتی ہے کلنکنی کے تو اس سے کس کے سامنے کھڑی ہے؟'' میں نے گرج کر کہا۔

''شما کردو کرشن مہاراج' اگر مجھے خبر ہوتی کہ یہ چیلہ تمہارا ہے تو میں کبھی اس پر جادو نہ کرتی۔''

''مورکھ کیا تجھے یہ خبر نہیں کہ ہم اس شہر میں براجمان ہیں؟'' میں دانت پیس کر غرایا۔

''نہیں مہاراج' میں کالی مائی کی سوگند کھا کر کہتی ہوں کے مجھے خبر نہ تھی۔ مجھے شما کردو۔'' رجنی گڑگڑا کر بولی۔

''شما کردوں اور وہ بھی تجھے۔''

''مہاراج' میں وچن دیتی ہوں کے دوبارہ کبھی تمہاری شکتی سے ٹکرانے کی کوشش نہ کروں گی۔'' رجنی سرتاپا کانپ کر بولی۔

''کلنکنی تو مجھے بھی دھوکہ دینا چاہتی ہے۔میں جانتا ہوں کے اس سمے تیرے من میں کیا ہے۔کیا تو یہ ابھی نہیں سوچ رہی کے پھمن داس کے آزاد ہوتے ہی مجھ پہ حملہ کرے گی۔''

میرا جملہ سن کر رجنی کا چہرہ زرد پڑ گیا۔وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کے میں نے کڑک آواز میں کہا۔

''تو نے کالی مائی کا نام لے کر جھوٹ بولا ہے اس لیے اب تجھے اس کا مزہ بھی چکھنا پڑے گا۔''

پھمن داس ابھی بھی میرے چیلے پہ اپنا قبضہ جمائے ہوئے تھا۔میرے بیروں نے اسے بھی جکڑ رکھا تھا۔رجنی کی حالت بھی خراب ہو رہی تھی۔پھر میں پھمن داس کی آتما کو مخاطب کر کے بولا۔

''کمینے'' میں تجھے ایک شرط پہ شما کر سکتا ہوں۔''

''مہاراج مجھے تمہاری ساری شرائط منظور ہیں۔''

''اچھا........تو اب میں تمہیں آزاد کرتا ہوں پرنتو میری آ گیا پر اب تجھے میرے چیلے کو چھوڑ کر رجنی کے شریر میں داخل ہونا ہوگا اور اسے ختم کرنا ہوگا۔''

''میں تیار ہوں مہاراج۔''

دوسرے ہی لمحے میری نگاہوں کے سامنے ایک دلچسپ کھیل شروع ہوگیا۔ میرا چیلہ اچانک ٹھیک ہوگیا اور یوں اٹھ کر کھڑا ہوگیا جیسے ابھی تک وہ سو رہا تھا۔ دوسری طرف رجنی کسی بت کی طرح بے حس و حرکت کھڑی تھی لیکن اس کی یہ حالت زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکی۔ میرے چیلے کے ٹھیک ہوتے ہی رجنی نے یوں ہنسنا شروع کیا جیسے اسے کوئی گدگدا رہا ہو۔ چند لمحے تک وہ اسی کیفیت سے دوچار رہی

پھر یکلخت اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔ اس کے چہرے پر وحشت نمودار ہو رہی تھی۔ وہ اچانک میرے قریب آئی اور میرے چرنوں کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس طرح جھولنے لگی جیسے مجھے ڈنڈوت کر رہی ہو۔ چند لمحے تک وہ اسی انداز میں جھومتی رہی پھر اس نے میری سمت میں دیکھا۔

''مہاراج' اب کیا آ گیا ہے۔'' رجنی کے ہونٹ ہلے لیکن آواز پھمن داس کی نکلی۔

''اس کو مار ڈالو پھمن داس۔ اسی میں تمہاری مکتی ہے۔''

میں نے جیسے ہی اپنا جملہ ختم کیا رجنی نے جھک کر ایک بار پھر مجھے ڈنڈوت کیا اور اس کے بعد وہ قدرے اور جھکی اور پھر اس نے اپنا سر زمین پہ مارنا شروع کر دیا۔ جس کی شدت میں ہر لمحہ تیزی آتی گئی۔ کچھ لمحے بعد ہی رجنی کا سر پھٹ گیا۔ اس کے سر سے خون نکل رہا تھا

جو کہ زمین پر بہہ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس کا سر پاش پاش ہو گیا اور اس کا بھیجا کھوپڑی سے نکل کر فرش پر تڑپنے لگا۔ اس کا چہرہ بہت بھیانک ہو رہا تھا۔ پندرہ بیس منٹ تک یہی ہوتا رہا۔ پھر رجنی اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور اس کے لب ہلے اور میرے کانوں سے لچھمن داس کی آواز ٹکرائی۔

''مہاراج' میں نے تمہارا کہا پورا کر دیا۔ اب میرے لیے کیا آ گیا ہے؟''

''لچھمن داس' میں تمہیں آزاد کرنے کا وچن دے چکا ہوں۔ پرنتو تمہیں بھی مجھ سے ایک عہد کرنا ہوگا۔''

''تمہاری شکتی مہان ہے مہاراج۔ میں ہر وچن دینے کے لیے تیار ہوں۔''

''میں تمہیں کیول اسی شرط پر شما کر سکتا ہوں کے پھر کبھی تم کسی منش کو

پریشان نہیں کرو گے۔''

''میں وچن دیتا ہوں مہاراج کے آئندہ کبھی کسی کو پریشان نہیں کروں گا۔''

''اچھا جاؤ' ہم تمہیں آزاد کرتے ہیں۔''میں نے ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا۔

میرا اشارہ کرنا تھا کے رجنی کا جسم لڑکھڑانے لگا۔ پچھمن داس کی آتما اس میں سے نکل رہی تھی۔ رجنی آگے پیچھے ہچکولے کھاتی رہی۔ پھر جیسے ہی پچھمن داس کی آتما نے اس کے شریر کو چھوڑا وہ مردہ ہو کر زمین پر ڈھیر ہو گئی۔ میرا چیلہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے یہ تمام منظر دیکھ رہا تھا۔ میرے اشارے پر وہ رجنی کے مردہ جسم کو گھسیٹ کر باہر پھینک آیا اور میرے چرن دبانے بیٹھ گیا۔

آپ نے میری شکتی دیکھی۔ مین نہیں کہہ سکتا کے آپ کے پاس اتنی

طاقت ہوتی تو آپ کا انسانوں کے ساتھ رویہ کیا ہوتا۔ طاقت کا احساس بہت عجیب ہوتا ہے۔ دولت مند کسی قدر اس احساس کا اندازہ کر سکتا ہے۔ لیکن میری دولت تو بہت الگ تھی۔ وہ دنیا کے تمام احساسات سے الگ تر تھی اور اسی لیے اس کا احساس بھی تمام بلند احساسات سے بلند تر تھا۔

دہلی سے میرا دل اچاٹ ہونے لگا۔ میں کچھ دن کے لیے بنارس جا رہا تھا۔ لیکن اس سے بیشتر کے میں اپنے ارادے کو پورا کرتا میری نظر ایک ایسی لڑکی پر پڑی جو اپنی مثال آپ تھی۔ وہ مجھے کناٹ پلیس پر ملی تھی اور میں اسے دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا تھا۔ اس کے ایک ایک انگ سے مستی پھوٹ رہی تھی۔ اگر میں چاہتا تو اسے شکتی کے زور سے اٹھا کے لے آتا لیکن میں نے دانستہ طور پر ایسا نہ کیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ لگا رہا۔ اس کا مکان دیکھ کر میں واپس اپنی رہائش گاہ پر آ گیا۔

رات ہوئی تو میرے بدن میں کھولن سی ہونے لگی میں نے اپنے منتر کے بیروں کو روانہ کیا کے جا کے میری مطلوبہ لڑکی کو اٹھا لائیں۔ یہاں میں یہ بھی عرض کر دوں کے جب سے مجھے لڑکیوں کا شوق ہوا تھا میں نے دارو پینا بھی شروع کر دی تھی۔ اس روز بھی میں اپنے بیروں کو روانہ کرنے کے بعد دارو پینے بیٹھ گیا تھا۔

کچھ ہی دیر گزری تھی کے میرے بیر اس لڑکی کو اٹھا لائے۔ لڑکی کے ساتھ اس کا بوڑھا باپ بھی تھا۔ اس کے چہرے سے وحشت برس رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں یہ معاملہ نہیں آ سکا تھا کے وہ کون سی ماورائی طاقت تھی جو اس کی بیٹی کو اس کی مرضی کے بغیر گھسیٹتی ہوئی لے جا رہی تھی۔ لیکن جب اس کی نظر مجھ پر پڑی تو وہ سب کچھ سمجھ گیا اور دانت پیس کر بولا۔

''مردود..... تو نے میری بیٹی کو یہاں کس لیے بلایا ہے۔'' بوڑھے

نے مجھے نفرت سے کہا۔

''چلا جا بوڑھے' نہیں تو جلا کے بھسم کردوں گا۔''

''شیطان' کیا خدا نے تجھے اتنی طاقت اس لیے بخشی ہے کے تو دوسروں کی بہو بیٹیوں کو بری نظروں سے دیکھے۔''

''میں کہتا ہوں چلا جا یہاں سے۔ کیا تجھے نہیں معلوم کے تو اس وقت کرشن کمار مہاراج کے سامنے کھڑا ہے۔ جس کی مہان شکتی کے آگے بڑے بڑے دیوی دیوتا بھی نہیں ٹھہر سکتے۔'' میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''کمینے........ ذلیل........ کیا تو خدا سے بھی زیادہ طاقتور ہے۔ اس کے یہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔ اللہ نے چاہا تو یہ تیرا غرور خاک میں مل جائے گا۔''

دارو کے نشے اور لڑکی کی موجودگی نے مجھ پہ ایک سرور طاری کر دیا تھا۔

ایسے ماحول میں ناتواں بوڑھے کی بدکلامی سے میرا دماغ الٹ گیا۔ میں اسے انگلی کے ایک اشارے سے برباد کرسکتا تھا لیکن پھر مجھے اس پر دیا آ گئی۔ میں نے اپنے بیروں کو حکم دیا تو وہ اسے اٹھا کر باہر لے گئے۔

لڑکی جو بڑی سہمی کھڑی تھی میرا ارادہ بھانپ کر اونچی آواز میں چلانے لگی۔ اس نے مجھے خدا، رسولؐ اور تمام پیغمبروں کا واسطہ دیا لیکن یہ باتیں اب مجھ پر کوئی اثر نہ کرتی تھیں۔ میں وقت گزارنے کے ساتھ ساتھ سخت اور درشت بنتا جارہا تھا۔ جب وہ سسکتی بسورتی اور میرے منہ پہ تھوکتی ہوئی باہر چلی گئی تو میں نے ایک قہقہہ لگایا۔ جب دوشیزائیں مجھ سے بیزاری اور نفرت کا اظہار کرتی تھیں تو میرا لطف دوبالا ہوجاتا تھا۔ پھر میں انہیں زیر کرتا اور مجھے اپنی فتح کا احساس ہوتا تھا۔ جہاں مجھے اپنی شکتی آزمانے کا موقع ملتا وہاں مجھے کچھ اور ہی

لذت محسوس ہوتی تھی۔

لڑکی کے جانے کے بعد میں دوبارہ دارو پینے بیٹھ گیا اسی لمحے مشک اور عنبر کی خوشبو میری ناک سے ٹکرائی۔ میں یہی سمجھا کے شاید پاربتی نے اپنے کسی سیوک کو میرے پاس بھیجا ہے۔ لیکن جلد ہی میرے ذہن پر ایک دھندسی طاری ہونے لگی۔ آنکھوں کے پپوٹے بھاری ہونے لگے۔ اور پھر .... پھر مجھے کچھ یاد نہ رہا۔ میں اندھیروں میں گم ہوتا گیا۔

نہ جانے کس نے مجھے مدہوش کر دیا تھا۔ جب میری آنکھ کھلی تو میں نے اپنے آپ کو ایک ویرانے میں پڑا ہوا پایا۔ وہاں ہر طرف ویرانی کا راج تھا اور وحشت برس رہی تھی۔ میں حیرت اور غصے میں آنکھیں پھاڑ کر اپنی اطراف کا جائزہ لینے لگا۔ مجھے اس بات کی خبر نہ ہو سکی کے میں یہاں پر کیسے اور کیوں کر آ گیا۔ معاً مجھے مشک اور عنبر کی خوشبو اور

پاربتی کا دھیان آ گیا۔ میں سوچنے لگا کے ہو نہ ہو وہ دیوی کا کوئی سیوک ہوگا جس نے دیوی کی آ گیا پر مجھے یہاں پہنچایا ہوگا۔ ورنہ اس دھرتی پر دیوی اور شیو جی مہاراج کے سوا کس کی شکتی تھی کے مجھے ہاتھ لگا سکتا۔

دیوی کا دھیان میرے ذہن میں آیا تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ میری خوشی کا کارن یہ تھا کے دیوی نے مجھ سے کہا تھا کے میں اب کبھی اس کا درشن نہ کر سکوں گا۔ پرنتو اب خود دیوی مجھے اپنا درشن دینا چاہتی تھی۔ میں دیوی کے سامنے آنے کا منتظر تھا۔ جب بہت دیر گزر گئی اور دیوی میرے سامنے نہ آئی تو میرا دماغ بھنا گیا۔ یہ جاننے کے لیے کے میں اس سے کہاں ہوں اور مجھے یہاں کون لایا ہے میں نے ایک منتر پڑھا اور آنکھیں بند کر لیں۔ مجھے پورا وشواس تھا کے آنکھیں بند کرتے ہی میں سب کچھ جان جاؤں گا لیکن آنکھ بند کرتے ہی میں

چونک اٹھا۔ کسی کے سرد ہاتھوں کا لمس میں نے اپنے شانے پہ محسوس کر کے دوبارہ آنکھیں کھول دیں۔ اور اس باڑھے کو گھورنے لگا جو میرے الٹے ہاتھ پر موجود تھا۔ سر سے پاؤں تک اس نے سفید لباس پہن رکھا تھا اور اس کی داڑھی اور سر کے بال بھی پوری طرح سفید تھے۔ اس نے ایک تسبیح تھام رکھی تھی۔ اس کی پر وقار نظریں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ اور ہاتھ تسبیح پر چل رہے تھے۔ مجھے اس بوڑھے کو اچانک اپنے قریب اس ویرانے میں پا کر بڑی حیرت ہوئی تھی۔ ایک لمحہ پہلے تو وہاں دور دور تک کوئی آدم زاد نہ تھا۔ پھر یہ بوڑھا کون تھا؟

''کیا بات ہے مہاشے' کون ہو تم اور تم نے میرے شریر کو چھونے کی ہمت کیسے کی؟''

''میں سمجھا تھا کے شاید تم راہ بھٹک کر ادھر آ نکلے ہو۔'' بوڑھے نے

بڑی نرم آواز میں کہا۔ ''میں تمہیں راہ دکھانے کی خاطر تمہارے پاس چلا آیا۔ تم راہ سے بھٹکے ہوئے محسوس ہوتے ہو۔''

''تم......''میں نے ایک قہقہہ لگایا۔ ''بوڑھے تم اور مجھے راہ دکھاؤ گے۔ جاؤ اپنا راستہ ناپو اور اللہ اللہ کرو۔ تمہیں شاید پتہ نہیں کے تم کرشن مہاراج سے مخاطب ہو۔ جس کے پاس سنسار کی سب سے ادھک شکتی ہے۔''

''میں جانتا ہوں کے تم کتنی طاقت کے مالک ہو۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کے تم پہلے افضل بیگ تھے۔ لیکن تم بہک گئے اور اپنے مذہب کو چھوڑ بیٹھے۔ مگر یاد رکھو افضل بیگ کے خدا نے تمہیں اس لیے طاقت نہیں بخشی کے تم کمزوروں کو اپنے ظلم کا نشانہ بناؤ۔ اور ان کی عزت سے کھیلو۔ غریبوں اور مظلوموں کی آہوں سے عرش کے پائے تک ہل جاتے ہیں۔''

''بڑے میاں اپنی نصیحت اپنے پاس رکھو۔ تم کیا جانو کے پاپ اور پن کسے کہتے ہیں۔ تمہاری سمجھ میں آنے والی باتیں نہیں۔ جاؤ اور اپنا راستہ لو۔''

''تم کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو افضل بیگ۔ مجھے بتاؤ تا کہ میں تمہاری مدد کر سکوں۔''

''تم.........اور میری سہائتا کرو گے۔'' میں دانت پیس کر بولا۔ کہ کہیں وہ بوڑھا بھی دو چار جنتر منتر سے واقف تو نہیں جو میرے سامنے آ کے اس طرح اپنی موت کو دعوت دے رہا ہے۔ یقیناً ایسی ہی بات ہے۔ میرے من نے گواہی دی کے اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ اس ویرانے میں کہاں سے آن ٹپکتا۔

اس خیال کے آتے ہی مجھے ہنسی آ گئی اور میں نے نگاہوں کا زاویہ بدل کر اسے دیکھا اور کہا۔

''سنو میاں جی' ہو سکتا ہے کے تم نے کسی پنڈت پجاری کی سیوا کر کے دو چار داؤ پیچ سیکھ لیے ہوں۔ پرنتو اس وقت تم کرشن کمار کے سامنے کھڑے ہوئے ہو۔ جس کے سامنے ہنومان کی شکتی بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ دیکھو گے میری شکتی کا تماشہ۔''

بوڑھا مجھے ترحم نظروں سے دیکھتا رہا۔ میں خاموش ہوا تو اس نے مجھ سے کہا۔

''تم واقعی ہی راہ سے بھٹک گئے ہو افضل بیگ۔ جو ایسے کفر کے کلمات تمہاری زبان سے برآمد ہو رہے ہیں۔ تم اپنی طاقت کے گھمنڈ میں یہ بھی بھول گئے کے جس خدا نے تمہیں یہ سب دیا وہ تم سے واپس بھی چھین سکتا ہے۔ میری مانو کے اب بھی اپنے گناہوں سے توبہ کرلو۔ کہیں ایسا نہ ہو کے توبہ کے دروازے بھی تم پر بند کر دیے جائیں۔''

بوڑھے کی بات سن کر جیسے میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ موہن لال کے بعد کسی نے پہلی بار مجھے اس گستاخانہ لہجے میں پکارا تھا۔ میں اس کی یہ باتیں کیسے برداشت کرسکتا تھا۔ میں نے اسے بھاگ جانے کا بھی موقع دیا تھا لیکن اب میں اسے کشٹ دینے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ میں اسے بتانا چاہتا تھا کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں۔ چنانچہ میں نے ایک منتر کو پڑھ کر اپنی گردن کو جھٹک دیا۔ میری گردن کا جھٹکنا تھا کے میرے بیر شعلہ بن کر اس کی سمت لپکے اور مجھے وشواس تھا کے میرے بیر پل بھر میں جلا کر اسے بھسم کر دیں گے لیکن میری حیرت کی اس وقت کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے آگ کے دہکتے ہوئے شعلوں کو اس بوڑھے کے جسم سے ٹکرا کر بے اثر ہوتے ہوئے دیکھا۔

”افضل بیگ، تمہاری آنکھوں پہ جو پردہ پڑا ہوا ہے اسے دور کرنے کی کوشش کرو۔ اپنے قادر مطلق کو پہچانو۔ اور اپنے گناہوں سے توبہ

کرو۔''

''مورکھ! تو میرے ایک وار سے تو بچ گیا لیکن اب میں تجھے ایسا شراپ دوں گا کے تیری آتما بھی صدا بیا کل کرتی رہے گی۔''

میں نے ایک پینترا بدل کر آگم بتیال کا خطرناک منتر پڑھنے کی کوشش کی لیکن میری زبان پر جیسے تالے پڑ گئے۔ میں نے بار بار کوشش کی کے جنتر کا جاپ کروں لیکن میری قوت گویائی جیسے سلب ہو گئی۔ سفید ریش بوڑھے کی انگلیاں تسبیح کے صاف وشفاف دانوں پر بڑی تیزی سے چل رہی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں جلال ٹپک رہا تھا۔ کچھ دیر تک وہ خاموش رہا پھر بولا۔

''افضل بیگ! اس بار تو میں تمہیں معاف کر رہا ہوں۔ لیکن اتنا یاد رکھنا کے اب اگر تم نے اپنی طاقت کا ناجائز استعمال کر کے کسی کمزور کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تو اللہ تمہیں کبھی معاف نہیں کرے

گا۔"

میں اپنی جگہ بت کی طرح کھڑا رہا اور بوڑھے کو تکتا رہا۔ میں اپنی جگہ کھڑا ہوا تھا۔ میری زبان بند تھی۔ پھر اچانک مشک اور عنبر کی خوشبو میری ناک سے ٹکرائی اور میرے اوپر غنودگی طاری ہونے لگی۔ میرے پپوٹے بوجھل ہو کر بند ہونے لگے۔ میرا ذہن ایک بار پھر گھپ اندھیرے میں ڈھلتے سورج کی طرح غروب ہو گیا۔

دوبارہ مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے آپ کو اسی مکان میں پایا جہاں میں نے اس خوبصورت لڑکی کو پامال کیا تھا۔ دارو کی بوتل میرے سامنے پڑی تھی۔ میں آنکھیں ملتا ہوا اٹھا اور ہر چیز کو غور سے دیکھنے لگا۔ میرا ذہن ابھی تک بوجھل ہو رہا تھا۔ میں نے حالات پر غور کرنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ میں نے متعدد جنتر منتر پڑھ کر اس بوڑھے کے بارے میں معلوم کرنا چاہا لیکن اس میں مجھے مایوسی

ہوئی۔ بہت دیر تک میں ان واقعات پر غور کرتا رہا لیکن پھر یہ سوچ کر
کہ میں نے دارو کے نشے میں کوئی خواب دیکھا ہوگا اس خیال کو اپنے
ذہن سے جھٹک دیا۔ میں نے اپنے آپ کو یہ کہہ کر شانت کر دیا کے
میں کرشن کمار مہاراج جو سنسار میں پاربتی کو شیو جی مہاراج کے بعد
سب سے زیادہ طاقتور ہوں۔ جس کی ہر آشا پلک جھپکنے میں پوری
ہوتی ہے۔ بھلا میرے سامنے آنے کی جرات کون کر سکتا ہے۔ وہ
یقیناً ایک خواب ہی ہوگا۔

میں اپنی بات کو اور مختصر کرتا ہوں۔ میں دہلی میں مزید کچھ دن قیام
کرنے کے بعد لکھنؤ اور کانپور میں اپنی طاقت کے جھنڈے گاڑتا ہوا
بنارس پہنچ گیا۔ لکھنؤ اور بنارس میں میرا قیام ایک عرصے تک رہا لیکن
اس دوران ایسے واقعات پیش آتے رہے کے میں اپنا وقت کسی
عورت کے ساتھ نہ گزار سکا۔ گو یہ واقعات قابل ذکر نہیں ہیں۔ لیکن

ایک بات ضرور کہوں گا کہ ہندو تو ہندو میری طاقت کی دھاک ایسی بیٹھ چکی تھی کے مسلمان بھی مجھے جہاں کہیں بھی دیکھتے تعظیمات میں جھک جاتے۔ یہاں بھی میں نے ایسے تمام لوگوں کو چن چن کر سزائیں دیں جو اپنے سے کمزوروں پر ظلم کرتے تھے۔ اور ایسے تمام بدمعاشوں کو گھیر کر سزا دی جو شریف اور سیدھے سادھے لوگوں کے لیے وبال جان بنے ہوئے تھے۔

دہلی میں سفید ریش بوڑھے والا واقعہ جسے میں خواب سمجھا تھا میرے ذہن سے یکسر نکل چکا تھا۔ یاد بھی کیسے رہتا جبکہ میں خود کو سنسار کی سب سے طاقتور ہستی سمجھ بیٹھا تھا۔ بہر حال بنارس میں میں سیدھا جواد کے گھر گیا۔ میرا ارادہ تھا کے بنارس میں رضیہ کے ساتھ کچھ دن عیش کر کے الہ آباد جاؤں گا۔ مگر جب میں وہاں پر پہنچا تو رضیہ گھر پر موجود نہ تھی اس کے نوکر چاکر اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے

تھے۔ میں نے ان سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کے آج کل رضیہ روز ہی رات کو کہیں چلی جاتی ہے اور صبح ہونے سے پہلے اس کی واپسی نہیں ہوتی۔ ایک عرصے سے عورت کے قرب سے دور رہنے کی وجہ سے میرے اندر کا شیطان رضیہ کے گھر آتے ہی پوری طرح بیدار ہو چکا تھا۔ میرے من میں رضیہ کے لیے کوئی ایسی ویسی بات نہیں تھی لیکن جب میں نے وہی منتر پڑھ کر اپنی آنکھیں بند کیں جس کی مدد سے میں ہزاروں میل دور موجود اپنی مطلوبہ چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا تھا تو میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کے جیسے کسی نے بھرے بازار میں مجھ پر کیچڑ اچھال کر میرا اپمان کیا ہو۔ رضیہ اس سمے اپنے ایک آشنا کے ساتھ رنگ رلیاں منانے میں مصروف تھی۔ میں نے اس مکان کا نقشہ ذہن نشین کرنے کے بعد آنکھیں کھول لیں۔ میری آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ میں بھلا

یہ کیسے برداشت کر سکتا تھا کے رضیہ جسے جواد کے بعد سب سے پہلے میں نے سوئیکار کیا تھا کسی اور کے ساتھ رنگ رلیاں منائے۔ چنانچہ میں اسی وقت اس مکان میں پہنچا اور دندناتا ہوا اس کمرے میں پہنچا جہاں رضیہ اپنے ناپاک کام میں مگن تھی۔ اپنے بیروں سے میں نے یہ بھی پتہ چلا لیا تھا کے رضیہ کا آشنا ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ہے۔ جواد کی شادی سے پہلے بھی وہ رضیہ کے عشاق میں سے تھا لیکن اب تو اسے پوری طرح کھل کر کھیلنے کا موقع میسر آ گیا تھا۔ وہ دونوں اس قدر محو تھے کہ ان کو میرے آنے کا پتہ بھی نہ چلا شاید ان کو یقین تھا کے کوئی ان کی خلوت میں بند دروازوں کی وجہ سے داخل نہیں ہو سکتا۔ ایک پل تک میں اطمینان سے رضیہ کو دیکھتا رہا پھر میں نے اپنی گردن کی ایک ہی جنبش سے رضیہ کا کام تمام کر دیا۔ اس کی گردن میں سے ابلتا ہوا خون دیکھ کر سپرنٹنڈنٹ بری طرح اچھل پڑا۔ اس کا خیال تھا کہ

میں نے رضیہ پر کسی ہتھیار سے حملہ کیا ہے۔ چنانچہ اس نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر اپنا پستول بستر کے نیچے سے نکالا اور بولا۔

''رک جاؤ' کون ہو تم' اور بلا اجازت میرے کمرے میں کیسے گھس آئے ہو؟''

''میں تجھے اس بات کی سزا دینے آیا ہوں کے تم نے میری امانت میں خیانت کی ہے۔''

''لیکن اب تم میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکو گے۔ میں تمہیں جہنم رسید کر دوں گا۔'' ڈپٹی صاحب جو میرے سامنے مادرزاد برہنہ پڑے ہوئے تھے کڑک کر بولے پھر میرے اوپر فائر بھی کر ڈالے لیکن میرا بال بھی بیکا نا کر سکے۔ پھر اس سے پہلے کے وہ تیسرا فائر کرتے میرے بیروں نے اشارہ پاتے ہی ان کا ٹینٹوا دبا دیا۔ اس کی موت اذیت ناک تھی لیکن میرا دل جو اب فولاد سے بھی زیادہ سخت ہو چکا

تھا اس پر اس کی موت کا کچھ اثر نہ ہوا۔ میں اس کی لاش کو ٹھوکر مار کر واپس جواد کے گھر آ گیا۔

رضیہ کی موت نے مجھے راکھشس بنا ڈالا تھا۔ اس کی بے وفائی نے میرے من کو کٹھور بنا دیا تھا۔ پہلے نرملا پجارن نے میرے ساتھ دغا کیا تھا اور اب رضیہ نے میرے ساتھ دھوکا کیا تھا۔ چنانچہ میں نے طے کر لیا کے دھرتی کی تمام عورتوں سے اس کا بدلہ لوں گا۔ رات بھر میں بیاکل رہا۔ ایک پل بھی نہ سو سکا۔ رضیہ کی دغا بازی میرے دل و دماغ کو کچو کے لگاتی رہی۔ دوسری صبح میں نے اشنان کرنے کے بعد بنارس کو خیر باد کہا اور الہٰ آباد کے لیے روانہ ہو گیا۔

وہاں پہنچنے کے بعد میرے مشاغل میں اور شدت آ گئی۔ جو بھی خوبصورت عورت نظر آتی میرے بیر اسے اٹھا لاتے اور میں اس کو ایسا کشٹ دیتا کے وہ بلبلا اٹھتی۔ اس کی سندرتا کو اس قدر مسخ کر ڈالتا کے

کوئی دوسرا شخص اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کرتا۔ لیکن حسن اتفاق سے یہاں میں نے جتنی بھی عورتوں کو اپنی ہوس کا نشانہ بنایا وہ سب ہندو تھیں۔

آٹھ ماہ تک الہ آباد میں رہنے کے بعد میں دوبارہ دہلی کے لیے روانہ ہوگیا۔ میں یہ بات یقین سے نہیں کہہ سکتا کے دہلی جانے میں میرے ارادے کا دخل تھا یا کوئی غیر مرئی قوت مجھے وہاں گھسیٹ لائی تھی۔ بہر حال دہلی میں میرے ساتھ ایک ایسا واقعہ پیش آیا جو اپنی نوعیت کا ایسا عجیب وغریب حادثہ تھا جس کو سوچ کر آج بھی میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ مجھے جھر جھری آجاتی ہے۔ وہ حادثہ جس نے کرشن کمار کو منقلب کر دیا۔ مجھے پہلی بار کرشن کمار کی طاقت کا اندازہ ہوا۔ میں واقعات کو اسی ترتیب سے پیش کرر ہا ہوں جس ترتیب سے وہ پیش آئے۔

سونا گھاٹ کا پُجاری (قسط ۸)

دہلی واپس آ کر میں نے اپنی شیطانیت کے سلسلے کو جاری رکھا۔ اب میں عورتوں کے سلسلے میں اس قدر سنگ دل بن چکا تھا کے شاید اگر دیوی بھی میرے سامنے آتی تو میں اپنی طاقت کے نشے میں اس کو بھی روند ڈالنے سے باز نہ آتا۔ رضیہ کی موت کے بعد سے اب میرے لیے ہر شخص ایک جیسا ہو گیا تھا۔ میں جس کو چاہتا روند ڈالتا اور جس کو چاہتا مالا مال کر دیتا۔ اب میرے پاس کوئی ایسی کسوٹی نہیں تھی جس کی بنیاد پر مظلوم اور مجبور کو پرکھا جا سکتا۔ میری ان حرکتوں کا پتہ میرے چیلوں کو تھا لیکن کسی میں اتنی ہمت نہ تھی کے آنکھ اٹھا کر بھی میری طرف دیکھ سکتا۔ اگر مجھے کسی پر اس بات کا شبہ بھی ہوتا تھا کے وہ میرے خلاف ہے تو میں اس کو اس قدر دردناک موت دیتا تھا کے ہر ذی روح کانپ اٹھتا تھا۔

انہی دنوں میں مجھے میرے چیلوں میں سے ایک نے مجھے ایک

بزرگ کے بارے میں بتایا جو تعویذ گنڈوں کا کام کرتا تھا۔ کسی کے کہنے پر اس نے میرے چیلے پہ کوئی ایسا عمل کیا تھا کے وہ تین مہینے تک پٹی سے لگا رہا۔ بیماری سے نجات پاتے ہی وہ سیدھا میرے پاس آیا اور میرے چرن پکڑ کر رونے گانے لگا۔ میں نے اپنے بیروں سے پتہ چلوایا تو پتہ چلا کے جو کچھ اس بزرگ نے کیا وہ حق بجانب تھا۔ غلطی کی ابتداء میرے چیلے کی طرف سے ہی ہوئی تھی لیکن جس طرح اس نے میرے کان بھرے اور اس ضعیف العمر کی طاقت کا تذکرہ کیا تھا اس نے مجھے تاؤ دلا دیا۔ میں نے طے کر لیا کے اس شخص کو ضرور کشٹ دوں گا۔ چنانچہ میں اسی وقت اپنے بیروں کے ساتھ اس بوڑھے کے مکان پر پہنچا۔ مجھے اس بات کو تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں ہے کہ اس نے کبھی کسی منش کو دیدہ دانستہ تکلیف پہنچانے کی کوشش نہ کی تھی۔ بڑا ملنسار اور خوش اخلاق ثابت ہوا تھا۔ مجھے بپھرا ہو

دیکھ کر بھی اس کے ماتھے پر کوئی بل نہ آیا۔ بلکہ اس نے بڑی نرمی سے مجھے سمجھاتے ہوئی کہا۔

''کرشن کمار' اگر تم مہان شکتی کے مالک ہو۔ خدا پہ یقین رکھتے ہو تو جان لو کے میں نے جو بھی تمہارے چیلے کے ساتھ کیا وہ حق بجانب تھا۔''

اس وقت میں طیش میں تھا سو میں نے اس نیک انسان کی سنی ان سنی کر دی اور کہا۔

''بڈھے' کیا تجھے یہ پتہ نہیں کہ یہ پجاری کرشن مہاراج کا چیلہ ہے۔''

''غصے کو تھوک دو کرشن کمار' غصہ حرام ہوتا ہے۔ طیش کی حالت میں انسان صحیح اور غلط کا فیصلہ نہیں کر پاتا۔''

''بکواس مت کر بڈھے' تجھے اپنے کیے کی سزا ضرور ملے گی۔'' میں

نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

''جزا اور سزا تو خدا کے ہاتھ میں ہے کرشن کمار' انسان کی کیا مجال کہ وہ اللہ کی مرضی کے بغیر ایک قدم بھی اٹھا سکے۔ میری مانو تو تم ٹھنڈے دل سے ان باتوں پر غور کرو۔ کیا عجب ہے کہ کل تمہیں شرمندگی کا احساس ہو جائے۔''

''اپرادھی' تیری یہ مجال کے تو میرے لیے ایسے شبد استعمال کر رہا ہے۔''

میں نے ایک منتر پڑھ کر اس کی طرف پھونک ماری تو میرے بیروں نے ایک لمحے میں اسے جلا کر راکھ کر ڈالا۔

مجھے اس بات کا علم نہ تھا کے اس نیک انسان کی بیٹی ساتھ والے کمرے میں ساری باتیں سن رہی ہے۔ لیکن جب اس نے باپ کو مرتے ہوئے دیکھا تو چیختی چلاتی کمرے میں آ گئی۔ میں نے اسے

قریب سے دیکھا تو وہ گلاب کے کسی پھول کی طرح تر و تازہ اور صاف نظر آئی۔ وہ ایک سرخ رنگت کی معصوم لڑکی تھی۔ میں نے ہاتھ کے اشارے سے چیلے کو باہر جانے کا اشارہ کیا اور خود آگے بڑھ کر کلائی تھامی اور اس لڑکی کو گھسیٹتا ہوا دوسرے کمرے میں لے آیا۔ لڑکی جو اپنے غم میں دیوانی ہو رہی تھی میرا ناپاک ارادہ بھانپ کر پاگل ہو گئی۔ پہلے وہ مجھے نوچتی کھوٹتی رہی اور سلواتیں سناتی رہی لیکن پھر میری شکتی کے آگے بے بس ہو گئی۔ اس نے مجھے کوسنا شروع کیا اور خدا اور رسولؐ کا واسطہ دے کر مجھے اپنے ارادے سے باز رکھنا چاہا۔ لیکن میں اندھا ہو چلا تھا۔ اس کے دل دہلا دینے والی آہ و زاری سے مجھے کوئی سروکار نہ تھا۔ یوں بھی شیر اس وقت تک اپنے شکار کو نہیں چھوڑتا جب تک اس کی بھوک مٹ نہ جائے۔ میری حالت بھی اس وقت کچھ آدم خور شیر جیسی ہی تھی۔ مجھے کچھ زیادہ ہی لطف آیا۔ اس کی

مزاحمتوں اور آہ وزاریوں سے میرے جذبہ درندگی کی سیرابی بہت اچھے انداز سے ہوئی تھی۔
میں نے پل بھر میں لڑکی کو بےبس کر دیا لیکن بیشتر اس کے کے میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوتا۔ مشک اور عنبر کی خوشبو کا تیز جھونکا میرے اطراف میں پھیل گیا۔ مجھے اس سفید ریش بوڑھے کا خیال آ گیا جو میرے خیال کے مطابق مجھے خواب میں نظر آیا تھا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے اس کی کہی ہوئی باتیں بھی یاد آ گئیں۔
ایک لمحے کے لیے میں نہ جانے کیوں پریشان ہو گیا۔ اگلے ہی لمحے مجھے وہی سفید ریش بزرگ نظر آئے جن کی آنکھوں میں غضب کا جلال تھا۔ ان کے چہرے پہ بھی جلال طاری تھا اور آنکھوں سے نفرت چھلک رہی تھی۔ انگلیاں بڑی تیزی سے تسبیح کے دانوں پر چل رہی تھیں۔ مجھے اپنی طرف متوجہ پایا تو بولے۔

''افضل بیگ' تمہیں بہت موقع دیا گیا پر تمہیں راہ راست پر لانے کے لیے کچھ کرنا ہوگا۔''

لڑکی مجھے بزرگ کی طرف متوجہ دیکھ کر کمرے سے بھاگ گئی۔ میں نے اپنے شکار کو کمرے سے غائب پایا تو میرا غصہ اور تیز ہو گیا میں نے اس بوڑھے شخص کو للکارا۔

''بوڑھے' تم نے میرے معاملے میں ٹانگ پھنس کر اچھا نہیں کیا۔ ایک بار تم مجھ سے جان بچا کر بھاگ نکلے تھے پرنتو آج تم میرے ہاتھ سے نہ بچ سکو گے۔''

''افضل بیگ' اب بھی وقت ہے۔ ہوش میں آ جاؤ۔''

''او بے لگام بوڑھے' کیا تجھے میری شکتی کا اندازہ نہیں ہے۔ میں تجھے پل بر میں جلا کر بھسم کر سکتا ہوں۔ جب موہن لال جیسا مہان پجاری میری شکتی سے ہار مان گیا تو تو کیا بیچتا ہے۔ میں تجھے اوش

کشٹ دوں گا۔"

"بے ادب.........گستاخ.........تیرے مقدر کا لکھا اب پورا ہو کر رہے گا۔" بزرگ نے بڑے جلالی انداز میں یہ جملہ ادا کیا اور تسبیح کے دانوں پر ان کے ہاتھ کی حرکت تیز ہو گئی۔

میں نے ایک جنتر منتر پڑھنا چاہا لیکن میری یادداشت جیسے زنگ آلود ہو گئی۔ میرے ذہن پر غنودگی طاری ہونے لگی۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں زمین میں دھنستا جا رہا ہوں۔ میرے جسم کی ساری طاقت زائل ہوتی جا رہی تھی۔ میری رگوں پر بڑا شدید کھنچاؤ پیدا ہو رہا تھا اور پھر میری آنکھیں بند ہونے لگیں۔ میں نے اس کیفیت پر غالب آنے کے لیے اپنے سر کو جھٹکا اور خود کو اس بے ہوشی سے بیدار رکھنے کی حتی الامکان کوشش کی۔ لیکن میرے بدن میں جیسے رعشہ آ گیا تھا۔ ہر شے گھومتی نظر آ رہی تھی۔ دھرتی اور آکاش سب چکرا رہے تھے۔

اور پھر......... پھر مجھے اتنا یاد ہے کے میں غش کھا کر زمین پر گر پڑا تھا۔

کیا آپ یقین کریں گے کے دوبارہ جب میرے اوسان بحال ہوئے تو دنیا مجھے بدلی ہوئی محسوس ہوئی۔ایک طویل مدت تک خود سے علیحدہ رہا۔ میں زندہ رہا لیکن احساس زندگی سے بہت دور رہا۔ جب مجھے اپنے متعلق اپنے وجود کے متعلق سوچنے کا احساس ہوا تو مجھے محسوس ہوا کے میرا حلیہ بدلا ہوا ہے۔میرے جسم پر بے تحاشہ بال اگے ہوئے ہیں اور جسم پر کپڑے بری طرح پھٹے ہوئے ہیں۔تمام غلاظتیں میں اپنے جسم پر اوڑھے ہوئے ہوں۔میں نے اپنے جسم پر میل اور گندگی کی تہیں محسوس کیں۔کرشن کمار ایک گداگر ایک ذلیل ترین....نفرت انگیز شخص کی صورت میں مجھے نظر آیا۔میں نے لوگوں سے پوچھا۔ ''میں کون ہوں۔''

انہوں نے نفرت سے آنکھیں پھیر لیں اور میری بات کا جواب دینے کے بجائے سہم کر چلے گئے۔ ایک بچہ مجھے دیکھ کر بھاگا۔ جب میں نے اس سے پوچھا ''یہ کون سی جگہ ہے''

''پاگل..... پاگل......... مجھے بچاؤ'' وہ چیختا ہوا بھاگا۔

بعد میں جب لوگوں نے دیکھا کے میرے پاگل پن کی کیفیت ختم ہو چکی ہے اور میں مسلسل آہ وزاری کر رہا ہوں تو وہ میرے پاس آئے اور مجھے بتایا کے میں پچھلے پانچ سال سے مکمل پاگل ہوں اور سڑکوں پہ مارا مارا پھر رہا ہوں۔ میرے چیلوں نے کئی بار مجھے اٹھانا چاہا مگر میں نے ان کو دھتکار دیا۔ شروع شروع میں ہندو عورتوں نے میری پوجا شروع کر دی تھی لیکن جب انہیں احساس ہوا کے میری یہ کیفیت پاگل پن کے سوا کچھ نہیں ہے تو انہوں نے بھی آنا چھوڑ دیا تھا۔ رفتہ رفتہ مجھے گزری ہوئی باتیں یاد آنے لگیں۔

یہ سب اسی مرد قلندر کی بد دعا کا نتیجہ تھا۔ یقیناً یہ اس کی غیر معمولی طاقت کا ادنیٰ سا کرشمہ تھا جس نے پاربتی دیوی کے سیوک کرشن کمار مہاراج کو ایک لمحے میں عرش سے اٹھا کر فرش پر لا ڈالا۔ کرشن کمار کے پاس اب کچھ نہ تھا۔ اس کا سارا غرور اس سے چھین لیا گیا تھا۔ میں نے ہوش میں آتے ہی محسوس کر لیا تھا کہ میری ساری ماورائی طاقتیں ختم ہو چکی ہیں۔ میں نے اپنے بیروں کو بلانا چاہا لیکن میری آواز جیسے میرے حلق میں ہی گھٹ کر رہ گئی۔ میں نے پاربتی دیوی کو آواز دی۔ شیو شنکر مہاراج کو یاد کیا۔ سڑک پر چلنے والے اپنے چیلوں کو بلایا لیکن کسی نے سونا گھاٹ کے مہان پجاری موہن لال کو ختم کرنے والے کرشن کمار مہاراج کی بات پر کان نہ دھرے۔ میرے بیر مجھ سے دور ہو گئے تھے۔ میرے منتروں میں اثر نہ رہا تھا۔ یہ سب کچھ مجھ سے چھین لیا گیا تھا۔ اوہ... تو کیا یہ سب کچھ فریب تھا۔ ہاں!

یہ سب فریب تھا۔ وہ پاربتی کہاں گئی جس کے صرف ایک اشارے پر کرہ ارض حرکت میں آ جاتی ہے۔ وہ بیر کہاں گئے جو ایک لمحے میں قہر بن کر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ وہ گنیش دیوتا.....وہ اسرار.....جنہیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ وہ سب کہاں چلے گئے۔ جب اس بزرگ نے مجھے کشٹ دیا تو وہ میری مدد کو کیوں نہیں آئے۔ میرا مذہب.....میں جو افضل بیگ تھا میں اپنے مذہب سے پھر گیا۔ میری آنکھوں پہ پردہ پڑ گیا۔ سونا گھاٹ کے پراسرار پجاری سے بدلہ لینے کے لیے میں نے جو جتن کیے ان کی حیثیت کیا تھی۔ میں نے اپنی زندگی کے سنہرے سال جاپ، ریاضت، مشقت، سزا، دکھ، اذیت، ظلم اور درندگی میں گزارے۔ سونا گھاٹ کے پراسرار پجاری کو ختم کرنا کونسا مشکل کام تھا جب سونا گھاٹ کے پجاری کو ختم کرنے والا کرشن کمار ایک لمحے میں اپنی ساری طاقت کھو بیٹھا۔ میرے دل میں

پہلی بار میرے پرانے مذہب سے محبت کا شدید جذبہ پیدا ہوا۔ ایسا جذبہ جو کچھ کھو کر ہی پیدا ہوتا ہے۔ پہلی بار مجھے اپنے مذہب کی عظمت کا اندازہ ہوا۔ میں نے سڑک پر گندگی کے عالم میں بے تحاشا سجدے کرنا شروع کر دیے۔ اور پھر اسی عالم میں اُٹھ کر میں نے بے تحاشہ بھاگنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے ایک شخص کو شکستہ لباس میں ملبوس بری طرح بھاگتے دیکھا۔

میں فاصلوں کو طے کرتا رہا............ میلوں .... مجھے یاد نہیں۔ مجھے یاد نہیں کہ کب تک اس وحشت میں بھاگتا رہا۔ جب میں منزل کو پہنچا تو میں نے رو رو کر ساری عمارت اور اس کے مکینوں کو حیرت زدہ کر دیا۔ میرا چہرہ خون سے تر بتر تھا۔ میں غوث پاک کے مزار کے سنگ مقدس پر اپنا سر پھوڑ رہا تھا۔ ایک بزرگ نے مجھے اس کیفیت سے بیدار کیا انہوں نے میرے سر پر ہاتھ رکھا اور مجھے اپنے سینے سے لگا

لیا۔ مجھے کپڑے پہنائے گئے۔ غسل کرایا گیا۔ میرے جسم کو خوشبوعات سے معطر کیا گیا۔ پھر میں نے غوث پاک کے مزار پر حاضری دی اور اللہ تعالیٰ سے اپنے تمام تر گناہوں کی معافی مانگی۔ کتنے موقعے آئے جب مجھے مشک اور عنبر کی خوشبو والے بزرگ نے سمجھانے کی کوشش کی لیکن میرے مقدر میں تو رسوائیاں لکھی تھیں۔ جب موقع آیا تو مجھے بدلتے دیر نہیں لگی۔ لمحوں میں میرا قلب منور ہو گیا۔ لمحوں میں مجھے کفر اور ایمان کا تجزیہ کرنے اور شناخت کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

ان واقعات کو آج چالیس برس سے زیادہ گزر چکے ہیں۔ اس عرصے میں میں نے ان بزرگ شخصیت کو تلاش کرنے کے لیے دہلی کا کونہ کونہ چھان مارا۔ ہندوستان میں اولیاء اللہ کے مزارات پر حاضری دی لیکن دوبارہ مجھے وہ مردِ قلندر کبھی نہ ملا جس نے کفر کی راہ سے ہٹا کر مجھے ایمان کی دولت سے سرفراز کیا تھا۔

پاربتی' بیر' گنیش دیوتا' پجاری' نرملا' رضیہ' دیوداسیاں۔وہ دنیا عجیب تھی۔وہ حقیقت کتنی تلخ تھی۔میں جہاں جہاں گیا جن جن حالات سے گزرا' دنیا کے کم ہی انسان ایسے حالات سے دوچار ہوئے ہوں گے۔اور دنیا کے کم ہی انسانوں کو اپنے گناہوں پر اتنی ندامت ہوئی ہو گی جتنی مجھے ہے۔

لوگوں نے اس سلسلے کے بارے میں بعض مقامات' کرداروں اور واقعات کی وضاحت چاہی ہے۔میں نے یہ سلسلہ صرف واقعاتی انداز میں تحریر کیا ہے۔ہندو دھرم کا میں نے علمی اور نظریاتی حیثیت سے بھی مطالعہ کیا ہے اور بہت قریب سے اسے محسوس کیا ہے۔میں اسے ضرور لکھوں گا۔شاید مجھے اتنی مہلت ضرور مل جائے کہ میں اپنے مشاہدات اور تاثرات کا علمی تجزیہ کر سکوں۔میرا خیال ہے کہ یہ ایک قیمتی کتاب ہے۔

(ختم شد)